فاتح کربلا

آسمانِ تحقیق کے نیرِ تاباں

علامہ ابوالرضا

اللہ بخش نیر سہروردی چشتی مدظلہ

ترتیب و تہذیب

مولانا سعید احمد چشتی

ادارہ تحقیقاتِ نیر

جامع مسجد خضریٰ، U بلاک، جناح مارکیٹ، نیو ملتان

نور العینین فی ذکر الحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فاتح کربلا

از ابوالرضا علامہ اللہ بخش نیّر دامت برکاتہم العالیہ

ترتیب وتہذیب

فقیر سعید احمد کریمی

ناشر

مکتبہ کریمیہ

جامع مسجد خضریٰ یو بلاک جناح مارکیٹ نیو ملتان

0300-8762350 0300-7364550

کتاب .... فاتح کربلا

مؤلف .... ابوالرضا علامہ اللہ بخش نیر دامت برکاتہم العالیہ

ترتیب وتہذیب .... فقیر سعید احمد کریمی

تقدیم .... سید فیض عباس بخاری

ابتدائیہ .... پیرزادہ اقبال احمد فاروقی

پیش لفظ .... علامہ محمد منشاء تابش قصوری

تاثرات .... شاعر وصحافی صلاح الدین سعیدی

ماہ وسن .... یکم محرم الحرام ۱۴۲۸ھ 21 جنوری 2007ء

کمپوزنگ .... محمد صفدر علی صابر * محمد شمس الحق چشتی نزد ڈگری کالج کبیروالا
0301-7597607 0300-7692820

ناشر .... مکتبہ کریمیہ جامع مسجد خضری یو بلاک جناح مارکیٹ نیو ملتان

تعداد .... گیارہ سو

صفحات .... 336 قیمت 200

ملنے کے پتے

آستانہ عالیہ ہوت والا شریف جمن شاہ ضلع لیہ 0300-8762350

مکتبہ ضیاء السنہ شاہ سلطان کالونی ریلوے روڈ نزد چوک کمہار منڈی ملتان، احمد بک کارپوریشن کمیٹی چوک راولپنڈی، غوثیہ ہول سیل سنٹر سبزی منڈی کراچی، مکتبہ اویسیہ رضویہ سیرانی روڈ بہاول پور اجمیری کتب خانہ کچہری روڈ ملتان، مکتبہ کاظمیہ مہریہ علامہ اقبال مارکیٹ بالمقابل انوار العلوم نیو ملتان کتب خانہ حاجی نیاز احمد بیرون بوہڑ گیٹ ملتان، کتب خانہ حاجی مشتاق احمد اندرون بوہڑ گیٹ ملتان مکتبہ نبویہ، ضیاء القرآن، روحانی پبلشرز، مسلم کتابوی، قادری رضوی کتب خانہ گنج بخش روڈ لاہور

مکتبہ کریمیہ

جامع مسجد خضری یو بلاک جناح مارکیٹ نیو ملتان 0300-7364550

منظوم تأثرات

شاعر وصحافی **صلاح الدین سعیدی** ڈائریکٹر ''تاریخ اسلام فاؤنڈیشن'' لاہور

مظہر ذات خدا ہے فاتح کرب وبلا
عکس نور مصطفیٰ ہے فاتح کرب وبلا

نور جان فاطمہ ہے فاتح کرب وبلا
فرزند شیر خدا ہے فاتح کرب وبلا

روشنی مطلوب ہو تو اس کی جانب دیکھ لو
اک مینارہ نور کا ہے فاتح کرب وبلا

حضرت نیر نے لکھی ہے یہ تحقیقی کتاب
اور نام اس کا رکھا ہے ''فاتح کرب وبلا''

اس کتاب خوب کی تقدیم جس نے لکھی ہے
فیض وہ عباس کا ہے ''فاتح کرب وبلا''

پانے والا اس کی تہذیب واشاعت کا شرف
مکتبہ کریمیہ ہے ''فاتح کرب وبلا''

شمس وصفدر نے کٹھن یہ مرحلہ کمپوز کا
کیا ہی اچھا طے کیا ہے ''فاتح کرب وبلا''

ہے یہ حسن ظن سعیدی کا کرے مولا قبول
توشہ ''مظہر'' ہوا ہے ''فاتح کرب وبلا''

رہنمائی

ابتدائیہ

حضرت پیرزادہ اقبال احمد فاروقی حفظہ اللہ تعالی

نگران مرکزی مجلس رضا۔ ایڈیٹر ماہنامہ جہان رضا لاہور

نظام مصطفیٰ کے تحفظ کے لئے حضرت امام عالی مقام نے جس طرح دشت کربلا میں ایثار و قربانی کا عملی نمونہ پیش کیا ہے وہ جادۂ عزیمت کے مسافروں کے لئے ''نصاب'' کا درجہ رکھتا ہے۔

اس عظیم قربانی کے ذکر کا سلسلہ شام کربلا سے شروع ہوا اور صبح قیامت تک ہر رنگ میں جاری رہے گا۔

جنوبی پنجاب کے ہمارے عظیم سنی رہنما حضرت مولانا اللہ بخش نیر نے ہمارے روایتی لٹریچر میں ایک تحقیقی شہ پارے کا اضافہ فرمایا ہے جس کا عنوان ''فاتح کربلا'' ہے۔

مجھے امید ہے کہ ہمارے واعظان شیریں لسان اور خطیبان شعلہ بیان مولانا محترم کی اس تحقیقی کاوش کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی محفلوں کو سنجیدگی و متانت اور وقار بخشیں گے اور من گھڑت اور بے ہودہ روایات سے بچتے ہوئے واقعہ کربلا کو اصل روپ میں پیش کر کے آنے والی نسلوں کے سامنے شرمندہ ہونے سے بچیں گے۔

میں ایک بار پھر مدحت سرایان شہید کربلا سے امید کروں گا کہ وہ حضرت نیر صاحب کی ''فاتح کربلا'' کی روشنی میں اپنی محفلوں کو تحقیق کا رنگ بخشیں گے۔

نشان منزل

پیش لفظ

ممتاز ماہر تعلیم علامہ محمد منشاء تابش قصوری استاد جامعہ نظامیہ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین و العاقبۃ للمتقین و الصلوٰۃ و السلام علی سید المرسلین وعلی آلہ و اصحابہ اجمعین . اما بعد !

مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور عین سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لخت جگر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قیامت تک آنے والے مسلمانوں پر احسان عظیم ہے کہ آپ نے اپنا سب کچھ قربان کر کے ظالم حکمرانوں کے خلاف "مزاحمتی تحریک" کی طرح ڈالی اور آنے والی نسلوں کو وہ حوصلہ اور جذبہ بخشا جسے مسلمانوں کا نظریاتی سرمایہ کہا جا سکتا ہے۔

واقعہ کربلا صدیوں سے شاعروں، ادیبوں، خطیبوں اور سخن وروں کا موضوع سخن بنا ہوا ہے دنیا کے ہر ملک اور خطے میں تخلیق ہونے والے لٹریچر میں واقعہ کربلا ایک مسلسل اور اہم موضوع ہے بلکہ مختلف اصناف سخن میں سے ہر صنف سخن اس مبارک عنوان سے مالا مال ہے اسی طرح نثر میں بطور تاریخ بھی اور بطور تبرک بھی ہر نثر نگار امام استقامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور عقیدت کا اظہار کرتا ہے۔

حضرت مولانا اللہ بخش نیر اس حوالے سے خاص انفرادیت رکھتے ہیں کہ وہ نثر نگار شاعر اور خطیب تینوں حیثیتوں میں حضرت امام کی مقدس بارگاہ میں حاضر باش ہیں۔

فاتح کربلا حضرت مولانا کی تاریخ گوئی اور نثر نگاری کا تازہ شاہکار ہے جو یقیناً اہل ذوق سے داد پائے گا اور "کربلائی لٹریچر" میں صحت مند اضافہ ثابت ہوگا۔

تقدیم

تاریخ انسانیت بالخصوص تاریخ اسلام میں سانحہ کربلا کو ایک خاص اور امتیازی مقام حاصل ہے جس کا مرکزی حوالہ، جلی عنوان نواسہ رسول، جگر گوشہ بتول، ابن علی سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات ستودہ صفات ہے۔ لاریب آپ تاریخ اسلام کی ان چند گنی چنی، انقلابی شخصیات میں سے ہیں جو معیار حق قرار پاتی ہیں۔

جو حق و باطل کے درمیان حد فاصل کا درجہ رکھتی ہیں۔ جنہوں نے ایک زمانے کو راہ حق پر چلنے کا سلیقہ دیا بالخصوص حق پر مٹنے، کٹنے کا حوصلہ و جذبہ دیا۔ یقیناً سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ ہیں جنہوں نے راہ حق کے علمبرداروں کو باطل سے ٹکر لینے کا شعور عطا کیا۔

مگر آج کس قدر افسوسناک بات ہے کہ ہم سب (ہر مکتبہ فکر کے لوگ) یا حسین کے فلک شگاف نعرے لگاتے ہیں۔۔۔ ان کے ذکر کی محفلیں سجاتے ہیں۔۔۔ بلکہ کچھ لوگ تو ان کے نام پر خوب کماتے ہیں لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ ہم میں سے کتنے لوگ ہیں جو حسینی سیرت و کردار سے پیار کرتے ہیں۔۔۔۔ جو ان کی فکر کے وارث و امین ہیں۔۔۔۔ جو آج کے یزیدیوں کے فاسد نظریات کے خلاف صف آراء ہیں؟

پیکر صبر و رضا سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات اقدس سے سچی اور کامل عقیدت مندی اور وفاداری کا تقاضا یہ ہے کہ حسینی فکر سے آراستہ ہو کر وقت کے یزیدیوں سے ہر محاذ پر ٹکر لی جائے اور حسینی وہی ہے جو کسی موقع پر یزیدیت سے سمجھوتہ نہیں کرتا۔۔ کیونکہ امام استقامت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پیغام یہ ہے کہ

سر کٹ جائے چڑھ جائے نیزے کی نوک پہ
لیکن یزیدیوں کی اطاعت نہ کر قبول

حضرت علامہ اللہ بخش نیر مد ظلہ نے اسی تاریخ اور انقلابی شخصیت کو خراج عقیدت پیش کرنے کیلئے "نور العینین فی ذکر الحسین" المعروف "فاتح کربلا" تالیف کی ہے علامہ صاحب عوامی اور علمی حلقوں میں ایک جانی پہچانی شخصیت ہیں منعم حقیقی نے خاص طور پر فن تقریر کے ساتھ ساتھ ذوق تحریر سے بھی بہرہ ور کیا ہے۔

زیر نظر کتاب میں فلسفہ شہادت پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے شہادت کی اقسام پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ خصوصاً امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے اسباب کا تفصیلی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل و مناقب کو قرآنی اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں بڑے خوبصورت اسلوب میں بیان کیا گیا ہے اس حوالے سے تقریباً متعدد آیات اور کئی احادیث مبارکہ درج کی گئی ہیں جو علامہ صاحب کی وسعت مطالعہ کی عکاس ہیں۔

مختصر یہ کہ یہ کتاب حسنین کریمین کے فضائل و مناقب اور واقعہ کربلا کے حوالے سے تاریخی حقائق کا حسین مرقع ہے بلکہ اگر اسے "تاریخی دستاویز" کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مؤلف کو اجر جمیل عطا فرمائے اور اہل اسلام کے لئے اس کتاب کو نافع فرمائے۔ امین مکتبہ کریمیہ کے روح رواں محترم مولانا سعید احمد کریمی کو اللہ تعالیٰ اہل بیت اطہار کا صدقہ دارین کی سعادتیں نصیب فرمائے جنہوں نے بڑی عقیدت سے اس کتاب کی تہذیب و اشاعت کا اہتمام کیا ہے۔

سید فیض عباس بخاری

پرنسپل جامعہ خدیجۃ الکبریٰ بنات الاسلام

نخشہ صادق آباد تحصیل جہانیاں ضلع خانیوال

یکم محرم الحرام ۱۴۲۸ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین و العاقبۃ للمتقین و الصلوٰۃ و السلام علی سید المرسلین و علیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین . اما بعد !

عرض مؤلف

ذکر شہادت کی اکثر کتابوں میں رطب و یابس روایات پڑھ کر دل میں خیال آیا کہ مستند روایات کے حوالے سے ذکر حسین رضی اللہ عنہ کے موضوع پر کتاب لکھی جائے۔

چنانچہ آج ۵ صفر ۱۴۲۶ھ بروز بدھ اس موضوع پر قلم اٹھایا اور اس کتاب کا نام "نور العینین فی ذکر الحسین" "المعروف" "فاتح کربلا"

تجویز کیا۔

جو کہ بتوفیق اللہ تعالیٰ مکمل ہوئی۔

آمین

نیر حیدری

فلسفہ شہادت حسین علیہ السلام

ازافادات ۔غزالی زمان علیہ الرحمۃ

شہادت حسین علیہ السلام تاریخ اسلام کا ایسا زرین ورنگین ورق ہے جس کے جمال رنگین کی چمک ودمک دنیائے اسلام کو ہمیشہ روشن اور تابناک رکھے گی۔اس میں شک نہیں کہ ہر صاحب کمال کی خوبی باعث ایجاد عالم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے توسل سے معرض وجود میں آئی ہے لیکن اس باب میں شہادت حسین علیہ السلام کو ایک ایسی خصوصیت حاصل ہے جو دوسری جگہ نہیں پائی جاتی۔

جس کا مختصر بیان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کونین کی سب نعمتوں کو چار نعمتوں میں جمع فرما دیا ہے۔سورہ فاتحہ میں اپنے بندوں کو یہ تلقین فرمائی کہ تم مجھ سے یہ دعا کیا کرو۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ

ترجمہ:۔اللہ تو ہمیں سیدھے راستے پر چلا ان لوگوں کے راستے پر جن پر تو نے انعام فرمایا۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے انعام کئے ہوئے بندوں کی تفصیل فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ تو انہیں ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے انعام فرمایا یعنی انبیاء ،صدیقین ،شہداء اور صلحاء کا۔

معلوم ہوا کہ نعمت الٰہی نبوت ،صدیقیت ،شہادت اور صالحیت سے الگ نہیں اور جو چیز ان سے الگ ہو وہ اگرچہ نعمت نظر آئے لیکن درحقیقت نعمت نہیں۔رسول اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے حصول کا ذریعہ اسی وقت قرار پاسکتے ہیں جبکہ ہر نعمت حضور علیہ السلام کے دامن رحمت میں ہو۔اگر کوئی نعمت حضور علیہ السلام کے دامن

اقدس میں نہ ہو تو کسی صورت میں کسی کو حاصل نہیں ہو سکتی۔نبوت،صدیقیت، قطبیت،غوثیت ،تمام انبیاء ،سابقین اور قیامت تک آنے والے صدیقین ،اولیاء کاملین کو اسی لئے حاصل ہوئی کہ وہ سب نعمتیں دامنِ حبیب میں پائی جاتی ہیں لیکن شہادت بظاہر حضور علیہ السلام کو نہیں ملی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب سے وعدہ فرمایا کہ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے بچائے گا اور آپ کی جان پاک لینے پر کسی کو قدرت نہ ہوگی۔اب اگر کوئی دشمن کسی طرح حضور ﷺ کو معاذ اللہ قتل کر دے تو معاذ اللہ وعدہ الٰہیہ غلط ہوگا اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ غلط ہونا محال ہے۔لہٰذا حضور علیہ السلام کا شہید ہونا بھی محال ہوگا اس لئے شبہ پیدا ہوتا ہے کہ شہیدوں کو شہادت کیسے ملی؟ اور شہداء اس نعمت سے کس طرح ممتنع ہوئے؟ دراصل شہادت حسنین علیہما السلام اسی شبہ کا حل اور اسی سوال کا جواب ہے۔

یہ امر واضح ہے کہ ہر چیز کی ایک باطنی حقیقت ہوتی ہے اور ایک ظاہری صورت۔ صورت ظاہر یہ باطنیہ پر دلیل ہوتی ہے۔لیکن اس کا ظہور تام کبھی ابتدائے وجود سے موخر اور زمانہ مستقبل میں ہوتا ہے۔یعنی کمال شہادت کی حقیقت رسول اکرم ﷺ کی ذات مقدسہ میں پوشیدہ تھی اور اس کی صورت ظاہری اپنے وقت میں بصورت دلیل معرض وجود میں آئی۔لیکن اس کا ظہور تام حضرات حسنین علیہما السلام کی ذات قدسیہ میں ہوا۔خلاصہ کلام یہ ہے کہ جوہر شہادت حضور سید عالم ﷺ کی ذات اقدس میں اول سے موجود تھا اور وہ اس طرح کہ حضور سرور عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وددت ان اقتل فی سبیل اللہ ثم احیی ثم اقتل ثم احیی ثم اقتل

ترجمہ:۔میری دلی خواہش ہے کہ میں اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں اور پھر زندہ کیا جاؤں

پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں۔

نظر بصیرت سے غور کیا جائے تو یہی وصف جمیل، روح شہادت اور حقیقت شہادت ہے۔ جس شخص کے دل میں مقتول فی سبیل اللہ ہونے کی خواہش نہیں اگر وہ میدان جہاد میں کفار کے ہاتھوں قتل بھی ہو جائے تو عند اللہ شہید نہیں اور جس کے دل میں کلمۃ اللہ کو بلند کرتے ہوئے خدا کی راہ میں شہید ہونے کی محبت اور خواہش ہو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک شہید ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہوا۔ ترجمہ:۔ بیشک اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور عملوں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں اور نیتوں کو دیکھتا ہے۔ ثابت ہوا کہ نبی کریم ﷺ عند اللہ کمال شہادت سے متصف ہیں اور شہادت کی حقیقت باطنہ ذات اقدس میں موجود ہے۔

شہادت کی دو قسمیں ہیں

شہادت جہریہ　　　　شہادت سرّیہ

عام طور پر شہادت جہریہ کے چار طریقے ہوتے ہیں شہید دشمنان دین کے ہاتھوں آلہ جارحہ سے زخمی ہو یا اس کے جسم کا کوئی حصہ الگ ہو جاتا ہے جس سے خون بہتا ہے اور وہ راہ خدا میں مقتول ہو کر جاں بحق ہو جاتا ہے اور شہادت سرّیہ میں دشمن کے ہاتھوں سے زہر دیئے جانے سے یا مثلاً پانی میں ڈوب کر، آگ میں جل کر، عمارت کے نیچے دب کر موت واقع ہوتی ہے۔

مقتول فی سبیل اللہ ہونے کی محبت وخواہش شہادت جہری وسری دونوں کو شامل ہے۔ اس لئے شہادت کی دونوں قسموں کا وجود حضور علیہ السلام کی ذات اقدس میں ثابت

ہے۔ رہی صورت ظاہری جو حقیقت باطنہ کی دلیل ہے وہ بھی حضور سید عالم ﷺ کی ذات مقدسہ میں پائی گئی۔ شہادت سری کی ظاہری صورت بکری کے اس زہر آلودہ شانہ کا تناول فرمانا ہے جو خیبر میں ایک یہودیہ نے حضور علیہ السلام کو بھیجا تھا حضور علیہ السلام نے اس میں سے ایک لقمہ تناول فرمایا تو اس شانہ سے آواز آئی کہ حضور! مجھ میں زہر ہے آپ تناول نہ فرمائیں۔ حضور علیہ السلام نے پھر اس میں سے نہ کھایا۔ ایک صحابی اس زہر آلود شانہ کا لقمہ کھانے کی وجہ سے اسی وقت شہید ہو گئے۔ اس میں شک نہیں کہ حضور ﷺ نے زہر آلود گوشت کا لقمہ کھایا اور اس کا اثر جسم اقدس میں آیا بلکہ اس کا اثر ہمیشہ باقی رہا۔ لیکن اس کے کھانے سے جس طرح وہ صحابی رضی اللہ عنہ اسی وقت جاں بحق ہو گئے اس طرح حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ واقعہ نہیں ہوا۔ اس لئے کہ ارادہ الٰہیہ اپنی مراد سے مختلف نہیں ہو سکتا۔ مشیت ایزدی یہی تھی کہ حضور علیہ السلام کی جان پاک کسی دشمن کے ہاتھوں نہ جانے پائے۔ آیت کریمہ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ اس پر شاہد عادل ہے۔ لہذا حضور علیہ السلام زندہ سلامت رہے لیکن اس زہر آلود لقمہ کے تناول فرمانے سے اللہ تعالیٰ کی حکمت پوری ہو گئی کہ زہر کا اثر جسم اقدس میں پہنچا اور وفات مقدسہ تک اس کا اثر وجود پاک میں باقی رہا جو مخفی شہادت سرّیہ اور اس کی حقیقت باطنہ کی ظاہری صورت قرار پایا اور اس کے لئے دلیل کی حیثیت میں ظاہر ہوا اور اس حکمت کو اللہ تعالیٰ نے پورا کیا کہ حضور نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ جل مجدہ کی تجلیات جلال و جمال کے مشاہدہ میں مستغرق ہو گئے اور بحکم خداوندی اس میں ایسے مشغول ہوئے کہ اس گوشت میں یہودیہ نے جو زہر ملا دیا تھا اس کی طرف بھی حضور علیہ السلام کی توجہ نہ رہی اور اس عدم التفات کی

حالت میں ایک لقمہ زہر آلود گوشت کا حضور علیہ السلام نے تناول فرمایا اور حکمت
خداوندی کا مقتضی پورا ہو گیا اس کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ ایک لقمہ کے سوا
اب میرے حبیب اس گوشت سے کچھ نہ کھائیں تو حضور اقدس ﷺ کے سینہ اقدس
میں جو علم رسالت کی تجلیاں جلوہ گر تھیں انہیں اس زہر آلود گوشت میں منعکس فرمایا جو
ایک آواز کی شکل میں ظاہر ہوئیں جس کے سننے کی طرف اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ
السلام کی طرف متوجہ فرمایا۔ گوشت سے آواز کا پیدا ہونا گوشت کی منفعت نہیں بلکہ
حضور علیہ السلام کے آفتاب علم کی شعاعیں تھیں جو گوشت کے آئینہ میں چمکیں
اور حضور ﷺ کی طرف واپس آئیں جیسے زمین پر رکھا ہوا شیشہ جب سورج کے مقابل
ہو کر چمکنے لگے تو اس سے بلند ہونے والی شعاعیں سورج ہی کی طرف واپس جاتی ہیں
اور وجود آفتاب کی دلیل ہوتی ہے بالکل اسی طرح آفتاب عالم مصطفوی کی شعاعیں
اس گوشت میں چمکیں جو حضور ﷺ کے سامنے رکھا ہوا تھا اور اللہ تعالیٰ نے انوار علم
نبوی کی شعاعوں کو قبول کرنے کی قابلیت اس گوشت میں اپنی قدرت کاملہ سے اس
طرح پیدا فرمادی تھی جس طرح آئینہ میں انوار آفتاب کو قبول کرنے کی صفت مقابلیت
پیدا فرمائی ہے۔ زہر آلود گوشت میں منعکس ہونے والی تجلیاں اہل بصیرت کی نظر میں
آفتاب علم نبوی کی چمکتی ہوئی دلیل ہیں۔

الغرض خیبر میں زہر آلود گوشت کا لقمہ تناول فرمانا اور اس کے اثرات ذات
پاک مصطفوی میں شہادت سریہ کی حقیقت کی صورت ظاہری اور دلیل قوی ہیں۔ اس
کے بعد شہادت جہریہ کی طرف آیئے تو اس کی ظاہری صورت بھی حضور ﷺ کی ذات
مقدسہ میں ثابت ہے جنگ احد میں حضور سید عالم ﷺ کا جسم اقدس زخمی ہوا۔ جسم

اقدس سے خون بھی جاری ہوا اور جسم اقدس کا ایک نورانی جزو بھی علیحدہ ہوا لیکن ایسا
جزو مبارک جسم کے الگ ہونے سے ذات مقدسہ میں کسی قسم کا عیب نہ آئے ظاہر ہے
کہ آنکھ، ناک، کان، ہاتھ، پاؤں یا ان کا کچھ حصہ اگر کٹ جائے تو آدمی عیب دار
ہو جاتا ہے حضور علیہ السلام چونکہ محمد ﷺ ہیں جس کے معنی ہیں بہت تعریف کیا
ہوا۔ یعنی بے عیب (کیونکہ عیب کی مذمت کی جاتی ہے جو محمدیت کے خلاف ہے) اس
لئے مشیت ایزدی کا تقاضا یہ ہوا کہ بدن مبارک کا ایک جزو الگ ہونے سے محبوب کی
ذات مقدسہ میں کوئی عیب نہ پیدا ہوا چنانچہ حضور علیہ السلام کے دندان مبارک کا
ایک کنارہ جنگ احد میں ایک کافر کے پتھر مارنے سے شکستہ ہوا جس کی وجہ سے دندان
مبارک کی شعاعیں پہلے سے بھی زیادہ ہو گئیں۔ جیسے سچے موتی کا ایک کنارا گر جانے
سے بجائے عیب دار ہونے کے اور زیادہ چمکدار ہو گیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ دندان
مبارک جڑ سے اکھڑ گیا تھا یہ غلط ہے اس لئے کہ صحیح حدیث سے یہی ثابت ہے کہ
صرف کنارا گرا تھا دندان مبارک جڑ سے نہیں ٹوٹا۔ علاوہ ازیں دانت کا جڑ سے الگ
ہو جانا حسن و خوبی کے خلاف ہے اس لئے محمدیت کا مقتضی یہی تھا کہ صرف کنارا
گر جائے اور دندان مبارک اپنی جگہ بدستور قائم رہے۔

خلاصۃ المرام یہ کہ شہادت جہریہ اجزائے اربعہ میں سے تین جزو حضور ﷺ کی ذات
اقدس میں جنگ احد کے موقعہ پر پائے گئے۔

۱۔ جسم اقدس کا زخمی ہونا۔ ۲۔ جسم اقدس سے خون مبارک کا بہنا۔ ۳۔ بدن پاک کا ایک
جزو لطیف بدن سے جدا ہونا۔ اب اگر چوتھا جزو (حضور ﷺ کا مقتول ہو کر وفات پا جانا
بھی متحقق ہو جاتا تو وعدہ الٰہیہ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ غلط قرار پاتا اور ہم پہلے عرض کر چکے

ہیں کہ وعدہ الٰہیہ کا غلط ہونا محال ہے۔ لہٰذا شہادت جہریہ کے چوتھے جزو سے اپنے حبیب کی ذات مقدسہ کو بچایا اور چار میں سے تین جزو حضور علیہ السلام کو عطا فرمادیے۔ بنا بریں اگر یوں کہہ دیا جائے کہ اکثر اجزا کے لئے کل اجزاء کا حکم ہے۔ لہٰذا شہادت جہریہ کے تمام اجزاء حضور علیہ السلام کی ذات مقدسہ میں حکماً پائے گئے تو یہ صحیح ہوگا اور ان اجزاء کا پایا جانا شہادت جہریہ کی صورت ظاہری قرار ہوگی اور یہ دلیل ہوگی اس حقیقت شہادت کے وجود پر جس کو ہم حضور علیہ السلام کے لئے ابھی ثابت کر چکے ہیں۔ معلوم ہوا کہ شہادت سرّی و جہری دونوں کی حقیقت اور ان کی ظاہری صورت حضور علیہ السلام کی ذات مقدسہ میں پائی جاتی ہے جس کا انکار کوئی اہل علم منصف مزاج نہیں کرسکتا۔

اس بحث سے فارغ ہو کر ظہور تام کے مسئلہ کو آگے لایئے۔ ادنیٰ تامل کے بعد آپ اس حقیقت کو سمجھ پائیں گے کہ حضور انور نور مجسم ﷺ کی ذات اقدس میں کمال شہادت کا ظہور تام ارادۂ الٰہیہ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ کے خلاف تھا اس لئے اس کو موخر فرمایا گیا اور حسنین علیہما السلام کی ذوات قدسیہ میں اولاد رسول ہونے کی وجہ سے حضور علیہ السلام کے بدن مبارک کے اجزائے کریمہ پائے جاتے ہیں اور یہ دونوں شہزادے مل کر ایک جسم نبوی کی شبیہ کامل قرار پاتے ہیں۔ اس ظہور تام کا مظہر اتم قرار پائے یعنی امام حسن زہر سے شہید ہوئے اور امام عالی مقام حسین علیہ السلام نے میدان کربلا میں دشمنان دین کے ہاتھوں تلوار سے جامِ شہادت نوش فرمایا اور یہ دونوں شہادتیں اس جوہر شہادت محمدی اور روح شہادت مصطفوی کا ظہور تام قرار پائیں۔

اس پورے بیان کو ایک مثال ہی میں آپ سمجھ سکتے ہیں کہ ایک درخت کی شاخوں میں دو پھل لگے ہوں ہر عقل مند یہی کہے گا کہ پھل اگرچہ شاخوں کو لگے ہوئے ہیں مگر یہ شاخوں کے نہیں بلکہ درخت کے پھل ہیں بس یوں کہیے کہ یہ شجر محمدی ﷺ کی دو شاخیں ہیں۔ ایک حسن علیہ السلام دوسرے حسین علیہ السلام۔ حسن علیہ السلام کی شاخ میں شہادت سرّی کا پھل لگا اور حسین علیہ السلام کی شاخ میں شہادت جہری کا پھل۔ پھل اگرچہ شاخوں میں لگا ہوا ہے لیکن درحقیقت درخت کا پھل ہے۔ شہادت حسنین علیہما السلام بظاہر حسنین کی ذات مقدسہ میں پائی جاتی ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ شہادت محمدی ہے جس کا ظہور تام حسنین علیہما السلام میں ہو رہا ہے۔ چونکہ ظہور شہادت کا تعلق جسمانیت سے ہے اس لئے شہادت محمدی کا ظہور تام مندرجہ ذیل تین اوصاف کے بغیر نہیں ہوسکتا۔

۱:۔ مظہر اتم شہادت محمدی ایسا شخص ہونا چاہیے جو جزئیت اور جسمانیت میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کمال قرب کی صفت رکھتا ہو کیونکہ شہادت کا تعلق جسم و جسمانیت سے ہے

۲:۔ شہادت محمدی کا مظہر اتم متصف۔۔۔۔۔ ہوگا کیونکہ اس کے بغیر رسول اللہ ﷺ کی ذات مقدسہ سے مناسبت کاملہ نہیں ہوسکتی۔

۳:۔ شہادت محمدی کا مظہر اتم دو افراد ہونے چاہئیں جو پہلی دو صفتیں مساوی طور پر اپنے اندر رکھتے ہوں۔ کیونکہ ایک شہادت جہری ہے دوسری سرّی۔ ایک شخص ایک ہی شہادت کا مظہر اتم ہوسکتا ہے لہٰذا دو فرد ہونے ضروری ہیں۔

ادنیٰ تامل سے معلوم ہوسکتا ہے کہ ان امور ثلاثہ کا جامع بغیر حضرات حسنین علیہما السلام کے اور کوئی نہیں لہٰذا ان کی خصوصیت باقی تمام مظاہر کی۔۔۔۔۔ محمدی کے

مقابلہ میں اظہر من الشمس ہے۔

شہادت سرّی

ا:۔ دیوبندی مکتبہ فکر کے بعض علماء مثلاً محمود احمد عباسی خلافت معاویہ و یزید صفحہ ۹۰ میں اور محمد دین بٹ رشید ابن رشید میں یہ باطل دعویٰ کرتے ہیں کہ امام حسن رضی اللہ عنہ متوفی ۴۸ھ کی وفات تپ دق کے مہلک مرض سے ہوئی زہر خورانی کی بات غلط مشہور ہے۔

جواباً عرض ہے:۔ اگر یہ واقعی غلط مشہور ہے تو ان حضرات کو چاہئے تھا کہ کسی معتبر کتاب کا حوالہ یا کسی محقق کی تحقیق پیش کرتے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی وفات زہر خورانی سے نہیں بلکہ تپ دق کے مہلک مرض سے واقع ہوئی ہے۔ صرف ان کا اپنی طرف سے لکھ دینا آئمہ محدثین اور مورخین، محققین کے مقابلے میں کیا حیثیت رکھتا ہے۔ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دیا گیا اس پر سلف و خلف کا اجماع ہے البتہ اس میں اختلاف ہے کہ زہر کس نے دیا اور کس نے دلوایا۔

ملاحظہ ہوں اسمائے کتب معتبرہ۔ مصنف عبد الرزاق صفحہ ۲۹۲ جلد ۱۱، المستدرک صفحہ ۱۷۲ جلد ۳، حلیۃ الاولیاء صفحہ ۳۸ جلد ۲، حیوۃ الحیوان صفحہ ۵۸ جلد ۱، الاستیعاب علی الاصابۃ صفحہ ۳۷۵ جلد ۱، یعقوبی صفحہ ۲۲۶ جلد ۱، مروج الذہب علی الکامل صفحہ ۵۵ جلد ۶، ابوالفدا صفحہ ۱۸ جلد ۳، تہذیب التہذیب صفحہ ۳۰۰ جلد ۲، اصابۃ صفحہ ۳۳۱ جلد ۱، البدایہ والنہایہ صفحہ ۴۳، ۴۲ جلد ۸، تاریخ کامل ابن اثیر صفحہ ۱۸۲ جلد ۳، اسد الغابہ صفحہ ۱۸۵ جلد ۲، تاریخ الخمیس صفحہ ۲۹۲ جلد ۲، الصواعق المحرقہ صفحہ ۱۳۸ جلد ۴، تاریخ

الخلفا صفحہ ۴۷، نور الابصار صفحہ ۱۴۶، شواہد النبوۃ جامی صفحہ ۲۱۶، سر الشہادتین صفحہ ۱۰۔

زہر کس نے دیا اور دلوایا

رافضی کہتے ہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے زہر دلوایا۔ ابن خلدون صفحہ ۱۸۲ جلد ۲ میں ہے اور یہ روایت کی معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان (امام حسن رضی اللہ عنہ) کی بیوی جعدہ بنت اشعث سے مل کر زہر دلوایا رافضیوں کی من گھڑت بات ہے حاشا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات سے اس کا کوئی تعلق نہیں البتہ یزید کی طرف اس کی نسبت کو بعض علمائے اہل سنت نے صحیح لکھا ہے۔ جعدہ آپ کی بیوی کے ذریعے دلوائی اس بارے علمائے حق اہل سنت کا اختلاف ہے۔ حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی خلیفہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی صاحب تفسیر خزائن العرفان برحاشیہ ترجمہ اعلیٰ حضرت کنزالایمان نے اس کے بارے میں جو محققانہ مضمون تحریر فرمایا ہے وہ ملاحظہ فرمائیں۔ آپ لکھتے ہیں کہ مورخین نے زہر خورانی کی نسبت جعدہ بنت اشعث بن قیس کی طرف کی ہے اور اس کو حضرت امام کی زوجہ بتایا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ زہر خورانی باغوائے یزید ہوئی اور یزید نے اس سے نکاح کا وعدہ کیا تھا اس طمع میں آ کر اس نے حضرت امام کو زہر دیا لیکن اس روایت کی کوئی صحیح سند دستیاب نہیں ہوئی اور بغیر کسی سند صحیح کے کسی مسلمان پر قتل کا الزام اور ایسے عظیم الشان قتل کا الزام کس طرح جائز ہو سکتا ہے قطع نظر اس بات کے کہ روایت کے لئے کوئی سند نہیں ہے اور مورخین نے بغیر کسی معتبر ذریعہ یا معتمد حوالہ کے لکھ دیا ہے یہ خبر واقعات کے لحاظ سے بھی ناقابل اطمینان معلوم ہوتی ہے۔ واقعات

کی تحقیق خود واقعات کے زمانہ میں جیسی ہوسکتی ہے مشکل ہے بعد کو ویسی تحقیق ہو خاص کر جبکہ واقعہ اتنا اہم ہو مگر حیرت ہے کہ اہل بیت اطہار کے اس امام جلیل کا قتل اس قاتل کی خبر غیر کو تو کیا ہوتی خود حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو پتہ نہیں ہے۔ یہی تاریخیں بتاتی ہیں کہ وہ اپنے برادر عظیم سے زہر دہندہ کا نام دریافت فرماتے ہیں اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو زہر دینے والے کا علم نہ تھا۔ اب رہی یہ بات کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کسی کا نام لیتے۔ انہوں نے بھی ایسا نہیں کیا تو اب جعدہ کو قاتل ہونے کے لئے معین کرنے والا کون ہے؟ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو یا امامین کے صاحبزادوں میں سے کسی صاحب کو اپنی آخر حیات تک جعدہ کی زہر خورانی کا کوئی ثبوت نہ پہنچا نہ ان میں سے کسی نے اس پر شرعی مواخذہ کیا۔ ایک اور پہلو اس واقعہ کا خاص طور پر قابل لحاظ ہے یہ وہ ہے کہ حضرت امام کی بیوی کو غیر کے ساتھ ساز باز کرنے کی شنیع تہمت کے ساتھ متہم کیا جاتا ہے یہ ایک بدترین تبرا ہے۔ عجب نہیں ہے کہ اس حکایت کی بنیاد خارجیوں کے افتراءات ہوں بلکہ صحیح اور معتبر ذرائع سے یہ معلوم ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کثیر التزوج تھے اور آپ نے سو کے قریب نکاح کئے اور طلاقیں دیں اکثر ایک دو شب ہی کے بعد طلاق دے دیتے تھے اور حضرت امیر المومنین علی مرتضی کرم اللہ وجہہ بار بار اعلان فرماتے تھے کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کی عادت ہے یہ طلاق دیدیا کرتے ہیں کوئی اپنی لڑکی ان کے ساتھ نہ بیاہے۔ مگر مسلسل بیبیاں اور ان کے والدین یہ تمنا کرتے تھے کہ کنیز ہونے کا شرف حاصل ہو جائے اسی کا اثر تھا کہ حضرت امام حسن جن عورتوں کو طلاق دے دیتے تھے وہ اپنی باقی زندگی حضرت امام کی محبت

میں شیدانہ گزار دیتی تھیں اور ان کی حیات کا لمحہ لمحہ حضرت امام کی یاد اور محبت میں گزرتا تھا ایسی حالت میں یہ بات بہت بعید ہے کہ امام کی بیوی حضرت امام کے فیض صحبت کی قدر نہ کرے اور یزید پلید کی ایک طمع فاسد سے امام جلیل کے قتل جیسے سخت جرم کا ارتکاب کرے۔ (واللہ اعلم بحقیقة الحال) (سوانح کربلا)

خاک کربلا صفحہ ۶۴، ۶۵ میں صاحبزادہ افتخار الحسن لکھتے ہیں نہ ہی یہ درست ہے کہ زہر آپ کو آپ کی بیوی جعدہ بنت اشعث نے دیا جیسا کہ ہمارے بعض مورخین نے یہاں دھوکہ کھایا ہے اور نہ ہی یہ قابل قبول ہے کہ آپ کی بیوی جعدہ یزید پلید کے جھانسے میں آگئی اور یزید نے اس کو یہ لالچ دیا کہ میں تم سے نکاح کرلونگا۔ اور دوسری طرف سید المرسلین نے فرمایا ہے کہ جس کا جسم حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے جسم سے مس کر گیا اس پر جہنم کی آگ حرام ہے۔ تو حضرت جعدہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں اس لئے ان کا جسم جسم اقدس حسن رضی اللہ عنہ سے ضرور مس ہوا ہوگا اور ارشاد نبوی کے مطابق حضرت جعدہ پر جہنم کی آگ حرام ہے اور قرآن پاک کا فیصلہ ہے کہ قتل مومن کی سزا جہنم ہے تو اگر مورخین کے فرضی افسانے کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو فرمان مصطفی ﷺ پر حرف آتا ہے۔

بات یہ ہے کہ تاریخ دانوں کے پاس اس کی کوئی صحیح سند نہیں ہے اور انہوں نے بغیر کسی معتبر حوالے کے حضرات جعدہ پر زہر دینے کا الزام لگا دیا ہے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بھی اس سازش میں شریک کر لیا ہے۔ جب مورخین کے پاس اس کی کوئی سند نہیں تو پھر تاریخ دانوں کی اپنی ذاتی رائے کے مقابلے میں قرآن وحدیث کو کیسے جھٹلایا جا سکتا ہے۔ (ملخصا خاک کربلا صفحہ ۶۵)

شام کربلا صفحہ ۲۶ میں علامہ اوکاڑوی لکھتے ہیں: چونکہ بڑے شاہزادے کے حصے میں شہادت سری آئی تھی اور سر خفا و پوشیدگی کو کہتے ہیں یہی وجہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے بھی اس کو پوشیدہ رکھا اور کسی کو اس کی اطلاع نہ دی یہاں تک کہ خود حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے بھی زہر دینے والے کا نام نہ بتایا اور فرمایا کہ میں اس کا بدلہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑتا ہوں وہ منتقم حقیقی ہے۔ بلفظہ

خلاصہ کلام:۔ جعدہ کو حتمی طور پر قاتل قرار دینا شہادت سری کی حقیقت کو نہ سمجھنے کے مترادف ہے۔

فضائل حسنین از کلام الٰہی

ا:۔ اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ اس آیت کے ۳۶ معانی فقیر کے زیر نظر ہیں۔ ان میں سے ایک تفسیر یہ ہے کہ جب آپ کے صاحبزادے چھوٹی عمر میں فوت ہو گئے تو کفار خصوصاً عاص بن وائل نے بے حد خوشی منائی اور آپ کو معاذ اللہ ابتر کہا خدا تعالیٰ نے محبوب کو تسلی دی کہ آپ کی اولاد (کوثر) بہت کثیر ہو گی اور آپ کی چوتھی صاحبزادی سے ہو گی اور پوری دنیا میں سب سے زیادہ آپ کی اولاد ہو گی۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ آپ تو اولاد علی آل علی رضی اللہ عنہ ہیں آپ آل رسول کس دلیل سے بن گئے؟ آپ نے دلیل کے طور پر یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهِیْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ آیت کریمہ میں آل عمران سے مراد عیسیٰ علیہ السلام ہیں اس پر اجماع مفسرین ہے فرمایا اگر عمران کی بیٹی مریم کا بیٹا قرآن کی رو سے آل عمران سے ہو سکتا ہے تو محمد ﷺ کی

بیٹی کے بیٹے حسن و حسین رضی اللہ عنہما کیوں آل محمد ﷺ نہیں ہو سکتے؟ لہٰذا ہم سادات حسنی و حسینی آل رسول ہیں۔

وَالضُّحٰى ۙ وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰى (پارہ ۳۰) اس کی کئی تفسیریں ہیں ان میں سے ایک تفسیر یہ ہے والضحیٰ سے مراد مردان آل محمد ﷺ علی، حسن و حسین رضی اللہ عنہم ہیں اور واللیل سے مراد مستورات آل محمد ﷺ ہیں خدا نے ان کی قسم فرمائی۔

وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ (پارہ ۳۰) بعض علماء کے ارشاد کے مطابق جوڑے سے مراد حسن و حسین رضی اللہ عنہما اور وتر سے مراد مولا علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیٰنِ ۙ بَیْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا یَبْغِیٰنِ ۚ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ
یَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَ الْمَرْجَانُ ۚ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ

صاحب روح البیان نے لکھا بحرین سے مراد زہرا و علی رضی اللہ عنہما ہیں برزخ رسول پاک ہیں موتی اور مرجان حسن و حسین رضی اللہ عنہما ہیں۔

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا (احزاب پارہ ۲۲)

خوارج کہتے ہیں اہل بیت صرف آپ ﷺ کی ازواج ہیں اور روافض کہتے ہیں اہل بیت صرف پنجتن پاک (نبی ﷺ، زہرا، علی اور حسن و حسین رضی اللہ عنہم ہیں) اور اہل سنت کے نزدیک ازواج بھی اہل بیت رسول ہیں اور پنجتن پاک بھی اہل بیت ہیں۔ (خزائن العرفان)

قُلْ لَّاۤ اَسْــٴَـلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰى اے میرے محبوب پاک علیک السلام ان کو فرما دو کہ اس تبلیغ و دعوت دینے اور تم کو دولت ایمانی عطا کرنے کو صلے میں تم سے مال

ودولت طلب نہیں کرتا البتہ تم کو کلمہ پڑھانے کا اجر میں تم لوگوں سے یہ مانگتا ہوں کہ میرے قریبی (علی، زہرا، حسن وحسین رضی اللہ عنہم) سے پیار والفت رکھو۔ معلوم ہوا اہل بیت آل رسول کا پیار مومن پر فرض ہے۔

ساتویں آیت: فَمَنْ حَاۤجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۤءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَاۤءَنَا وَاَبْنَاۤءَكُمْ وَنِسَاۤءَنَا وَنِسَاۤءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ یعنی اے محبوب پھر جو لوگ تم سے عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جھگڑا کریں بعد اس کے کہ تمہارے پاس اس کا علم آچکا ہے تو ان سے فرمادو کہ آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو اور اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو اور اپنی جانوں کو اور تمہاری جانوں کو پھر ہم مباہلہ کریں یعنی گوگڑا کر دعا مانگیں تو جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو حکم فرمایا کہ عیسائیوں کو مباہلہ کی دعوت دو عیسائیوں نے دیکھا کہ حضور علیہ السلام کی گود میں امام حسین رضی اللہ عنہ ہیں اور دست مبارک میں امام حسن رضی اللہ عنہ کا ہاتھ ہے اور مولا علی رضی اللہ عنہ اور سیدہ زہرا رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کے پیچھے ہیں اور حضور ﷺ ان لوگوں سے فرمارہے ہیں کہ جب میں دعا کروں تو تم سب آمین کہنا۔ نجران کے سب سے بڑے پادری عبدالمسیح نے جب ان حضرات کو دیکھا تو کہنے لگا اے جماعت نصاریٰ بیشک میں ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے پہاڑ کو ہٹانے کی دعا کریں تو اللہ تعالیٰ پہاڑ کو اس کی جگہ سے ہٹادے۔ (تفاسیر معتبرہ اہل سنت)

پھر پادری نے کہا کہ اگر ان سے مباہلہ کروگے تو ہلاک ہوجاؤگے اور قیامت تک روئے زمین پر کوئی عیسائی باقی نہ رہے گا۔ عیسائیوں نے پادری کی بات مان لی اور

جزیہ دینا منظور کیا مگر مباہلہ کے لئے ہرگز تیار نہ ہوئے۔ سرکار ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ نجران والوں پر عذاب بالکل قریب آچکا تھا اگر وہ ہم سے مباہلہ کرتے تو بندروں اور خنزیروں کی صورت میں مسخ کردیے جاتے اور عذاب الٰہی کی آگ سے جنگل جل جاتے۔ نجران اور وہاں کے رہنے والے چرند و پرند تک نیست ونابود ہوجاتے اور ایک سال کی مدت میں تمام روئے زمین کے عیسائی ہلاک وبرباد ہوجاتے۔ (تفسیر خزائن العرفان)

غور کیجئے کہ فرمان خداوندی کی تعمیل میں سرکار نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم کا انتخاب فرمایا۔

وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا

تفسیر خازن اور معالم التنزیل بغوی وغیرہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما بیمار ہوئے تو سرکار اقدس ﷺ اور صحابہ کرام علیہم الرضوان عیادت کے لئے گئے۔ کسی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ مشورہ دیا کہ آپ نذر مانیں اگر خدا تعالیٰ ان کو شفا عطا فرمائے تو نذر پوری کریں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تین روزے رکھنے کی نذر مانی اسی طرح بتول رضی اللہ عنہا اور آپ کی کنیز فضہ نے بھی تین تین روزے رکھنے کی منت مانی۔ خدا تعالیٰ نے حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کو شفا عطا فرمائی اور نذر پوری کرنے کا وقت آیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک یہودی کے ہاں سے تھوڑے سے جو قرض کے طور پر یا بعوض اجرت لائے جو وں کا ایک تہائی حصہ پیسا گیا اور شام کے وقت روٹیاں تیار کی گئیں جب افطار کا وقت آیا اور روٹیاں کھانے کے لئے سامنے رکھی گئیں تو اچانک

دروازہ پر ایک شخص نے آواز دی کہ اے اہل بیت رسول ﷺ میں مسکین ہوں
بھوکا ہوں کچھ اللہ کے نام پر دیجئے۔ تو سب روٹیاں اسے دے دی گئیں اور خود سادہ
پانی پی کر سب لوگوں نے روزہ افطار کیا پھر دوسرے روز ایک تہائی جَو کی روٹیاں بنائی
گئیں اور جب اہل بیت کرام افطار کے لئے بیٹھے تو پھر دروازہ پر دستک ہوئی آواز آئی
اے اہل بیت رسول! میں بھوکا ہوں یتیم ہوں تو دوسرے روز بھی سب روٹیاں اٹھا کر
اسے دے دی گئیں اور صرف پانی سے روزہ افطار کر لیا گیا۔ تیسرے دن پھر روزہ رکھا
گیا اور باقی تہائی جَو کی روٹیاں بنائی گئیں اور جب افطار کے وقت سب لوگ کھانے
کے لئے بیٹھے تو پھر ایک سائل سے آواز دی اے اہل بیت کرام میں اسیر ہوں
بھوکا ہوں تو تیسرے دن بھی کل روٹیاں اسے دے دی گئیں اور سادہ پانی پی کر روزہ
افطار کیا گیا تو اہل بیت رسول کی شان میں آیات مبارکہ نازل ہوئیں جن کا ترجمہ یہ
ہے: اور وہ لوگ کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین، یتیم اور قیدی کو اور ان سے
کہتے ہیں کہ ہم تمہیں اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے کھلاتے ہیں ہم تم سے کوئی بدلہ نہیں
چاہتے اور نہ شکریہ۔ (پارہ ۲۹، رکوع ۱۹)

اللہ، اللہ یہ ہے سخاوتِ اہل بیت جس کی مثال دنیا میں نہیں ملتی کہ تین دن مسلسل صرف
پانی پی کر روزہ افطار کرتے ہیں مگر سائلوں کو اپنے دروازہ سے محروم نہیں فرماتے اور ان
پر یہ بات بھی واضح کر دیتے ہیں کہ اس بھلائی کا وہ ان سے کوئی بدلہ نہیں طلب کریں
گے بلکہ وہ یہ بھی نہیں چاہتے کہ ان کا شکریہ ادا کیا جائے اور لوگوں کے سامنے ان کی
سخاوت کا چرچا کیا جائے اس لئے کہ یہ کام انہوں نے خالصۃً لوجہ اللہ صرف اپنے رب
کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کیا ہے۔

فضائل حسنین رضی اللہ عنہما از احادیث مبارکہ

حدیث شریف ۱:۔ ترمذی شریف کی حدیث ہے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ
عنہ سے روایت ہے سرکار ﷺ نے حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے بارے میں
ارشاد فرمایا یہ دونوں میرے بیٹے ہیں۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۷۰)

یہی وجہ ہے کہ جب مباہلہ کے لئے اپنے بیٹوں کو لے کر میدان میں نکلنا ہوا تو حسنین
کریمین رضی اللہ عنہما کو لے کر آئے اور اسی سبب سے حضرت امام حسن اور امام
حسین رضی اللہ عنہما آج تک ابن رسول کہے جاتے ہیں اور قیامت تک ایسے ہی
کہے جائیں گے۔

حدیث شریف ۲:۔ مسلم شریف میں زید بن ارقم سے روایت ہے سرکار ﷺ نے
فرمایا میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ان میں سے پہلی چیز اللہ تعالیٰ
کی کتاب یعنی قرآن مجید ہے جس میں ہدایت اور نور ہے تو خدا تعالیٰ کی کتاب پر عمل
کرو اور اسے مضبوطی سے تھام لو اور دوسری گراں قدر چیز میرے اہل بیت ہیں میں
تمہیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ کی یاد دلاتا ہوں اور اس سے ڈراتا ہوں اور
اس جملے کو سرکار نے دو بار فرمایا۔ مطلب یہ ہے کہ میں تاکید کے ساتھ تم لوگوں کو
وصیت کرتا ہوں کہ میرے اہل بیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو ان کے حق میں
ادائیگی میں ہرگز کوتاہی نہ کرو۔

حدیث شریف نمبر ۳:۔ ترمذی شریف میں ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے
ہیں کہ میں نے حجۃ الوداع میں عرفہ کے دن سرکار ﷺ کو اس حال میں دیکھا کہ آپ

ﷺ اونٹنی پر سوار تھے اور خطبہ دے رہے تھے میں نے سنا آپ ﷺ یہ فرمارہے تھے اے لوگو میں نے تمہارے درمیان دو چیز چھوڑی ہے کہ اگر تم اس کو پکڑے رہو گے تو کبھی گمراہ نہ ہوگے اور وہ چیز تو اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور دوسرے میری اولاد وذریت میرے اہل بیت۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۶۹)

حدیث شریف ۴:۔ طبرانی شریف میں ہے سرکار ﷺ نے فرمایا کوئی بندہ مومن کامل نہیں ہوسکتا جب تک کہ مجھے اپنی جان سے، میری اولاد (حسنین کریمین رضی اللہ عنہما) کو اپنی اولاد سے میرے اہل کو اپنے اہل سے اور میری ذات کو اپنی ذات سے زیادہ محبوب نہ رکھے۔ (الشرف المؤید صفحہ ۸۵)

حدیث شریف ۵:۔ امام احمد روایت کرتے ہیں کہ سرکار ﷺ نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے ہاتھوں کو پکڑ کر فرمایا جس نے مجھ سے محبت رکھی اور ان دونوں سے اور ان کے والدین سے محبت رکھی تو وہ قیامت کے دن میرے ساتھ ہوگا۔ (اشرف المؤید صفحہ ۸۶)

حدیث شریف ۶:۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کعبہ شریف کا دروازہ پکڑ کر فرمایا کہ میں نے سرکار ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ آگاہ ہو جاؤ کہ میرے اہل بیت تم لوگوں کے لئے نوح علیہ السلام کی کشتی کی مانند ہیں جو شخص کشتی میں سوار ہوا ہوں اس نے نجات پائی اور جو کشتی میں سوار ہونے سے پیچھے رہ گیا وہ ہلاک ہوا۔
(مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۷۳)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار ﷺ نے ارشاد فرمایا

میرے صحابہ تاروں کی مانند ہیں تو ان میں سے تم جس کی اقتداء کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۴)

امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں کہ بحمد للہ تعالیٰ تمام اہل سنت وجماعت اہل بیت کی کشتی پر سوار ہیں اور ہدایت کے چمکتے ہوئے ستارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ہدایت پائی لہٰذا ہم لوگ قیامت کی ہولناکیوں سے اور جہنم کے عذاب سے محفوظ رہیں گے۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ صفحہ ۶۱۰ جلد ۵)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جو لوگ محبت اہل بیت کی کشتی پر سوار نہیں ہوئے جیسے خارجی کہ انہوں نے محبت کے بجائے اہل بیت سے دشمنی کی تو وہ ہلاک ہوگئے اور رافضی جو بزعم خویش اس کشتی میں سوار تو ہوئے مگر ہدایت کے ستارے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے ہدایت حاصل نہیں کی تو وہ بھی کفر وضلالت کی تاریکی میں کھو گئے۔

حدیث شریف ۷:۔ سرکار ﷺ نے فرمایا خبردار جس نے میرے نسب اور رشتہ داروں کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی۔ (برکات آل رسول ﷺ صفحہ ۲۵۷)

حدیث شریف ۸:۔ طبرانی وحاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ سرکار ﷺ نے فرمایا: اگر کوئی شخص بیت اللہ شریف کے ایک گوشہ اور مقام ابراہیم کے درمیان چلا جائے اور نماز پڑھے اور روزے رکھے پھر وہ میرے اہل بیت کی دشمنی پر مرجائے تو وہ جہنم میں جائے گا۔ (الشرف المؤید صفحہ ۹۲)

فائدہ: اہل بیت کی دشمنی سے خدا کی پناہ کہ بیت اللہ شریف کے سایہ میں مقام ابراہیم جیسی متبرک جگہ پر نمازیں پڑھنے والا اور روزہ رکھنے والا بھی اگر اہل بیت رسول ﷺ سے دشمنی رکھتا ہے تو وہ بھی جہنم کا ایندھن بنے گا اور کوئی بھی نیک عمل اسے عذاب الٰہی سے نہیں بچا سکے گا۔

حدیث شریف: ۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ آپ منبر پر رونق افروز ہیں اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ آپ کے پہلو میں ہیں آپ کبھی صحابہ کی طرف توجہ فرماتے اور کبھی ان کی طرف اور فرمایا میرا بیٹا یہ سید ہے امید ہے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان مصالحت کرائے گا۔ (صحیح بخاری)

حدیث شریف ۱۰: ۔حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے دیکھا رسول اللہ ﷺ سجدے میں ہوتے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ آتے تو آپ کی گردن مبارک یا پشت مبارک پر سوار ہو جاتے تو آپ انہیں اتارتے نہیں تھے وہ خود ہی اتر جاتے تھے اور میں نے دیکھا کہ آپ رکوع کی حالت میں ہوتے تو آپ انہیں اتارتے نہیں تھے وہ خود ہی اتر جاتے تھے اور میں نے دیکھا کہ آپ رکوع کی حالت میں ہوتے تو اپنے پیروں کے درمیان اتنا فاصلہ کر دیتے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ ان کے درمیان سے دوسری طرف گزر جاتے۔ (الشرف المؤید صفحہ ۶۰)

حدیث شریف صفحہ ۱۱: ۔حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سرکار ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو اپنے کندھے

پر بٹھائے ہوئے ہیں اور دعا فرما رہے ہیں اے اللہ! میں اس سے محبت رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت رکھ۔ (بخاری شریف صفحہ ۵۳ جلد ۱)

حدیث شریف ۱۲: ۔حضرت ابن عباس سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ سرکار حضرت امام حسن کو اپنے کندھے پر بٹھائے ہوئے تھے کسی صحابی نے کہا نعم الراکب رکبت یا غلام اے صاحبزادے تیری سواری بہت اچھی ہے تو سرکار نے فرمایا نعم الراکب ہو اور سوار بھی تو بہت اچھا ہے۔ (مشکوۃ صفحہ ۵۷۱)

حدیث شریف ۱۳: ۔سرکار ﷺ نے فرمایا حضرت ہارون علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کا نام انہیں کے نام پر حسن وحسین رکھا۔ (صواعق الحرقہ صفحہ ۱۱۸)

حدیث شریف ۱۴: ۔سرکار ﷺ نے فرمایا حسن وحسین رضی اللہ عنہما جنتی ناموں میں سے دو نام ہیں عرب کے زمانہ جاہلیت میں یہ دونوں نام کسی کے نہیں تھے۔ (صواعق محرقہ صفحہ ۱۱۸)

حدیث شریف ۱۵: ۔ابن الاعرابی حضرت مفضل سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نام مخفی رکھے یہاں تک کہ حضور علیہ السلام نے اپنے نواسوں کے نام حسن اور حسین رکھے۔ (الشرف المؤید صفحہ ۷)

حدیث شریف ۱۶: ۔حضرت ام الفضل بنت الحارث رضی اللہ عنہا یعنی حضور علیہ السلام کی چچی حضرت عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب کی اہلیہ محترمہ ایک دن حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آج میں نے ایک ایسا خواب دیکھا ہے کہ جس سے میں ڈر گئی ہوں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا تو

نے کیا دیکھا ہے؟ انہوں نے عرض کی وہ بہت سخت ہے جس کے بیان کی میں اپنے اندر جرأت نہیں پاتی ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا بیان کرو تو انہوں نے عرض کیا میں نے یہ دیکھا ہے کہ حضور ﷺ کے جسم مبارک کا ایک ٹکڑا کاٹ کر میری گود میں رکھا گیا ہے۔ ارشاد فرمایا تمہارا خواب بہت اچھا ہے۔ انشاء اللہ میری بیٹی فاطمہ زہرا کے بیٹا پیدا ہوگا اور وہ تمہاری گود میں دیا جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے اور حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا کی گود میں دیئے گئے۔

(مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۷۲)

حدیث شریف ۱۷:۔ ترمذی شریف کی حدیث ہے حضرت یعلی بن مُرّہ سے روایت ہے سرکار نے فرمایا حُسَیْنٌ مِنِّی وَ اَنَا مِنْ حُسَیْنٍ۔ حسین رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں۔ یعنی حسین رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ سے اور حضور ﷺ کو حسین سے انتہائی قرب ہے۔ حسین رضی اللہ عنہ کا ذکر حضور کا ذکر ہے، حسین رضی اللہ عنہ سے دوستی حضور ﷺ سے دوستی ہے، حسین سے دشمنی حضور ﷺ سے دشمنی ہے اور حسین سے لڑائی کرنا حضور ﷺ سے لڑائی کرنا ہے۔

اس حدیث کا مطلب علماء نے یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ کی جان مجھ سے ہے یعنی میری بیٹی کا بیٹا ہے اور میری شہادت کا مظہر حسین رضی اللہ عنہ ہے یعنی حسین رضی اللہ عنہ سے میری شہادت جہری کا ظہور ہوگا۔

حدیث شریف ۱۸:۔ سرکار ارشاد فرماتے ہیں جس نے حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کی اس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۷۱)

اس لئے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کرنا حضور ﷺ سے محبت کرنا ہے اور حضور ﷺ سے محبت کرنا اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا ہے۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ صفحہ ۶۰۵ جلد ۵)

حدیث شریف ۱۹:۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ سَیِّدَا شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ۔ حسن و حسین رضی اللہ عنہما جنتی جوانوں کے سردار ہیں (نسائی، ابن ماجہ، ابونعیم، طبرانی کبیر، دیلمی) اور ابن ماجہ نے اتنی روایت زیادہ کی ہے کہ ان دونوں کا باپ ان دونوں سے بہتر ہے اور طبرانی نے یہ بڑھایا ہے ان دونوں کا باپ ان دونوں سے افضل ہے۔ (سر الشہادتین صفحہ ۸)

حدیث شریف ۲۰:۔ ابن عساکر نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا جس نے حسنین رضی اللہ عنہما سے محبت رکھی اس نے مجھ سے محبت رکھی اور جس نے ان سے عداوت رکھی اس نے مجھ سے عداوت رکھی۔ (سر الشہادتین صفحہ ۸)

حدیث شریف ۲۱:۔ ترمذی نے روایت کی حضور ﷺ نے حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو اٹھایا اور فرمایا کہ جو مجھ کو دوست رکھے گا اور ان دونوں کو دوست رکھے گا اور ان کے ماں باپ کو دوست رکھے گا تو وہ شخص روز قیامت میرے ساتھ ہوگا۔

حدیث شریف ۲۲:۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سرکار ﷺ نے فرمایا جو کسی جنتی جوان کو دیکھنا چاہے تو وہ حسین بن علی رضی اللہ عنہما کو دیکھے۔ (نور الابصار صفحہ ۱۱۴)

حدیث شریف ۲۳:۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار ﷺ مسجد میں تشریف لائے اور پوچھا بچہ کہاں ہے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ دوڑتے ہوئے آئے اور حضور ﷺ کی گود میں بیٹھ گئے اور اپنی انگلیاں حضور ﷺ کی ریش مبارک میں داخل کر دیں حضور ﷺ نے ان کا منہ کھول کر بوسہ دیا پھر فرمایا اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما اور اس سے بھی محبت فرما کہ جو اس سے محبت کرے۔ (نور الابصار صفحہ ۱۱۴)

حدیث شریف ۲۴:۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ وہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے لعاب دہن کو اس طرح چوستے ہیں جیسے کہ آدمی کھجور چوستا ہے۔ (نور الابصار صفحہ ۱۱۴)

حدیث شریف ۲۵:۔ مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کعبہ شریف کے سایہ میں تشریف فرما تھے انہوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو تشریف لاتے ہوئے دیکھا تو فرمایا آج یہ آسمان والوں کے نزدیک تمام زمین والوں سے زیادہ محبوب ہیں۔ (الشرف المؤید صفحہ ۶۵)

(صحابی کا قول مرفوع حدیث کے حکم میں ہے)

حدیث شریف ۲۶:۔ شواہد النبوت صفحہ ۳۰۵ میں ہے کہ سرکار ایک دفعہ گود میں ایک طرف اپنے صاحبزادے ابراہیم کو اور دوسری طرف اپنے نواسے حسین رضی اللہ عنہ کو بٹھائے ہوئے تھے۔ جبریل علیہ السلام پیغام خدا لائے کہ ان میں سے ایک چن کر اپنے پاس رکھیں اور دوسرا مجھ کو واپس کیجئے۔ حضور ﷺ نے اپنے پاس رکھنے کے

لئے حسین رضی اللہ عنہ کو چن لیا اس کے چند روز بعد حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ وفات پا گئے۔ اس کے بعد جب بھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی خدمت میں آتے تو حضور ﷺ مرحبا فرماتے پھر ان کی پیشانی کو بوسہ دیتے اور لوگوں سے مخاطب ہو کر فرماتے کہ میں نے حسین رضی اللہ عنہ پر اپنے بیٹے ابراہیم رضی اللہ عنہ کو قربان کر دیا۔

حدیث شریف ۲۷:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سرکار ﷺ نے فرمایا حسن و حسین رضی اللہ عنہما دنیا کے میرے دو پھول ہیں۔

(مشکوۃ شریف صفحہ ۵۷۰)

حدیث شریف ۲۸:۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں کسی ضرورت سے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ باہر تشریف لائے تو کسی چیز کو اٹھائے ہوئے تھے جسے میں نہیں جان سکا۔ میں نے عرض کیا حضور یہ کیا اٹھائے ہوئے ہیں۔ آپ نے چادر مبارک ہٹائی تو میں نے دیکھا کہ آپ کے دونوں پہلوؤں میں حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما ہیں آپ نے فرمایا یہ دونوں میرے بیٹے اور میری بیٹی کے بیٹے (نواسے) ہیں پھر فرمایا اے اللہ میں ان دونوں کو محبوب رکھتا ہوں تو بھی ان کو محبوب رکھ اور جو ان سے محبت رکھتا ہے ان کو محبوب رکھ۔ (مشکوۃ شریف صفحہ ۵۷۰)

حدیث شریف ۲۹:۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار ﷺ اس حال میں باہر تشریف لائے کہ آپ ایک کندھے پر حضرت حسن اور دوسرے کندھے پر

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اٹھائے ہوئے تھے یہاں تک کہ ہمارے قریب تشریف لے آئے اور فرمایا جس نے ان دونوں سے محبت کی تو اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان دونوں سے دشمنی کی اس نے مجھ سے دشمنی کی۔

(اشرف المؤید صفحہ ۱۷)

حدیث شریف ۳۰:۔ امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ سرکار ﷺ کے سامنے حسنین کریمین کم سنی کے زمانے میں ایک دوسرے سے کشتی لڑ رہے تھے اور حضور ﷺ بیٹھے ہوئے کشتی ملاحظہ فرما رہے تھے تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے حضور ﷺ نے فرمایا حسین کو پکڑ لو۔ سیدہ زہرا رضی اللہ عنہا نے جب یہ سنا تو انہیں تعجب ہوا اور عرض کیا ابا جان آپ بڑے کو فرما رہے ہیں کہ چھوٹے کو پکڑ لو تو سرکار نے فرمایا دوسری طرف جبریل علیہ السلام حسین رضی اللہ عنہ سے کہہ رہے ہیں کہ حسن کو پکڑ لو۔ (نور الابصار صفحہ ۱۱۴)

جن سے اہل بیت کی صلح ہے ہماری صلح ہے

اہل بیت اطہار نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کو مانا عمر کی خلافت کو مانا عثمان کی خلافت کو مانا اور مولا علی نے نہج البلاغۃ (بقول شیعہ مولا علی کی تصنیف ہے) میں ان تینوں خلفاء کی تعریف کی وہ شیر خدا تھے ساری خدائی پر غالب تھے بقول شیعہ اپنی موت وحیات ان کے ہاتھ میں تھی اس لئے وہ کسی سے ڈرنے والے نہ تھے۔

۔۔۔ کی تہمت غلط ہے چوتھے نمبر پر برحق خلیفہ مولا علی ہیں۔ معاویہ رضی اللہ عنہ سے اجتہادی غلطی ہوئی اس کا فیصلہ مولا علی نے خوب فرمایا: فرمایا معاویہ کا اور میرا خدا

ایک، نبی ایک، قرآن ایک، دین ایک انہوں نے غلط فہمی کی بنا پر مجھے عثمان کا قاتل سمجھا۔ خدا کی قسم میں عثمان کے خون سے بری ہوں۔ (نہج البلاغہ)

(ا) مسلمان کو اس لئے قتل کرنا کہ وہ مسلمان کیوں ہے قاتل جہنمی وملعون ہے۔

(ب) مسلمان کو کسی دنیوی عداوت کی بنا پر مارنا گناہ ہے کفر نہیں۔

(ج) مسلمان کو غلط فہمی کی بنا پر قتل کرنا جیسے اُحد میں جب بھگدڑ مچی تو مسلمانوں کے ہاتھوں کچھ مسلمان بھی قتل ہوئے اس طرح قاتل ومقتول دونوں جنتی ہیں جنگ جمل وصفین کے قاتل ومقتول دونوں جنتی ہیں کسی پر کچھ مواخذہ نہیں۔

حق پر بالیقین مولا علی رضی اللہ عنہ تھے معاویہ رضی اللہ عنہ مجتہد مخطی مغفور ہیں۔ (کلا وعد اللہ الحسنی) کے ارشاد خداوندی کی رو سے قطعی جنتی ہیں۔ ان کو برا بھلا کہنے والا جہنم کا کتا ہے۔ (نسیم الریاض شرح شفاء)

جب امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے نانا جان علیہ السلام کے ارشاد (میرا بیٹا حسن سید ہے اللہ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرائے گا) کے مطابق خلافت معاویہ کو سونپ دی تو ہم اسے اول ملوک اسلام مانتے ہیں کیونکہ اہل بیت نے اسے امیر تسلیم کیا اور اس سے وظیفے لیتے رہے۔ ہمارا مذہب اہل بیت والا ہے۔ ہم اہل بیت کے خادم ہیں۔

یزید پلید کے تقرری کا مسئلہ

مولانا اوکاڑوی اپنی کتاب امام پاک اور یزید پلید صفحہ ۳۹ پر ہمارا نظریہ کی سرخی جما کر لکھتے ہیں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اسلام اور مسلمانوں کے خیر خواہ ہیں اور

اس خیر خواہی کی بناپر وہ نہیں چاہتے تھے کہ مسلمانوں میں قتل وغارت اور خونریزی ہو۔ وہ سابقہ حالات کے پیش نظر اچھی طرح سمجھ چکے تھے کہ اگر میں نے خلافت وامارت کو یونہی مسلمانوں کی صوابدید پر چھوڑ دیا یا کسی مجلس شوریٰ کو انتخاب خلیفہ کے لئے مقرر کردیا تو لوگ کسی طرح بھی کسی ایک شخص جمع اور راضی نہیں ہوں گے بلکہ مختلف علاقوں میں خلافت کے مدعی ضرور اٹھ کھڑے ہوں گے اور اس سے آپس میں سخت اختلاف پیدا ہو جائے گا اور ضرور خونریزی ہوگی۔ اگر میں نے خلافت بنی ہاشم کی طرف منتقل کردی تو میری قوم بنی امیہ جو اپنی قومیت میں عصبیت رکھتی ہے اور اس وقت ان کو بڑی قوت وشوکت بھی حاصل ہے وہ کبھی تسلیم نہیں کرے گی اور اس سے بھی آپس میں سخت اختلاف پیدا ہو جائے گا اور ضرور خونریزی ہوگی اس لئے انہوں نے اپنے بیٹے یزید کی ولی عہدی کو ان لوگوں پر ترجیح دی جو اس کے زیادہ مستحق سمجھے جاتے تھے اور اس سلسلے میں انہوں نے درست یا نادرست جو کچھ بھی کیا وہ بہر حال اسلام اور مسلمانوں کی خیر خواہی اور ان کو خونریزی سے بچانے کے خیال سے کیا چنانچہ ان کی دعا جو انہوں نے یزید کو ولی عہد بنانے کے بعد کی وہ اس پر شاہد ہے۔

(ترجمہ دعائے معاو رضی اللہ عنہ) اے اللہ تو جانتا ہے کہ اگر میں نے اس (یزید) کو علی عہد کیا ہے بوجہ اس کے جو میں اس کے اندر اہلیت دیکھ رہا ہوں تو اس کی علی عہدی کو پورا کرنا اور اگر میں نے بوجہ اس کی محبت کے اس کو علی عہد کیا ہو تو اس کی ولی عہدی کو پورا نہ کرنا۔ (البدایہ والنہایہ صفحہ ۱۰۸ جلد ۸)

اس میں کوئی شک نہیں کہ یزید بیٹا ہونے کے ساتھ ساتھ سیاسی، سوجھ بوجھ بھی رکھتا تھا

اور یہ ہر گز کوئی ثابت نہیں کرسکتا کہ یزید بدبخت نے ولی عہد بننے کے بعد جو کچھ کیا یا کروایا حضرت امیر معاویہ کو اس سے اس کی توقع تھی؟ یا علم تھا کہ یہ ایسا کرے یا کرائے گا؟ انہوں نے تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں خاص طور پر وصیت کی تھی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے نواسے ہیں، عزیز ہیں اور اس قرابت قریبہ کی وجہ سے وہ نیک سلوک کے حقدار ہیں اگر عراق والے ان کو تمہارے مقابلہ میں لے آئیں اور میں سمجھتا ہوں کہ ضرور لائیں گے تو ان پر قابو اور غلبہ حاصل ہونے کی صورت میں بھی درگزر سے کام لینا اور قرابت رسول کا خیال رکھنا مگر اس بدبخت نے باپ کی نصیحت کو فراموش کردیا اور اقتدار کے نشے میں بدمست ہو کر وہ کچھ کیا جسے کوئی مومن سوچ بھی نہیں سکتا۔ بہرصورت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں کوئی بدگمانی نہیں کی جاسکتی کیونکہ ان کی صحابیت مسلمہ ہے جو بدگمانی سے مانع ہے۔

اعتراض:۔ معاویہ رضی اللہ عنہ اہل بیت کا دشمن تھا اور اہل بیت کا دشمن جہنمی ہے؟

جواب:۔ مولانا جلال الدین امجدی خطبات محرم صفحہ ۳۲۰ میں لکھتے ہیں:۔

مخالفت اہل بیت کی تین قسمیں ہیں۔

اول:۔ حضور ﷺ کے اہل بیت ہونے کی بنیاد پر ان سے جلنا یہ کفر ہے کیونکہ اس بنیاد پر ان سے جلنا حضور ﷺ سے دشمنی کی خبر دیتا ہے جو کفر ہے۔

دوم:۔ کسی دنیاوی وجہ سے ناراض ہونا اگر اس میں نفسانیت شامل ہے تو گناہ ہے ورنہ نہیں ہے جیسے کہ حضرت علی وحضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کے مابین خانگی

معاملات میں بار ہا شکر رنجی ہوئی ہے۔

سوم:۔ خطائے اجتہادی کی بنیاد پر اہل بیت سے نا اتفاقی ہو جائے یہ نہ کفر ہے اور نہ گناہ۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تمام جنگیں اسی تیسری قسم کی تھیں ان سب کے سینے ایک دوسرے کے کینے سے پاک تھے۔

حضرت امام احمد بن حنبل اپنے مسند میں روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے کوئی مسئلہ پوچھا آپ نے فرمایا اس مسئلہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھو کہ وہ بڑے عالم ہیں۔ اس نے کہا آپ ہی بتادیں کہ آپ کا جواب مجھے ان کے جواب سے زیادہ پسند ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تو نے بہت بری بات کہی ہے کہ تو ان سے نفرت کرتا ہے جن کی عزت حضور ﷺ کرتے تھے۔ جن سے حضور ﷺ نے فرمایا اے علی تم میرے لئے ایسے ہو جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے ہارون۔ لیکن مسئلہ پوچھنے والے سن، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عظمت کا یہ حال ہے کہ جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو کوئی مشکل مسئلہ درپیش ہوتا تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حل کراتے تھے۔ اتنا فرمانے کے بعد آپ نے اس سے فرمایا میرے پاس سے اٹھ جا اللہ تعالیٰ تیرے پیروں کو قیام نصیب نہ فرمائے وہ شخص آپ سے وظیفہ پاتا تھا مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں اس بے ادبی کے سبب آپ نے اس کا نام وظیفہ پانے والے رجسٹر سے خارج کروادیا۔ (الناہیہ علی ذم معاویہ از علامہ پرہاڑوی صفحہ ۲۷)

محمد بن محمود آملی نے نفائس الفنون میں تحریر فرمایا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مجلس میں مولا علی رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا علی اللہ کے شیر تھے۔ علی چودھویں کا چاند تھے اور علی رحمت خدا کی بارش تھے۔ حاضرین میں سے کسی شخص نے آپ سے پوچھا کہ آپ افضل ہیں یا علی؟ تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا علی کے نقش قدم بھی ابوسفیان کی آل سے بہتر ہیں۔ (الناہیہ للفرہاروی صفحہ ۲۸)

اور شیخ نور الحق بخاری کے ترجمہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ جنگ جمل کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت طلحہ جو اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ تھے ان کی لاش کو دیکھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اس قدر روئے کہ ان کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہوگئی۔ (الناہیہ للفرہاروی صفحہ ۱۲)

شارح شرح عقائد نفسی مصنف نبراس علامہ پرہاڑوی لکھتے ہیں کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو مولا علی رضی اللہ عنہ کے ایک سپاہی عمر بن جوز نے بحالت نماز شہید کردیا جب ان کی تلوار مولا علی رضی اللہ عنہ کو پیش کی گئی تو آپ نے فرمایا مجھ سے میرے آقا محمد ﷺ نے فرمایا زبیر کے قاتل کو جہنم کی خوشخبری سنادو۔ یہ سن کر عمرو بن جروز نے کہا اے علی! آپ کا معاملہ عجیب ہے اگر ہم آپ سے لڑیں تو جہنمی اور آپ کی طرف سے لڑیں تو بھی جہنمی۔ یہ کہہ کر غصہ میں اس نے اپنے پیٹ میں تلوار گھونپ کر خودکشی کرلی۔ (الناہیہ للفرہاروی صفحہ ۱۳)

ان واقعات سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ صحابہ کرام میں اختلاف ضرور ہوا مگر وہ ایک دوسرے کی عزت کرتے تھے آپس میں محبت رکھتے تھے صحابہ کا آپس میں اختلاف ہوا مگر کینہ اور بغض نہیں تھا۔

اختلاف کی وجہ:۔ مولانا جلال الدین امجدی خطبات محرم صفحہ ۳۲۲ میں لکھتے ہیں:
حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ میں اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کو مصری بلوائیوں (اور ابن سبائیوں) نے گھیر لیا ان پر پانی بند کر دیا اور پھر ان کو نہایت بے دردی سے شہید کر دیا۔ اس کے بعد مہاجرین وانصار کے اتفاق رائے سے جب مولا علی رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے تو ان سے خونِ عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کا مطالبہ کیا گیا مگر وہ بعض مصلحتوں کی بنا پر قاتلین سے قصاص نہ لے سکے۔ جب یہ خبر معاویہ رضی اللہ عنہ کو شام میں پہنچی تو انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا کہ قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ پر حدِ قصاص جاری کی جائے مگر مولا علی رضی اللہ عنہ موجودہ حالات سے مجبور تھے اس لئے وہ قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کو کوئی سزا نہ دے سکے عبداللہ بن سبا یہودی کا گروہ جو اس فتنہ کی جڑ تھا اور مسلمانوں کو آپس میں لڑا کر اسلام کی طاقت کو کمزور کرنا چاہتا تھا ان میں سے بہت سے لوگوں نے ملک شام پہنچ کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو باور کرایا کہ مولا علی رضی اللہ عنہ قصاص لینے میں دانستہ کوتاہی کر رہے ہیں تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے مسلسل کئی قاصدوں کو بھیج کر قصاص کا شدت سے مطالبہ کیا۔ جب مولا علی رضی اللہ عنہ امر مجبوری اب بھی قاتلین پر حدّ قصاص جاری نہ کر سکے تو اب معاویہ رضی اللہ عنہ کے دل میں یہ غلط بات جم گئی کہ علی رضی اللہ عنہ جب قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کو کوئی سزا نہیں دے سکتے تو خلافت کے دیگر امور وہ کیا انجام دے سکتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے

معاویہ رضی اللہ عنہ کے اختلاف کی اصل وجہ یہی ہے اور اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا و مولا علی رضی اللہ عنہ کے مابین بھی اسی بنیاد پر اختلاف ہوا۔

یزید کی بطور خلیفہ تقرری پر اعتراض کا جواب

مولانا جلال الدین امجدی خطبات محرم صفحہ ۳۲۳ میں لکھتے ہیں خلیفہ کا اپنی زندگی میں دوسرے کو خلیفہ بنانا جائز ہے۔ اس لئے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کیا تھا۔ رہا اپنے بیٹے کو جانشین بنانا تو قرآن وحدیث سے منع نہیں اسی لئے آج کل عام طور پر صوفیہ و مشائخ اپنی اولاد کو اپنا جانشین بناتے ہیں جن لوگوں کو بیٹے کے جانشین بنانے پر اعتراض ہے وہ قرآن وحدیث سے اس کا غلط ہونا ثابت کریں۔ رہی یہ دلیل ہے خلفائے اربعہ میں سے کسی نے اپنے بیٹے کو جانشین مقرر نہیں کیا اس لئے یہ ناجائز ہے تو یہ دلیل غلط ہے۔ اس لئے کہ خلفائے اربعہ کے نہ کرنے سے سب اگر ناجائز ہو جائے تو انہوں نے بہت سے کام نہیں کئے جیسے قرآن مجید پر اعراب لگانا، حدیث شریف کو کتابی شکل میں جمع کرنا اور فقہ کی تدوین وغیرہ یہ سب کام ناجائز ہو جائیں گے۔

رہا یزید کے فسق وفجور تو یہ کہیں ثابت نہیں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی زندگی میں یزید فاسق وفاجر تھا اور نہ یہ ثابت ہے کہ انہوں نے یزید کو فاسق وفاجر جانتے ہوئے اپنا جانشین بنایا۔ یزید کا فسق وفجور دراصل معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ظاہر ہوا۔ اس لئے امام عالی مقام نے بیعت کرنے سے انکار کر دیا۔ دیکھئے ابلیس لعین پہلے معلم الملکوت تھا عزت وعظمت والا تھا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ پر اعتراض کرنے

والو خدا پر بھی اعتراض کرو کہ عالم الغیب خدا نے جان بوجھ کر معلم الملکوت کیوں بنایا؟ معاویہ رضی اللہ عنہ تو عالم الغیب نہ تھے۔ تو فسق وفجور ظاہر ہونے سے پہلے یزید کو فاسق کیسے ٹھہرایا جا سکتا ہے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کیسے مورد الزام ہو سکتے ہیں اگر کوئی روایت ایسی ہو جس سے یہ ثابت ہو کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو یزید کے فسق وفجور کی خبر تھی اس کے باوجود انہوں نے اپنا ولی عہد مقرر کیا تو وہ روایت جھوٹی ہے اور اس کا راوی جھوٹا ہے۔ اس لئے کہ وہ صحابی کا فسق ثابت کرتا ہے جبکہ سارے صحابہ کا عادل متقی اور پرہیز گار ہونا جمہور کے نزدیک مسلم ہے۔

ایک اہم اعتراض کا جواب :۔ مولانا جلال الدین خطبات محرم صفحہ ۳۴۴ میں لکھتے ہیں رہی یہ بات کہ یزید کو خلیفہ بنانے کے سبب کربلا کے سارے واقعات کی ذمہ داری حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر ہے تو کوئی کہہ سکتا ہے نہیں بلکہ امام حسن پر ہے اس لئے کہ چالیس ہزار سپاہی جنہوں نے جان قربان کرنے کی آپ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اگر آپ ان کو لے کر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مقابلہ کرتے تو اسی زمانہ میں ان کا قلع قمع ہو جاتا۔ یزید کو خلیفہ بنائے جانے کا سوال ہی نہیں رہ جاتا مگر اس کی بجائے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے خلافت ان کے سپرد کر دی اور انہوں نے یزید کو اپنا جانشین بنا دیا تو اس غلط منطق کی بنا پر واقعات کربلا کی ذمہ داری امام حسن پر ہے۔ (معاذ اللہ) حالانکہ ایسا ہرگز نہیں نہ قصور معاویہ رضی اللہ عنہ کا ہے نہ امام حسن رضی اللہ عنہ کا۔ سارا قصور یزید پلید کا اپنا ہے۔ سب لعنتیں یزید پلید کے حصے میں ہیں جناب حسن اور معاویہ رضی اللہ عنہما اس سے بری ہیں۔ پھر خدا پر بھی

اعتراض کرو کہ اس نے یزید پلید کو پیدا ہی کیوں کیا۔ نہ خدا پیدا کرتا نہ حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوتے۔ مجدد الف ثانی فرماتے ہیں جو جھگڑے اور لڑائیاں صحابہ کرام میں ہوئیں وہ نفسانیت کی بنا پر نہ تھیں اس لئے کہ صحابہ کے نفوس حضور ﷺ کے برکت سے پاک ہو چکے تھے۔

امام اعظم فقہ اکبر میں فرماتے ہیں ہم اہل سنت تمام صحابہ سے محبت کرتے ہیں اور انہیں بھلائی سے یاد کرتے ہیں۔

غوث اعظم فرماتے ہیں امام احمد بن حنبل نے تصریح فرمائی ہے صحابہ کرام کی تمام جنگوں میں بحث کرنے سے باز رہنا چاہیے اس لئے کہ علی مرتضی رضی اللہ عنہ ان صحابہ (معاویہ وغیرہ رضی اللہ عنہ) سے جنگ کرنے میں حق پر تھے اور جو کوئی ان کی اطاعت سے خارج ہوا اور ان کے مقابل جنگ آزما ہوا اس نے امام برحق سے بغاوت کی لہذا اس سے جنگ جائز ہوئی اور جن لوگوں نے علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے جنگ کی جیسے طلحہ، زبیر، معاویہ رضی اللہ عنہم تو انہوں نے خون عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کا مطالبہ کیا جو کہ خلیفہ برحق اور مظلوم ہو کر شہید کئے گئے اور قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ مولا علی رضی اللہ عنہ کی فوج میں شامل تھے لہذا ان میں سے ہر ایک صحیح تاویل کی طرف گئے۔ سارے اہل سنت اس بات پر متفق ہیں کہ صحابہ کرام کی جنگوں میں بحث سے باز رہا جائے اور انہیں برا کہنے سے پرہیز کیا جائے اور ان کے فضائل اور ان کی خوبیاں ظاہر کی جائیں اور ان بزرگوں کا معاملہ رب کے سپرد کیا جائے جیسے وہ اختلافات جو مولا علی رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ صدیقہ، معاویہ، طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم میں واقع ہوئے۔

آپ نے غوث اعظم، امام اعظم اور مجدد الف ثانی کے ارشادات مبارکہ کو پڑھ لیا اگر
واقعی آپ ان بزرگوں کے ماننے والے ہیں اور ان سے محبت کرنے والے ہیں تو ان
کے فرمان پر عمل کریں صحابہ کرام کی جنگوں کے متعلق بحث نہ کریں ان کے معاملہ کو اللہ
کے سپرد کریں کسی صحابی سے بغض وعناد نہ رکھیں سب سے محبت کریں اور سب کو بھلائی
ہی سے یاد کریں کسی بھی صحابی پر لعن طعن نہ کریں کہ اللہ ورسول کی ناراضگی کا سبب
ہے۔حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا اقدام خروج حصول خلافت کے لئے نہ تھا

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی تحقیق

فتاوی عزیزیہ صفحہ ۲۲۶، ۲۲۷ میں لکھتے ہیں: حضرت امام حسین کو آنحضرت ﷺ کی
خلافت راشدہ (خلافت علی منہاج النبوت) کا دعویٰ نہ تھا اور اس غرض سے نہیں نکلے
تھے کہ خلافت کا دعویٰ کریں، حضور علیہ السلام کے بعد تیس برس گزر جانے سے
خلافت (علی منهاج النبوة) کا زمانہ گزر گیا تھا بلکہ حضرت امام حسن کی یہ غرض تھی کہ
ظالم کے ہاتھ سے رعایا کی رہائی ہو جائے اور مظلوم کی مدد کرنا واجب ہے مشکوٰۃ
شریف میں جو یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے بادشاہ وقت کی بغاوت اور اس کے
ساتھ مقابلہ کرنے سے منع فرمایا اگرچہ وہ بادشاہ ظالم ہو تو یہ حکم اس وقت میں ہے کہ
بادشاہ ظالم کا کامل تسلط ہو گیا ہو اور اس کے تسلط میں کسی کو نزاع نہ ہو کوئی اس کا مزاحم نہ
ہو۔ ابھی مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ اور کوفہ کے لوگ یزید پلید کے تسلط پر راضی نہ تھے
اور حضرت امام حسین اور حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت
عبداللہ بن زبیر وغیرہ رضی اللہ عنہم صحابہ نے یزید کی بیعت قبول نہیں کی۔

حاصل کلام:۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اس غرض سے نکلے تھے کہ یزید کا
تسلط دفع کریں یعنی اس کا تسلط نہ ہونے پائے یعنی یہ امر نہ تھا کہ یزید کا کامل تسلط
ہو گیا تھا اور آپ کا یہ مقصود تھا کہ اس کا تسلط اٹھا دیں مسائل فقہ میں دفع ورفع میں فرق
ظاہر مشہور ہے۔

فائدہ: یعنی آپ تسلط یزید دفع کرنا چاہتے تھے نہ کہ رفع۔

رخصت وعزیمت

شریعت مقدسہ کے احکام دو قسم پر ہیں۔

اول مبنی بر رخصت　　　دوم مبنی بر عزیمت

ایک مسلمان ظالموں کافروں کے نرغے میں آجاتا ہے اور وہ اس کو کلمات کفریہ کہنے پر
مجبور کرتے ہیں اور بصورت دیگر اس کو طرح طرح کی دھمکیاں دیتے ہیں کہ تجھے مار
دیا جائے گا یا تیری عزت وآبرو لوٹ لی جائے گی اور وہ مسلمان بھی قوی آثار وعلامات
سے یہ سمجھتا ہے کہ اگر میں ان کے کہنے کے مطابق کلمات کفر نہیں کہوں گا تو واقعی ان
کے ظلم وستم کا شکار ہو جاؤں گا اور کہہ دوں تو بچ جاؤں گا تو اس بے بسی کا عالم میں
شریعت نے اس کو اجازت دی ہے کہ وہ ان کے ظلم وستم سے بچنے کے لئے زبان سے
کلمات کفریہ کہہ دے مگر شرط یہ ہے کہ اس کا دل ایمان وحق پر مطمئن ہو اس کا نام ہے
"رخصت" اس کو چونکہ شریعت نے اس کی اجازت دی ہے اور اس نے شریعت کے
حکم پر عمل کیا ہے لہٰذا ہم اس پر کسی قسم کا الزام عائد نہیں کر سکتے اور اگر وہ ظالموں
اور کافروں کے سامنے حق اور ایمان پر ڈٹ جائے اور ان کے ظلم وستم کو برداشت

کرے اور زبان پر کلمات کفریہ نہ لائے یہاں تک کہ جان دے دے تو وہ مجاہد اور شہید ہے اور شریعت نے اس کو افضل جہاد قرار دیا ہے۔ اس کا نام ہے ''عزیمت'' اور یہ رخصت سے افضل ہے۔

شریعت مطہرہ کے اس اصول کے مطابق جن صحابہ کرام نے یزید کی بیعت کر لی تھی اس کو خلیفہ برحق یا امام عادل سمجھ کر نہیں کی تھی بلکہ آپس کے جدال وقتال اور فتنہ وفساد اور اس کے ظلم وشر سے بچنے کے لئے کی تھی لہٰذا ان کا عمل رخصت پر تھا۔

مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۱۷۷ میں ہے: ترجمہ: اور جب یزید میں فسق وفجور کی وہ باتیں پیدا ہو گئیں جو ہونی تھیں تو صحابہ کرام میں اس کے بارے میں اختلاف رائے ہو گیا بعض نے اس کے فسق وفجور کی وجہ سے اس پر خروج یعنی اس کے خلاف کھڑے ہو جانے اور اس کی بیعت توڑنے کو ضروری سمجھا جیسا کہ حضرت امام حسین اور عبداللہ بن زبیر اور اس کے پیروؤں نے کیا اور بعض نے فتنہ اور بہت زیادہ قتل وغارت کے خطرات اور ان کی روک تھام سے عجز محسوس کرتے ہوئے اس پر خروج کرنے سے انکار کیا کیونکہ اس وقت یزید کی قوت وشوکت بنی امیہ کی عصبیت تھی۔

جن صحابہ نے رخصت پر عمل کیا ان کے دلائل

۱:۔ صحیح مسلم صفحہ ۱۲۹ جلد ۲، مشکوٰۃ شریف صفحہ ۳۱۹ میں ہے:۔ حضرت عوف بن مالک اشجعی فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا خبردار! جس پر کوئی امیر والی ہو پھر اس میں اللہ کی نافرمانی کا کوئی معاملہ دیکھے تو اس کو ناپسند کرے اور اس کی اطاعت سے ہاتھ نہ کھینچے۔

۲:۔ صحیح مسلم صفحہ ۱۱۷، مشکوٰۃ شریف صفحہ ۳۱۹ میں ہے:۔ حضرت مسلم بن یزید جعفی نے

حضور ﷺ سے پوچھا اے اللہ کے نبی! بھلا فرمایئے اگر ہم پر ایسے امراء مسلط ہو جائیں جو ہم سے اپنا حق طلب کریں اور ہمارا حق ہم سے روک دیں تو ایسی حالت میں آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ فرمایا سنو اور اطاعت کرو کیونکہ ان پر ان کے اعمال کا بوجھ ہے اور تم پر تمہارے اعمال کا۔

۳:۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ہم سے فرمایا کہ تم میرے بعد دیکھو گے ناحق ترجیح دینا اور ناپسندیدہ امور صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اس وقت ہمارے لئے کیا حکم ہے؟ فرمایا تم ان کے حقوق انہیں دو اور اپنا حق اللہ تعالیٰ سے مانگو۔ (بخاری، مشکوٰۃ صفحہ ۳۱۹)

۴:۔ ابوداؤد، مشکوٰۃ شریف صفحہ ۳۲۶ میں ہے: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا اس وقت تمہاری کیا حالت ہوگی جب میرے بعد حکام مال غنیمت ناحق تصرف کریں گے؟ میں نے عرض کیا اس کی قسم جس نے آپ کو برحق مبعوث فرمایا ہے میں اس وقت اپنی تلوار اپنے کندھے پر رکھوں گا پھر اسے ماروں گا یہاں تک کہ آپ سے آملوں گا۔ فرمایا کہ میں تمہیں اس سے بھی اچھی بات نہ بتاؤں؟ صبر کرنا حتی کہ مجھ سے آملو۔

۵:۔ مسلم شریف صفحہ ۱۲۷ جلد ۲، حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں سرکار نے فرمایا میرے بعد ایسے امراء ہوں گے جو میری ہدایت پر نہیں ہوں گے اور نہ میری سنت پر عمل پیرا ہوں گے اور عنقریب ان میں سے ایسے افراد بھی کھڑے ہوں گے کہ ان کے انسانی جسموں میں دل شیطانوں کے ہوں گے یعنی بظاہر انسان اور بباطن شیطان۔ حضرت حذیفہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اگر

میں ان کو پاؤں تو پھر کیسے کروں؟ فرمایا سنو اور مانو۔ اگرچہ تمہاری پیٹھ پر مارا جائے اور تمہارا مال چھین لیا جائے۔

۶:۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کیا اسلام کی نیکی کے بعد پھر بدی ہوگی جیسا کہ اسلام سے پہلے تھی۔ فرمایا ہاں! میں نے عرض کیا اس سے بچنے کا کیا طریقہ ہوگا؟ فرمایا تلوار یعنی بذریعہ جنگ۔ میں نے عرض کیا تلوار کے بعد بھی وہ برائی کچھ باقی رہے گی؟ فرمایا ہاں۔ اس طرح کہ حکومت غلط طریقے پر قائم ہوگی، لوگ اس کو خوش دلی سے تسلیم نہیں کریں گے بلکہ جبر واکراہ اور مکرو فساد سے صلح ہوگی۔ میں عرض کیا پھر کیا ہوگا؟ فرمایا پھر کچھ لوگ گمراہی کی طرف بلائیں گے اس وقت اگر کوئی اللہ کا خلیفہ ہو جو تمہاری پیٹھ پر دُرّے مارے اور تمہارا مال ضبط کرلے تو بھی تم اس کی اطاعت کرنا ورنہ جنگل میں کسی درخت کے نیچے گوشہ گیری کی حالت میں مرجانا۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۶۳)

۷:۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار ﷺ نے فرمایا بادشاہ زمین پر ظل الرحمٰن ہوتا ہے اللہ کے سب مظلوم بندے اس کی طرف پناہ ڈھونڈتے ہیں پس اگر وہ عدل کرے گا اس کے لئے اجر وثواب ہوگا اور رعیت پر شکر لازم ہوگا اور اگر وہ ظلم وستم کرے گا اس پر سخت بوجھ ہوگا اور رعایا پر صبر کرنا لازم ہوگا۔

(سراج المنیر شرح جامع الصغیر صفحہ ۲۲۰ جلد ۲)

حسینی عمل عزیمت کے دلائل

۱:۔ ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، مشکوٰۃ شریف میں ہے: حضرت ابوالسعید فرماتے ہیں کہ

سرکار ﷺ نے فرمایا: افضل جہاد اس کا ہے جو ظالم بادشاہ کو حق بات کہے۔

۲:۔ کنز العمال صفحہ ۷۷ جلد ۵۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ بن عجرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اے کعب بن عجرہ! میں تجھ کو بے وقوف کی حکومت سے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ وہ بے وقوف کی حکومت کیا ہے؟ فرمایا عنقریب ایسے امراء ہوں گے کہ بات کریں گے تو جھوٹ بولیں گے اور عمل کریں گے ظلم کریں گے پس جو ان کے پاس آکر ان کے جھوٹ کی تصدیق کرے گا اور ان کے ظلم پر ان کی مدد کرے گا تو وہ مجھ سے نہیں اور میں ان سے نہیں ہوں اور نہ وہ کل (قیامت کے دن) میرے حوض پر آئے گا اور جو ان کے پاس نہیں آئے گا اور نہ ان کی تصدیق کرے گا اور نہ ان کے ظلم پر ان کی اعانت کرے تا وہ مجھ سے اور میں اس سے ہوں اور وہ کل بروز قیامت میرے حوض پر آئے گا۔

نکتہ:۔ امام عالی مقام کی شان میں سرکار ﷺ نے فرمایا: حسن منی وانا من حسین اور اس حدیث میں ہے کہ جس نے ان حکام کی تصدیق واعانت کی فلیس منی وہ مجھ سے نہیں تو امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کس طرح ان کا ساتھ دیتے اگر ساتھ دیتے تو حسین منی نہ رہتے بلکہ فلیس منی ہوجاتے یعنی اس منصب ومقام سے محروم ہوجاتے لہٰذا امام عالی مقام نے وہی کیا جو آپ کا منصب ومقام تھا۔

۳:۔ ابوداؤد شریف صفحہ ۲۱۷ جلد ۲ میں ہے: حضرت خالد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضور ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا: جب لوگ کسی ظالم کو (امیر) دیکھیں اور اس کے ہاتھ کو نہ پکڑیں تو بعید نہیں کہ اللہ ان پر عذاب بھیج دے۔

۴:۔ ابوداؤد شریف صفحہ ۲۱۷ جلد ۳: حضرت عمرو بن ہیثم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

بیشک میں نے سرکار ﷺ سے سنا فرماتے تھے ہر وہ قوم جس میں گناہ ہونے لگ جائیں پھر اس قوم کے لوگ جو گناہ کو نیکی سے بدلنے کی طاقت رکھتے ہوں اور نہ بدلیں تو بعید نہیں کہ اللہ ان سب پر عذاب نازل کرے۔

۵:۔ حضرت حذیفہ الیمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا: اہل جور و ستم اور ان کے مددگار دوزخ میں ہوں گے۔

۶:۔ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۳۶ میں ہے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جو شخص بھی کوئی برائی دیکھے تو چاہیے کہ وہ اپنی قوت بازو سے اسے (نیکی سے) بدلے اگر وہ اس کی طاقت نہیں رکھتا تو زبان سے اس کی مذمت کرے اور اگر اس کی بھی استطاعت نہیں ہے تو دل سے برا سمجھے یہ ایمان کا ضعیف ترین درجہ ہے۔

۷:۔ الفتح الکبیر صفحہ ۲۶۵ جلد ۲ میں ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار ﷺ نے فرمایا: عنقریب تم پر ایسے امراء ہوں گے جو نمازوں کا وقت گزار کر پڑھیں گے اور سنت نبوی ﷺ کے خلاف باتیں ایجاد کریں گے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اس وقت میں کیا کروں؟ فرمایا: جو اللہ کا نافرمان ہو اس کی اطاعت نہیں۔

۸:۔ سراج المنیر صفحہ ۳۱۴ جلد ۲۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار ﷺ نے فرمایا میرے بعد عنقریب تم پر ایسے امراء مسلط ہوں گے جو تمہیں ایسے امور کا حکم دیں گے جن میں تم بھلائی نہیں دیکھو گے اور وہ ایسے عمل کریں گے جن کو تم برا جانو گے پس ان کی اطاعت تم پر لازم نہیں۔

۹:۔ السراج المنیر صفحہ ۳۱۴ جلد ۲ میں ہے: حضرت ابی سلالۃ الاسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار ﷺ نے فرمایا: عنقریب تم پر ایسے امراء ہوں گے جو تمہاری روزیوں کے مالک ہوں گے وہ تم سے بات کریں گے تو جھوٹ بولیں گے اور کام کریں گے تو برے کام کریں گے وہ تم سے اس وقت تک راضی نہ ہوں گے جب تک تم ان کی برائیوں کی تعریف اور ان کے جھوٹ کی تصدیق نہ کرو گے۔ پس تم ان کے سامنے حق پیش کرو جب تک وہ اسے گوارا کریں پھر جب وہ اس سے تجاوز کریں تو جو شخص اس پر قتل کیا جائے وہ شہید ہے۔

فائدہ: اس ارشاد گرامی کے مطابق بلاشک وشبہ امام عالی مقام شہید بلکہ سید الشہداء ہوں۔

۱۰:۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار ﷺ نے فرمایا: سید الشہداء حمزہ بن عبدالمطلب اور وہ شخص ہے جو ظالم کے خلاف کھڑا ہو گا اور اس کو نیکی کا حکم دے گا اور برائی سے منع کرے گا پس وہ اس جرم میں قتل کر دیا جائے گا۔

(مستدرک صفحہ ۱۹۵ جلد ۲، السراج المنیر صفحہ ۳۲۱ جلد ۲)

اسباب شہادت:۔ امام عالی مقام کی شہادت کے اسباب اس طرح پیدا ہوئے کہ رجب ۶۰ھ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا یزید ان کا جانشین ہوا تخت حکومت پر بیٹھنے کے بعد اس کے لئے سب سے اہم مسئلہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن زبیر، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنھم کی بیعت کا تھا۔ کیونکہ ان حضرات نے یزید پلید کی ولی عہدی کو تسلیم نہیں کیا تھا علاوہ ازیں ان

حضرات سے یزید پلید کو یہ بھی خطرہ تھا کہ کہیں ان میں سے کوئی خلافت کا دعویٰ نہ کرے اور ایسا نہ ہو کہ سارا حجاز میرے خلاف اٹھ کھڑا ہو۔

فقیر راقم السطور غلام پنجتن پاک و چہار یار نے بعض علماء سے سنا ہے کہ یزید پلید کی حکومت کی صحت کا انحصار امام حسین رضی اللہ عنہ کی بیعت پر تھا۔ صلحنامہ مابین معاویہ رضی اللہ عنہ و حسن رضی اللہ عنہ میں ایک زبانی شرط یہ بھی تھی کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کے وصال کی صورت میں خلیفہ وہ ہوگا جسے امام حسین رضی اللہ عنہ خلیفہ تسلیم کریں گے یا خود خلیفہ ہوں گے کیونکہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت اہل بیت کے در کی خیرات تھی جسے اہل بیت رسول ﷺ خصوصاً امام عالی مقام خلیفہ تسلیم کریں گے۔ جب اہل بیت رسول ﷺ خصوصاً امام عالی مقام نے خلیفہ تسلیم ہی نہیں کیا تو یزید پلید خلیفہ کیسا اور اس کی خلافت کیسی؟ جب شرط نہ رہی تو مشروط کہاں رہا۔

جب یزید خلیفہ نہیں تو حسین رضی اللہ عنہ باغی کیسے قرار پائے؟

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے دعویٰ خلافت کی صورت میں عراق میں یزید پلید کو بغاوت کا سخت اندیشہ تھا حالانکہ شرعاً اسے بغاوت نہیں کہا جا سکتا کیونکہ یزید کی حکومت جب خلافت ہی نہیں تو بغاوت کیسی؟ ان وجوہ کی بنا پر یزید کے پیش نظر سب سے بڑا مسئلہ اپنی حکومت کی بقاء اور تحفظ کا تھا اس لئے اس نے ان حضرات خصوصاً امام پاک سے بیعت لینا ضروری سمجھا۔ چنانچہ اس نے ولید بن عقبہ گورنر مدینہ کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر دی اور ساتھ ہی ان حضرات سے بیعت لینے سخت تاکیدی حکم بھیجا۔ پس حسین رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو بیعت کے لئے اس طرح پکڑو کہ جب تک بیعت نہ کر لیں

مطلق نہ چھوڑو۔ (تاریخ کامل ابن اثیر صفحہ۴ جلد۴)

ابھی تک اہل مدینہ کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر نہ تھی گورنر مدینہ ولید یزید کے اس حکم سے بہت گھبرایا کیونکہ اس کے لئے اس کی تعمیل بہت مشکل تھی اور وہ اس کے انجام کو بھی اچھی طرح سمجھتا تھا اس نے اپنے نائب مروان بن الحکم کو بلایا اور اس سے اس معاملے میں مشورہ طلب کیا مروان سنگ دل دشمن اہل بیت اور سخت مزاج تھا اس نے کہا میری رائے یہ ہے کہ ان تینوں کو اسی وقت بلائیں اور بیعت کا حکم دیں اگر وہ بیعت کر لیں تو بہتر اگر وہ انکار کریں تو تینوں کا سر قلم کر دو اگر تم نے ایسا نہ کیا تو جب ان کو معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر ملے گی یہ تینوں ایک ایک مقام پر جا کر مدعی خلافت بن کر کھڑے ہو جائیں گے پھر ان پر قابو پانا سخت مشکل ہو جائے گا البتہ عبداللہ بن عمر کو میں جانتا ہوں ان سے توقع کم ہے وہ جدال و قتال کرنا نہیں چاہتے سوائے اس کے کہ یہ امر خلافت خود بخود ان کو دے دیا جائے۔

اس مشورہ کے بعد ولید نے ان تینوں حضرات کو بلا بھیجا اس وقت امام حسین رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ دونوں مسجد نبوی میں تھے اور وہ وقت بھی ایسا تھا کہ اس میں ولید کسی سے ملتا ملاتا نہ تھا۔ قاصد نے ان دونوں کو امیر کا پیغام دیا انہوں نے قاصد سے کہا تم چلو ہم ابھی آتے ہیں۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے امام پاک سے کہا کہ آپ کا کیا خیال ہے امیر نے ایسے وقت جبکہ وہ کسی سے ملتے ملاتے نہیں ہمیں کیوں بلایا ہے؟ امام نے فرمایا: میرا یہ گمان ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے ہیں اور ہمیں اس لئے بلایا ہے کہ ان کی وفات کی خبر عام ہونے سے پہلے وہ ہم سے یزید کی بیعت لے لیں۔ ابن زبیر نے کہا میرا گمان بھی یہی ہے۔ اب آپ

کا کیا ارادہ ہے؟ فرمایا میں اپنے چند جوانوں کو ساتھ لے کر جاتا ہوں کیونکہ انکار کی صورت میں ہوسکتا ہے کہ معاملہ نازک صورت اختیار کر جائے چنانچہ اپنے بھائی عباس رضی اللہ عنہ اور بیٹے علی اکبر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر چلے اور گورنر ہاؤس کے دروازے پر انہیں متعین کر دیا اور ان سے فرمایا کہ اگر میں تمہیں بلاؤں یا تم سنو کہ میری آواز بلند ہو رہی ہے کہ تو فوراً اندر آ جانا اور جب تک میں باہر نہ آؤں یہاں سے ہرگز نہ ہٹنا۔ آپ اندر گئے مروان کے سواسب نے کھڑے ہو کر آپ کا استقبال کیا جب آپ بیٹھ گئے تو ولید نے آپ کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر سنائی اور یزید کی بیعت کے لئے کہا آپ نے تعزیت کے بعد فرمایا میرے جیسا انسان اس طرح چھپ کر بیعت نہیں کر سکتا ورنہ میرے لئے اس طرح خفیہ بیعت کرنا مناسب ہے اگر آپ باہر نکل کر عام لوگوں کو اور ان کے ساتھیوں سے بھی بیعت کی دعوت دیں تو یہ ایک بات ہوگی ولید ابن عقبہ صلح پسند آدمی تھا اس نے کہا اچھا اب تشریف لے جائیں۔

سر الشہادتین صفحہ ۱۲۸ میں ہے: یزید نے دوسرا نامہ ولید بن عقبہ کو لکھا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ، عبدالرحمن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ عبداللہ بن عمر اور ابن زبیر سے بہت ہی جلد میری بیعت لے جس طرح ہو سکے اس میں کوشش کرے جب یہ نامہ ولید کے پاس آیا جناب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو اس نے دار الحکومت میں بلایا آپ نے تیس جانثار ہتھیار بند اپنے غلامان اور احباب سے اپنے ہمراہ لئے اور اعصاء نبوی زیب دست حق پرست کر کے ولید کے پاس چلے اور جوانوں کو دار الحکومت کے

پھاٹک پر کھڑا کیا اور تاکید فرمائی کہ مستعد رہو یہاں سے ٹلو نہیں اڑے رہو۔ جب میری آواز بلند پاؤ تو فوراً بے دھڑک کچہری میں گھس آؤ اور جب تک کوئی میرے مارنے کا ارادہ نہ کرے کچھ بولنا نہیں۔ پہلے تم ہتھیار کھولنا نہیں پھر آپ تنہا ولید کے پاس تشریف لائے ولید نے بڑی تعظیم و تکریم سے آپ کو بٹھایا اور حال وفات معاویہ رضی اللہ عنہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور بیعت طلب کرنے کا یزید کے سنایا۔ آپ نے فرمایا ہم خود غم مادر و پدر و برادر سے بے موت کے مر رہے ہیں کس طرح زندگی کے دن بھر رہے ہیں گو بظاہر جیتے ہیں مگر خون جگر پیتے ہیں میرا ستانا مناسب نہیں غمزدوں کا دل دکھانا مناسب نہیں بہرحال ہم اکیلے چپ چاپ بیعت نہیں کر سکتے یزید (جو امیر بنتے ہی) بدعتی، شارب خمر (بن گیا ہے) کے زیر حکم گردن نہیں دھر سکتے۔ کل سب اہل اسلام میں خبر وفات معاویہ رضی اللہ عنہ کی مشتہر کی جائے اور سارے اہل مدینہ کو طلب بیعت یزید کی خبر دی جائے جو سب مسلمانوں کی رائے ہوگی اس سے مجھے گریز نہیں۔ ولید نے کہا آپ کا فرمانا بہت بجا ہے یہی مناسب ہے یہی زیبا ہے اچھا آج آپ دولت خانے کو تشریف لے جائیں اور کل اسی طرح یہاں تک قدم رنجہ فرمائیں۔ مروان شیطان کے افسر معاندان نے ولید سے کہا کہ اگر اس وقت امام حسین رضی اللہ عنہ یہاں سے پھر جائیں گے تو پھر کبھی تمہارے ہاتھ نہ آئیں گے جب تک بیعت نہ کریں ان کو قید رکھو چھوڑو نہیں میری بات سے منہ موڑو نہیں اور اگر بیعت نہ کریں تو سر ان کا اتار لو ابھی ان کو مار لو۔ آپ نے مروان کو چشم غضب دیکھ کر فرمایا یہ کس کا منہ ہے کہ ایسا ارادہ دل میں لائے میری جانب نظر اٹھائے۔ (کیونکہ آپ کو نانا جان نے خبر دے دی تھی کہ تو کربلا میں شہید ہوگا اس لئے

آپ نے فرمایا مجھے مدینے میں کوئی نہیں مار سکتا)

اعتراض:۔ قرآن مجید میں ہے وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ کوئی جی نہیں جانتا کہ کس زمین مرے گا۔ نبی ﷺ اور حسین رضی اللہ عنہ کو کیسے کربلا میں شہادت کی خبر مل گئی۔؟

جواب:۔ آیت آگے بھی ہے اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ بیشک اللہ تعالیٰ مغیبات خمسہ کا علم رکھنے والا اور اپنے محبوبوں کو خبر دینے والا ہے۔ خبیر کا معنی مخبر بھی ہے۔

(تفسیر صاوی، تفسیر احمدیہ، ترجمہ البیان، ترجمہ کنز الایمان، ترجمہ نیر العرفان)

امام عالی مقام واپس تشریف لے آئے مروان نے ولید سے کہا کہ تم نے میری بات نہ مانی خدا کی قسم اب تم ان پر قابو نہیں پا سکو گے یہ بہترین موقعہ تھا کہ تم ان کو قتل کر دیتے ولید نے کہا تم پر افسوس تم مجھے ایسا مشورہ دے رہے ہو جس میں میرے دین کی تباہی ہے۔ کیا میں صرف اس وجہ سے نواسہ رسول ﷺ کو قتل کر دیتا کہ وہ یزید کی بیعت نہیں کرتے اگر مجھے دنیا بھر کا مال ومتاع مل جائے تو بھی میں ان کے خون سے اپنے ہاتھوں کو آلودہ نہیں کروں گا۔ خدا کی قسم! قیامت کے دن میں جس سے خون حسین کی باز پرس ہوگی وہ ضرور اللہ کے سامنے خفیف المیزان ہوگا۔ مروان نے کہا تم ٹھیک کہتے ہو یہ مروان نے صرف ظاہرداری کے لحاظ سے کہہ دیا تھا ورنہ دل میں وہ ولید کی بات کو ناپسند کرتا تھا۔ (ابن اثیر، طبری)

عبد اللہ بن زبیر طرح طرح کے حیلوں سے ولید کے قاصدوں کو ٹالتے رہے اور ولید کے پاس نہ آئے اور دوسرے دن مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ چلے گئے ولید کا سارا عملہ سارا دن ان کی تلاش میں سرگرداں رہا مگر وہ نہ مل سکے۔ ادھر شام کے وقت پھر ولید

نے امام کے پاس آدمی بھیجا آپ نے فرمایا اس وقت تو میں نہیں آسکتا صبح ہونے دو پھر دیکھیں گے کیا ہوتا ہے۔ ولید نے بات مان لی آپ نے اسی رات اپنے اہل وعیال اور عزیز واقارب کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کی طرف ہجرت کا ارادہ کر لیا۔ گھر والوں کو فرمایا کہ تم تیاری کرو اور آپ خود مسجد نبوی شریف روضہ رسول ﷺ پر حاضر ہوئے نوافل ادا کر کے جوں ہی چہرۂ رسول کے سامنے پہنچ کر دست بستہ سلام کے الفاظ ادا کئے بے ساختہ آنکھوں سے اشک رواں ہو گئے جوار رسول ﷺ سے دوری اور شہر رسول ﷺ سے جدائی کے غم انگیز خیال نے آپ پر رقت طاری کر دی۔ یہی وہ شہر تھا جس میں آپ نے عمر عزیز کا اب تک بیشتر حصہ گزارا تھا بچپن سے اب تک اسی شہر کی پر نور فضاؤں اور معطر ہواؤں میں روز وشب کا سلسلہ تھا۔ یہ شہر آپ کے نانا جان کا شہر تھا آپ اس گلشن رسول ﷺ کے مہکتے پھول تھے۔ مگر اب اس شہر میں آپ کا رہنا مشکل ہو گیا تھا اسی شہر میں آپ کی والدہ ماجدہ کا مدفن تھا آپ کے بھائی حسن رضی اللہ عنہ اسی شہر میں آرام فرماتے اس وقت امام پاک کی کیا کیفیت ہوگی امام پاک اپنے اہل وعیال کے ساتھ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کو ہجرت کر گئے۔

(کامل ابن اثیر صفحہ ۶ جلد ۴، طبری صفحہ ۱۹۰ جلد ۶)

سیدہ فاطمہ صغرا رضی اللہ عنہا کے بارے تین اقوال

پہلا قول:۔ اکثر جاہل واعظین اور تمام رافضی ذاکرین بیان کرتے ہیں کہ فاطمہ صغریٰ چھوٹی بچی اور بیمار تھی۔ بیماری کی وجہ سے امام عالی مقام اسے اکیلا گھر میں چھوڑ گئے۔ اس واقعہ کی کوئی تاریخی سند نہیں۔

دوسرا قول:۔ جو سنی محقق علماء بیان کرتے ہیں سیدہ صغری بالغہ شادی شدہ امام حسن رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حسن مثنی کی خاتون خانہ تھیں۔ امام کی روانگی کے وقت آپ کے خاوند گھر میں موجود نہ تھے اس لئے ان کی اجازت کے بغیر امام عالی مقام بحکم شرع بیٹی کو ساتھ نہ لے گئے۔

تیسرا قول:۔ سیدہ صغری کے خاوند حسن مثنی بیمار تھے۔ بعض علماء کہتے ہیں خاوند کی تیمارداری کے لئے ان کو مدینہ منورہ چھوڑ گئے۔

چوتھا قول:۔ شیعہ کی معتبر کتاب منتہی الآمال صفحہ ۳۸۰ جلد۱ میں شیخ عباس قمی رافضی لکھتا ہے: دیگر فاطمہ کہ زوجہ حسن مثنی بودہ کہ در کربلا حاضر بود یعنی دوسری فاطمہ جو حسن مثنی کی زوجہ تھیں کربلا میں موجود تھیں۔ واللہ ورسول اعلم بحقیقة الحال

محمد بن حنفیہ کا مشورہ:۔ آپ کے بھائی محمد بن حنفیہ نے آپ سے کہا بھائی میں تم سے زیادہ کسی کو محبوب اور عزیز نہیں رکھتا اور تمام خلق خدا میں کسی کو اس کا مستحق نہیں سمجھتا کہ اس کے ساتھ آپ سے زیادہ خیر خواہی کروں۔ لہٰذا میرا مشورہ یہ ہے کہ جہاں تک ہو سکے آپ یزید کی بیعت اور کسی مخصوص شہر کے ارادہ سے الگ رہیں اور دیہات اور ریگستان میں قیام کریں اور لوگوں کے پاس اپنے قاصد بھیج کر ان کو اپنی بیعت کی دعوت دیں اگر وہ لوگ بیعت کرلیں تو آپ اس پر اللہ کا شکر کریں اور اگر وہ کسی اور شخص پر متفق ہو جائیں تو اس سے آپ کے اوصاف وکمالات اور فضیلت میں اللہ کچھ کمی اور کچھ فرق نہ آنے دے گا۔ مجھے خوف ہے کہ ان حالات میں اگر آپ کسی مخصوص شہر یا کسی مخصوص جماعت کے پاس جائیں گے تو ان میں اختلاف پیدا ہو جائے گا

ایک گروہ آپ کے ساتھ ہوگا اور دوسرا آپ کے خلاف پھر ان دونوں میں جنگ وجدال کی نوبت آئے گی اور سب سے پہلے آپ ان کے تیروں کا نشانہ بنیں گے۔ ایسی صورت میں ایک معزز اور شریف ترین شخص جو بہ لحاظ حسب ونسب اس ساری امت سے بہتر ہے اس کا خون سب سے زیادہ ارزاں ہو جائے گا اور اس کے اہل وعیال کو ذلیل کیا جائے گا۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا بھائی پھر میں کہاں جاؤں؟ محمد بن حنفیہ نے کہا مکہ۔ اگر وہاں آپ کو اطمینان حاصل ہو جائے تو کوئی نہ کوئی سبیل پیدا ہو جائے گی اور اگر اطمینان حاصل نہ ہو تو پھر ریگستانوں اور پہاڑوں کی طرف چلے جائیں اور ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف منتقل ہوتے رہیں اور لوگوں کے ملتے ہوئے حالات دیکھتے رہیں پھر آپ کسی نہ کسی نتیجہ پر پہنچ جائیں گے کیونکہ جب واقعات سامنے آجاتے ہیں تو رائے بہت زیادہ صحیح ہو جاتی ہے۔ امام عالی مقام نے فرمایا: بھائی تم نے خیر خواہی اور شفقت فرمائی ہے مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ تمہاری رائے درست اور موافق ثابت ہوگی یہ کہہ کر آپ یزید بن مفرغ کے اشعار پڑھتے ہوئے مسجد میں داخل ہوئے۔ (جن کا ترجمہ یہ ہے) جس دن کہ ظلم وستم سے میرا گلا گھونٹ دیا جائے گا اور موت میرا انتظار کر رہی ہوگی اگر میں میدان چھوڑ جاؤں تو پھر کسی بھی صبح کے وقت غارت کے لئے اونٹوں کو نہ چولگاؤں گا اور نہ ہی اپنا نام یزید رکھوں گا۔ (کامل ابن اثیر صفحہ ۹ جلد ۴ طبری صفحہ ۱۹۰ جلد ۶)

ایک شبہ کا ازالہ:۔ یزیدی مولوی محمد عباسی نے خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ اور یزید صفحہ ۹۷ میں لکھا ہے: محمد بن حنفیہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے خروج کو طلب

حکومت وخلافت کا ایک ایسا ہی مسئلہ سمجھتے تھے جو مقتضیات زمانہ اور احکام شرع کے اعتبار سے جائز اور مناسب نہ تھا۔ اس کے متعلق جواباً عرض ہے کہ اگر محمد بن حنفیہ کے نزدیک خروج امام مقتضیات زمانہ اور احکام شرعیہ کے اعتبار سے ناجائز اور نامناسب ہوتا تو پھر وہ امام کو یہ کیوں کہتے کہ یزید کی بیعت سے الگ رہو اور اپنی بیعت کی دعوت دو بلکہ وہ واضح الفاظ میں یوں کہتے کہ تمہارے لئے از روئے شریعت کسی حالت میں بھی یہ خروج جائز نہیں اور نہ تمہیں خلیفہ راشد وعادل کے ہوتے ہوئے یہ حق پہنچتا ہے کہ تم اس کے خلاف بغاوت کرو۔ ان کو خروج سے نہ روکنا اور تدبیریں بتانا کہ دیہات اور پہاڑوں میں قیام کرو اور لوگوں کے پاس وفود بھیجو اور ان کو اپنی بیعت کی دعوت دو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ان کے نزدیک امام کا خروج شرعی طور پر ناجائز نہ تھا بلکہ امام جو طریقہ اختیار کر رہے ہیں وہ طریقہ ان کے نزدیک مصلحت کے خلاف اور غیر مفید تھا۔ رہا خود محمد بن حنفیہ کا بیعت کرنا تو وہ بعض صحابہ کی طرح فتنہ وفساد سے بچنے کے لئے تھا نہ کہ خلیفہ کے کردار کی خوبی یا اس کے حق ہونے کی بنا پر تھا۔

ثابت ہوا کہ محمد بن حنفیہ بھی دوسرے بعض صحابہ کی طرح فی نفسہ یزید کے خلاف خروج کو نا جائز یا برا نہیں جانتے تھے بلکہ خارجی اسباب ووجوہ کی بنا پر اسے غیر موثر اور خلاف مصلحت سمجھتے تھے۔ لہٰذا یزیدی ملاں محمود عباسی کا یہ کہنا کہ محمد بن حنفیہ امام کے خروج کو شرعی طور پر ناجائز سمجھتے تھے بالکل غلط اور تاریخ کی کھلی تکذیب ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ کا مشورہ دور اندیشی اور مصلحت پر مبنی تھا ارباب عقل ودانش اس قسم کی مصلحت آمیزیوں اور دور اندیشیوں سے کام لیتے ہیں اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیتے ہیں اور بعض موقعوں پر مصلحت سے کام لینا

کوئی بری بات بھی نہیں ہے لیکن اہل عشق ومحبت کا مزاج کچھ اس سے مختلف ہی واقع ہوا ہے۔ بقول اقبال علیہ الرحمۃ:

جملہ عالم ساجد ومسجود عشق سومنات عقل را محمود عشق
عشق سلطان است وبرہان مبین ہر دو عالم عشق را زیر نگین

عناصر الشہادتین صفحہ ۱۴۹ میں ہے:۔

ولید نے یہ حال یزید کے پاس لکھا فوراً ولید کے نام بتاکید تمام جواب آیا کہ اگر امام حسین بیعت نہ کریں تو ان کا سر کاٹ کر جلد یہاں روانہ کرے کچھ ڈرے نہیں کام مردانہ کرے اس کے عوض تیرے درجے بلند کروں گا جو ہیں ان سے دو چند کروں گا۔ ولید نے نامہ پڑھ کر کہا لاحول ولا قوۃ الا باللہ اگر یزید مجھے ساری دنیا دیدے یا میرا سارا خاندان لوٹ لیوے تب بھی قتل فرزند رسول ﷺ کے میں ہرگز سعی نہ کروں کا راہ جہنم میں قدم نہیں دھروں گا مجھے یزید کا ڈر خاک نہیں وہ کچھ ستم کرے مجھے باک نہیں (یعنی ڈر نہیں)

روایت ہے کہ جب چند نامے متواتر اس مضمون کے ولید کے پاس آئے یہ سب نامے ولید نے چپکے چپکے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس بھجوائے کہ اے شاہزادے اب اسی مضمون کے نامے متواتر آپ کے قتل کے واسطے چلے آتے ہیں مگر ہم اسے کچھ بھی خیال میں نہیں لاتے اعداء کو ہر طرح کا زور ہے ان کا ہر طور سے شور ہے میرے خیال میں کوئی بات آتی نہیں حیران ہوں کوئی مصلحت جی میں سماتی نہیں۔

نوٹ ضروری: اہل سنت کے عقائد کی کتاب شرح عقائد نسفی میں ہے قد کفر

یزید حین امر بقتل الحسین۔ یزید لعین نے حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا حکم دے کر کفر کیا۔ پس یزید اور اس کے اعوان و انصار پر اللہ کی لعنت ہو۔

امام عالی مقام اس نامے کو پڑھ کر شب کے وقت روضہ انور حضور ﷺ پر آئے اور سلام بجالائے اور مزار مبارک سے لپٹ کر اس قدر روئے کہ در و دیوار روئے رو رو کر فرماتے تھے نانا جان حسین آپ پر قربان یہ وہی حسین آپ کا نواسہ ہے یزید بے رحم اس کے خون کا پیاسا ہے یہ وہی حسین آپ کے دوش کا راکب ہے کہ اب ہر کس و ناکس اس کے خون کا طالب ہے دشمن کو کچھ آپ کے اہل بیت کا پاس نہیں خدا سے کچھ خوف و ہراس نہیں خونِ جگر پی پی کر کہاں تک رہوں جور اعداء کتنا سہوں۔ بھائی غمخوار کو بھی آپ نے اپنی آغوش نازنین میں سلا لیا اب میری بے کسی پر کون کڑھے میری بے بسی ہر کس کا دل دکھے کوئی مونس نہیں محرم راز نہیں، بجز درد و غم کے ہمدم نہیں دمساز نہیں آہ درد دل کس سے کہیں زخم جگر کب تک سہیں۔

غرض اس طرح رات بھر روتے رہے، جی جان کھوتے رہے صبح ہوتے گھر چلے آئے۔ دوسری رات پھر مزار شریف پر جا کر الوداع الفراق کہتے کہتے بے خود ہو گئے۔ روتے روتے مرقد اقدس پر سر رکھ کر سو گئے کیا دیکھتے ہیں کہ حضور ﷺ بنفس نفیس مع فوج ملائکہ وہاں تشریف لائے اور حضرت امام کے سر اقدس کو اپنے سینہ پر گنجینہ سے لپٹا کر خوب گلے ملایا اور آپ کی پیشانی پر بوسہ دیا اور فرمایا نور العینین بیٹا حسین رضی اللہ عنہ اب قریب ہے کہ اشقیاء کربلا میں تمہیں قطرہ آب سے ترسا کے بینہ تیروں کا برسا کے شربت شہادت پلائیں گے پھر بھی باوجود اس کمینہ حرکت کے وہ میری شفاعت کی امید رکھیں گے حالانکہ وہ قیامت میں میری شفاعت سے محروم رہیں گے اے نور چشم

حسین تمہارے ماں باپ اور بھائی بھی میرے پاس بہت محزون اور خستہ دل آئے ہیں یہاں آ کر سب داستانِ غم سنائے ہیں تم بھی ان ہی کی طرح اعداء سے سو سو طرح کے رنج اٹھاؤ گے پھر اسی طرح میرے پاس مجروح تن خستہ جگر قتیل خونین پیرہن میں آؤ گے۔ سو بیٹا صبر کرنا۔

تمہارے واسطے بہشت میں ایسے بڑے بڑے درجے ہیں جب تک سر میدان سر نہ کٹاؤ گے وہ مدارج علیا نہ پاؤ گے ماں باپ تمہارے دیکھنے کو بے قرار ہیں۔ امام عالی مقام نے خواب ہی میں عرض کیا نانا جان حسین کو اب دنیا میں رہنے کی حاجت نہیں درد فراق سہنے کی طاقت نہیں اسی وقت مجھے اپنی مزار اقدس میں لے لیجیے درد دل کی دوا کیجیے پھر خواب سے بیدار ہوئے سجدہ شکر بجالائے محو دیدار ہوئے کہ خیال جمال جد بزرگوار اور مژدہ شہادت اور حصول درجات عالیہ مارے خوشی کے بھول گئے سارا رنج و غم بھول گئے اور اپنے اہل بیت کو یہ خواب کہہ سنایا اور مدینے سے واسطے زیارت بیت اللہ کے عزم مکے کا فرمایا پھر دوسری شب کو بھائی سے رخصت ہونے کو جنت البقیع میں گئے روتے روتے بے ہوش ہوئے بھائی جان آپ نے مجھ سے منہ پھیرا ہر طرف سے رنج و مصیبت نے گھیرا سارا جسم سنگِ غم سے چور ہے خوشی کوسوں دور ہے اب رخصت ہوتا ہوں پھر حشر ہی میں ملاقات ہوگی وہاں اچھی طرح بات ہوگی پھر وہاں سے مزار مہبط انوار مادر مہربان کے تشریف لائے اشک خونیں آنکھوں سے بہائے۔ السلام علیک یا اماہ پھر عرض کی اے مادر مہربان اے مادر مہربان حسین بے کس و بے جان کو رخصت کیجیے آخری سلام لیجیے یہ کہا اور مزار شریف حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کی قبر سے لپٹ گئے اس قدر روئے کہ جگر حالان

عرش کے پھٹ گئے پھر آدھی رات کو وہاں سے روضہ مبارک پر اپنے جد بزرگوار علیہ السلام کے رخصت ہونے کو حاضر ہوئے سلام اور طواف کر کے نماز میں مشغول ہوئے پس آنکھ لگ گئی پھر دیکھا کہ حضور علیہ السلام نے وہاں قدم رنجہ فرمایا اور سر آپ کا اٹھا کر اپنی گود میں لیا شاہزادے نے رو رو کر عرض کی نانا جان آپ کے نام نہاد امتی مجھے بہت ستاتے ہیں مدینے میں کیونکر رہوں ستم اعداء کتنا سہوں بعزم کربلا زیارت بیت اللہ کی تیاری ہے دیکھئے میرے سر بریدہ کو بھی تقدیر یہاں پھر لاتی ہے یا اسی طرف کہیں خاک میں ملاتی ہے آپ ﷺ نے فرمایا بیٹا تم بھی شربت شہادت پی کر میرے پاس آؤ گے جنت میں ہمارے پاس رہو گے درجہ عالی پاؤ گے نور العین حسین رضی اللہ عنہ عین فرات کے کنارے تم بھوکے پیاسے ہو گے پھر خاک کربلا ہو گی اور تمہارا لاشا ہو گا تمہارا تن نازنین زخموں سے چور اور سر بدن سے دور ہو گا۔ اے حسین منتظر وقت رہو۔ پھر نیند سے بیدار ہوئے سلام رخصتی بجا لائے اور بعزم روانگی مکہ معظمہ اسلام گھر چلے گئے۔

مدینہ منورہ سے رحلت:۔ امام عالی مقام مدینہ منورہ کو چھوڑتے وقت جب اپنے نانا جان ﷺ کے روضہ انور پر حاضر ہوئے ہوں گے اور صلاۃ وسلام عرض کر کے رخصت واجازت طلب کی ہو گی اس وقت آپ کی کیا کیفیت ہوئی ہو گی بلاشبہ دیدۂ خون بار نے اشک غم کی بارش کی ہو گی قلب حزیں صدمہ جدائی وفراق سے گھائل ہو رہا ہو گا اور لبوں پر یہ الفاظ ہوں گے کہ کندھوں پر چڑھا کر کھلانے والے نانا آغوش رحمت ومحبت میں لے کر لوریاں سنانے والے نانا، ماتھے رخسار اور لبوں کو چومنے والے نانا

اے میرے ناز اٹھانے والے نانا آج میرا حال دیکھئے میں غمگین و پریشان ہوں اشکبار ہوں اس لئے کہ آپ کا مقدس شہر چھوڑ رہا ہوں وہ شہر جو مجھے سب سے زیادہ عزیز اور محبوب ہے لیکن میں کیا کروں میرا یہاں رہنا دشوار ہو گیا ہے میں جا رہا ہوں مجھے اجازت دیجئے اور ادھر روضہ اقدس میں نازوں سے پالنے والے نانا جان کی کیا حالت ہو گی یہ تصور دلوں کو پاش پاش کر دیتا ہے یہ دن کیسا دن تھا سخت رنج و غم کا دن تھا کہ نواسہ نبی، جگر گوشہ علی، نور دیدۂ زہرا، سرور قلب حسن مجتبیٰ جا رہا ہے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جا رہا ہے۔ پھر آپ یہ آیت پڑھتے ہوئے شعبان ۶۰ھ میں بمعہ اہل وعیال مکہ مکرمہ کی طرف چل پڑے فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا يَتَرَقَّبُ قَالَ رَبِّ نَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ تو وہ (موسیٰ علیہ السلام) اس شہر سے نکلا ڈرتا ہوا اس انتظار میں کہ اب کیا ہوتا ہے اے میرے رب مجھے ظالم قوم سے نجات عطا فرما۔

عبداللہ بن مطیع سے ملاقات:۔ راستہ میں حضرت عبداللہ بن مطیع سے ملاقات ہوئی انہوں نے آپ کو مع اہل وعیال مدینہ منورہ سے جاتے ہوئے دیکھا تو پوچھا میں آپ پر قربان ہو جاؤں آپ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں؟ فرمایا فی الحال تو مکہ مکرمہ جا رہا ہوں وہاں جا کر اللہ تعالیٰ سے استخارہ کروں گا کہ کہاں جاؤں عبداللہ نے کہا اللہ آپ کو اپنی امان میں رکھے اور ہمیں آپ پر فدا کرے جب آپ مکہ پہنچ جائیں تو کوفہ کا ہرگز ارادہ نہ فرمائیں کہ وہ ایک منحوس شہر ہے وہیں آپ کے والد ماجد شہید ہوئے وہیں آپ کے بھائی حضرت حسن کو ان کے شیعوں نے بے یار و مددگار چھوڑ دیا اور ان پر برچھی کا وار کیا گیا قریب تھا کہ وہ جاں بحق تسلیم ہو جاتے اور آپ نے فرمایا معاویہ

رضی اللہ عنہ مجھے ان لوگوں سے بہتر ہے جو اپنے آپ کو ہمارے شیعہ کہلواتے تھے

(ملاحظہ ہوں کتب روافض جلاء العیون صفحہ ۲۶۱ وغیرہ)

آپ مکہ ہی میں رہیں اس کوفہ چھوڑیں آپ عرب کے سردار ہیں اہل حجاز آپ کے برابر کسی کو نہیں سمجھے ہر طرف سے لوگ آپ کے پاس آئیں گے آپ حرم کعبہ کو ہرگز ہرگز نہ چھوڑیے۔ جب آپ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو یہ آیت پڑھی:

وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَاءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسَىٰ رَبِّي أَنْ يَهْدِيَنِي سَوَاءَ السَّبِيلِ اور جب (موسیٰ علیہ السلام) مدین کی طرف متوجہ ہوا کہا امید ہے کہ میرا رب مجھے سیدھی راہ چلائے گا۔

(القصص)

آپ کے مکہ مکرمہ پہنچنے کی خبر سن کر لوگ جوق در جوق آپ کے پاس آنے لگے اور زیارت کا شرف حاصل کرنے لگے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر بھی مکہ مکرمہ ہی میں تھے وہ بھی آپ کے پاس آتے جاتے اہل مکہ کو آپ کے آنے کی بہت خوشی ہوئی تھی وہ آپ کے دیدار پرانوار سے اپنے دیدہ و دل کو روشن و منور کر رہے تھے۔

اہل کوفہ کے خطوط اور وفود:۔ کوفہ شیعان علی رضی اللہ عنہ کہلانے والوں کا مرکز اور گڑھ تھا اس لئے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں دار الخلافہ مدینہ طیبہ سے منتقل کر کے کوفہ میں قائم کیا تھا لہٰذا آپ کے تمام محب و شیعہ کہلانے والے وہیں جا کر آباد ہو گئے تھے یہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں بھی امام عالی مقام کی خدمت میں کوفہ تشریف آوری کی درخواستیں بھیج چکے تھے اب جب اہل کوفہ کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے انتقال اور امام عالی مقام

اور عبداللہ بن زبیر اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا بیعت یزید سے انکار کرنا معلوم ہوا تو کوفہ کے تمام شیعان علی کہلوانے والے حضرت سلیمان بن صرد الخزاعی کے گھر جمع ہوئے طبری صفحہ ۱۹۷ جلد ۶ میں محمد بن بشیر ہمدانی کا بیان ہے: ترجمہ: تمام شیعہ سلیمان بن صرد کے گھر جمع ہوئے اور معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کا ذکر کر کے سب نے اللہ کا شکر کیا پھر سلیمان بن صرد نے سب سے کہا معاویہ رضی اللہ عنہ فوت ہو گیا ہے اور امام حسین رضی اللہ عنہ نے یزید پلید کی بیعت سے انکار کیا ہے اور مکہ چلے گئے ہیں اور تم لوگ ان کے اور ان کے باپ (مولا علی رضی اللہ عنہ) کے شیعہ ہو پس تم خوب جان لو کہ اگر تم ان کے معاون بن سکتے ہو اور ان کے دشمنوں سے جہاد کر سکتے ہو تو ان کو لکھو اور اگر تمہیں اپنی کم زوری اور بزدلی کا اندیشہ ہو تو ان کو دھوکہ نہ دو سب نے کہا کہ نہیں ہم ان کو دھوکہ نہیں دیں گے بلکہ ہم ان کے دشمنوں سے جنگ کریں گے اور ان پر اپنی جانیں نثار کریں گے سلیمان نے کہا پھر لکھو تو انہوں نے آپ کی طرف لکھا۔

رافضی مذہب کی معتبر کتاب جلاء العیون صفحہ ۱۳۹ جلد ۲ میں ملا باقر مجلسی رافضی لکھتا ہے: جب یہ خبر اہل کوفہ کو پہنچی تو شیعان کوفہ سلیمان بن صرد خزاعی کے گھر میں جمع ہوئے سلیمان نے کہا جب کہ معاویہ رضی اللہ عنہ فوت ہو گیا اور امام حسین رضی اللہ عنہ یزید کی بیعت سے انکار کر کے مکہ معظمہ چلے گئے اور تم ان کے شیعہ ہو اور ان کے والد بزرگوار کے شیعہ ہو اگر جانتے ہو کہ ان کی مدد کر سکو گے اور بجان و مال ان کی خدمت میں لکھ کر یہاں بلا لو اور اگر ان کی مدد میں سستی اور کاہلی کرو گے یہ جان لو کہ شرط نیک خواہی اور متابعت کی بجا آوری نہ کرو گے تو ان کو فریب نہ دو اور ہلاکت میں

نہ ڈالو۔ شیعوں نے کہا جب حضرت اس شہر کو اپنے نور قدم سے منور کریں گے ہم سب بہ قدم اخلاص ان کی خدمت میں حاضر ہو کے ان سے بیعت کریں گے ان کی نصرت میں جان فشانی اور دشمنوں سے حفاظت میں کوشش کریں گے۔

(جلاء العیون مترجم صفحہ ۱۳۸ جلد ۲، شائع کردہ شیعہ جنرل بک ایجنسی محلہ شیعہ لاہور)

ثابت ہوا کہ امام عالی مقام کو کوفہ میں بلانے والے سب شیعہ ہی تھے چنانچہ خطوط اور وفود کا تانتا لگ گیا یہاں تک کہ بقول ملا باقر مجلسی بارہ ہزار خطوط شیعہ مومنین کے امام کے پاس پہنچے مضامین کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ جلد از جلد کوفہ تشریف لائیں مسند خلافت آپ کے لئے خالی ہے مومنین شیعوں کے اموال اور ان کی گردنیں آپ کے لئے حاضر ہیں سب کے سب آپ کے منتظر اور مشتاق دید ہیں۔ آپ کے سوا کوئی ہمارا امام اور پیشوا نہیں ہے آپ کی مدد کے لئے یہاں لشکر مہیا و حاضر ہے۔ نعمان بن بشیر حاکم کوفہ دار الامارت میں بیٹھا ہے ہم جمعہ اور عیدین کی نماز پڑھنے نہیں جاتے جب آپ کوفہ تشریف لائیں گے ہم اس کو کوفہ سے نکال دیں گے۔

(جلاء العیون صفحہ ۱۳۹ جلد ۲)

آخری خط آنے کے بعد امام عالی مقام نے ان کو جواب لکھا بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ خط حسین بن علی شیعہ مومنین مسلمانان اہل کوفہ کی طرف ہے۔ اما بعد! بہت سے قاصدوں اور خطوط کے آنے کے بعد جو تم نے خط ہانی اور سعید کے ہاتھ مجھے بھیجا ہے وہ مجھے پہنچا سب تمہارے خطوط میرے پاس پہنچے اور سب کے مضامین سے مطلع ہوا تم نے سب خطوط میں مجھے لکھا ہے کہ ہمارا کوئی امام نہیں بہت جلد ہمارے پاس تشریف لایئے۔ خدا آپ کی برکت سے ہم کو بھی بحق ہدایت کرے واضح ہو کہ میں

بالفعل تمہارے پاس اپنے برادر عم ۔۔۔ اعتماد مسلم بن عقیل کو بھیجتا ہوں اگر مسلم مجھے لکھیں جو کچھ تم نے مجھے خط میں لکھا ہے بمشورہ عقلاء و دانایان و اشراف و بزرگان قوم لکھا ہے اس وقت میں بہت جلد انشاء اللہ تمہارے پاس چلا آؤں گا میں اپنی جان کی قسم کھاتا ہوں کہ امام وہی ہے جو درمیان مردم بہ کتاب خدا حکم اور بعدالت قیام کرے اور قدم جادۂ شریعت مقدسہ سے باہر نہ رکھے اور لوگوں کو دین حق پر مستقیم رکھے۔ والسلام۔ (جلاء العیون صفحہ ۱۴۰ جلد ۲)

امام عالی مقام نے جب اہل کوفہ کے خطوط اور وفود سے ان کے جذبات عقیدت ومحبت جان و مال قربان کرنے کی تمناؤں اور کوفہ آنے کی التجاؤں کو دیکھا تو فیصلہ کیا کہ پہلے اپنے چچازاد بھائی حضرت مسلم بن عقیل کو تحقیق حال کے لئے بھیجنا چاہیے۔

چنانچہ آپ نے ان کو ایک خط دیا جو آپ نے اہل کوفہ کے نام تحریر فرمایا تھا اور فرمایا کہ آپ کوفہ جا کر بذات خود براہ راست حالات کا صحیح اندازہ لگائیں اور اطلاع دیں اگر حالات سازگار ہوں گے تو میں بھی آجاؤں گا اور اگر حالات درست نہ ہوں تو واپس آجائیں۔

صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین شاہ مراد آبادی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں اگرچہ امام کی شہادت کی خبر مشہور تھی اور کوفیوں کی بے وفائی کا پہلے بھی تجربہ ہو چکا تھا مگر جب یزید بادشاہ بن گیا اور اس کی حکومت وسلطنت دین کے لئے خطرہ تھی اور اس وجہ سے اس کی بیعت ناروا تھی اور وہ طرح طرح کی تدبیروں اور حیلوں سے چاہتا تھا کہ لوگ اس کی بیعت کریں ان حالات میں کوفیوں کا پاس ملت یزید کی بیعت سے دست کشی کرنا اور حضرت امام سے بیعت ہونا امام پر لازم کرتا تھا کہ ان کی درخواست قبول

فرمائیں۔ جب ایک قوم ظالم وفاسق کی بیعت پر راضی نہ ہو اور صاحب استحقاق اہل سے درخواست بیعت کرے اس پر اگر وہ ان کی استدعا قبول نہ کرے تو اس کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ وہ اس قوم کو اس جابر ہی کے حوالے کرنا چاہتا ہے امام اگر اس وقت کوفیوں کی درخواست قبول نہ فرماتے تو بارگاہ الٰہی میں کوفیوں کے اس مطالبے کا امام کے پاس کیا جواب ہوتا کہ ہم ہر چند درپے ہوئے مگر امام بیعت کے لئے راضی نہ ہوئے بدیں وجہ ہمیں یزید کے ظلم وتشدد سے مجبور ہو کر اس کی بیعت کرنا پڑی اگر امام ہاتھ بڑھاتے تو ہم ان پر جانیں فدا کرنے کے لئے حاضر تھے۔ یہ مسئلہ ایسا درپیش آیا جس کا حل بجز اس کے اور کچھ نہ تھا کہ حضرت امام ان کی دعوت پر لبیک فرمائیں اگرچہ اکابر صحابہ کرام حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر، حضرت جابر اور حضرت ابو واقد لیثی وغیرہ رضی اللہ عنہم حضرت امام کی اس رائے سے متفق نہ تھے اور انہیں کوفیوں کے عہد ومواثیق کا اعتبار نہ تھا۔ امام کی محبت اور شہادت امام کی شہرت ان سب کے دلوں میں اختلاج پیدا کر رہی تھی گو کہ یہ یقین کرنے کی بھی کوئی وجہ نہ تھی کہ شہادت کا یہی وقت ہے اور اسی سفر میں یہ مرحلہ درپیش ہوگا لیکن اندیشہ مانع تھا۔ حضرت امام کے سامنے مسئلہ کی یہ صورت درپیش تھی کہ اس استدعا کو رد کرنے کے لئے عذر شرعی کیا ہے ادھر اس لئے جلیل القدر صحابہ کے شدید اصرار کا لحاظ ادھر اہل کوفہ کی استدعا رد فرمانے کے لئے کوئی عذر شرعی نہ ہونا حضرت امام کے لئے نہایت پیچیدہ مسئلہ تھا جس کا حل بجز اس کے کچھ نظر نہ آیا کہ پہلے حضرت امام مسلم کو بھیجا جائے اگر کوفیوں نے بدعہدی وبے وفائی کی تو عذر شرعی مل جائے گا اور اگر وہ اپنے عہد پر قائم رہے تو صحابہ کو تسلی دی جاسکے گی۔

(سوانح کربلا صفحہ ۵۲)

مناصر الشہادتین صفحہ ۱۵۶ میں ہے: پھر آپ مکہ مکرمہ پہنچ کر بقیہ شعبان اور تمام رمضان اور شوال اور ذیقعدہ امن وامان سے رہے، بہر صورت اطمینان سے رہے اور اہل مکہ مارے خوشی کے پھولے نہ سماتے تھے پانچوں وقت فوج در فوج لوگ آپ کے پیچھے نماز کو آتے تھے۔ سعید بن عاص کہ والی مکہ تھا لوگوں کا یہ اژدحام اور ہر اطراف وجوانب سے اس قدر دھوم دھام دیکھ کر گھبرایا اور مکہ سے بھاگا مدینہ منورہ آیا پھر مدینے سے یزید پلید کو خط لکھا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے تمہاری بیعت نہ کی اور مدینہ منورہ سے فلاں تاریخ کو مکہ معظمہ آئے سب اہل مکہ اور ہر اطراف وجوانب کے لوگ ان کے ساتھ رجوع لائے۔ جب یہ حال یزید شقی نے سنا مارے غم وغصے کے سر کو دھنا اور اس نظر سے کہ ولید بن عقبہ نے پکڑنے میں امام کے تقصیر کی امارت مدینے کی اس سے چھین لی اور ابن الاشدق کو دی۔

حضرت مسلم کوفہ میں:۔ حضرت مسلم اپنے دونوں صغیر السن صاحبزادوں محمد وابراہیم کو ساتھ لے کر کوفہ پہنچے کوفہ والے منتظر اور چشم براہ تھے۔ انہوں نے آپ کے آنے پر بے پناہ عقیدت ومحبت کا اظہار کیا۔ آپ نے مختار بن ابو عبیدہ ثقفی اور بقول بعض ابن عوسجہ کے ہاں قیام فرمایا۔ محبان اہل بیت بڑے جوش عقیدت سے بیعت کرنے لگے اور بیعت کے وقت بڑی بڑی قسمیں کھاتے تھے کہ جان ومال قربان کر دیں گے اور آپ کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے۔ امام مسلم نے جب ان کے جذبات عقیدت ومحبت کو دیکھا تو امام عالی مقام کی خدمت میں عریضہ لکھا اس میں حالات کی اطلاع دی اور یہ کہ اب تک ایک روایت کی رو سے بارہ ہزار اور ایک دوسری روایت کی رو سے

اٹھارہ ہزار اور تیسری روایت کی رو سے چالیس ہزار آدمی بیعت کر چکے ہیں آپ ضرور تشریف لائیں تا کہ ملت اسلامیہ کو یزید کے ناپاک تسلط سے نجات ملے اور لوگ امام برحق اور خلیفہ عادل وراشد کی بیعت کے شرف سے مشرف ہوں اور دین حق کی تائید ہو۔ حضرت نعمان بن بشیر جو اس زمانہ میں کوفہ کے گورنر تھے جب وہ حالات سے باخبر ہوئے تو برسر منبر فرمایا اے لوگو یہ بیعت یزید کی مرضی کے خلاف ہے وہ اس پر بہت بھڑکے گا اور فتنہ وفساد برپا ہوگا عبداللہ بن مسلم حضرمی جو بنی امیہ کے ہوا خواہوں میں سے تھا اٹھ کھڑا ہوا اور کہا کہ آپ جو دیکھ رہے ہیں سخت گیری کے بغیر اس کی اصلاح نہیں ہو سکتی آپ دشمن کے مقابلے میں بہت کمزور ثابت ہو رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری کے ساتھ میرا اشمار کمزوروں میں ہو یہ اس بات سے بہتر ہے کہ اس کی نافرمانی کے ساتھ میرا اشمار عزت والوں میں ہو یہ فرما کر آپ منبر سے اتر آئے۔ عبداللہ حضرمی نے وہاں سے اٹھ کر یزید کو خط لکھ دیا کہ مسلم بن عقیل کوفہ میں آگئے ہیں شیعوں نے حسین بن علی کے نام پر ان سے بیعت کر لی ہے اگر آپ کوفہ کو بچانا چاہتے ہیں تو کسی زبردست آدمی کو حاکم بنا کر بھیجیے جو آپ کے فرمان کے مطابق عمل کر سکے نعمان بن بشیر یا تو کمزور ہیں اور یا جان بوجھ کر کمزوری دکھا رہے ہیں۔

(طبری صفحہ ۱۸۱ جلد ۲)

عمارہ بن عقبہ اور عمرو بن سعد نے بھی اسی مضمون کے خطوط یزید کو لکھے ان خطوط کے پہنچنے پر یزید سخت غضب ناک ہوا اور اپنے خاص دوستوں کو بلا کر اس نے مشورہ کیا ان لوگوں نے کہا کہ کوفہ کا گورنر ابن زیاد کو مقرر کیا جائے وہ بہت سخت آدمی ہے کسی کی پرواہ نہ کرے گا۔ یزید نے ان لوگوں کے مشورہ پر عمل کیا کوفہ کے گورنر حضرت نعمان بن بشیر

کو معزول کر دیا اور عبداللہ بن زیاد جو بصرہ کا گورنر تھا اسے کوفہ کا بھی گورنر بنا دیا اور حکم دیا کہ وہ فوراً کوفہ پہنچ جائے مسلم بن عقیل کو گرفتار کر کے شہر بدر کر دے یا قتل کر دے اور حسین بن علی رضی اللہ عنہما آئیں تو ان سے بھی میری بیعت طلب کرے اگر وہ بیعت کر لیں تو بہتر ورنہ ان کو بھی قتل کر دے۔

ابن زیاد کا کوفہ آنا:۔ یزید کا حکم نامہ ملتے ہی عبیداللہ بن زیاد نے اپنے بھائی عثمان بن زیاد کو بصرہ میں اپنا جانشین مقرر کیا اور دوسرے دن کوفہ کے لئے روانہ ہو گیا قادسیہ پہنچ کر اپنے سپاہیوں کو وہیں چھوڑ دیا اور از راہ فریب حجازی لباس پہن کر اونٹ پر سوار ہوا اور بیس آدمیوں کو اپنے ہمراہ لے کر حجازی راستہ سے مغرب اور عشاء کے درمیان کوفہ میں داخل ہوا۔ رات کے اندھیرے میں اس مکر وفریب کے ساتھ پہنچنے سے اس کا مطلب یہ تھا کہ اس وقت کوفیوں میں یزید کے خلاف ایک زبردست لہر دوڑی ہوئی ہے لہٰذا ایسے طور پر داخل ہونا چاہیے کہ وہ ابن زیاد کو پہچان نہ سکیں اور سمجھیں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے ہیں تا کہ امن وعافیت کے ساتھ وہ کوفہ میں داخل ہو جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا اہل کوفہ جن کو حضرت امام عالی مقام کی آمد کا انتظار تھا حجازی لباس میں حجازی راستہ سے ساز وسامان کے ساتھ آتا دیکھ کر رات کی تاریکی میں ہر شخص نے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما تشریف لے آئے سب نے نعرۂ مسرت بلند کیا مرحبا بک یا ابن رسول اللہ ﷺ اور قدمت خیر مقدم کہتے ہوئے اس کے آگے پیچھے چلے۔ ابن زیاد بدنہاد کسی کو کچھ جواب نہ دیتا تھا بلکہ آوازوں کو سنتا اور چہروں کو بغور دیکھتا ہوا چلا جا رہا تھا شور سن کر اور بھی لوگ گھروں

سے نکل آئے اور ہر شخص فرزند رسول ﷺ سمجھ کر آگے بڑھنے لگا۔ جب مجمع بہت زیادہ ہو گیا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ راہ چلنے میں رکاوٹ پیدا ہونے لگی اس وقت مسلم بن عمرو باہلی جو ابن زیاد کے ساتھ تھا اس نے پکار کر کہا راستہ چھوڑو یہ امیر عبید اللہ بن زیاد ہیں۔ ان الفاظ کو سن کر لوگوں کو بڑا رنج ہوا اور افسوس کرتے ہوئے سب اپنے گھروں کو واپس ہو گئے اور صرف دس بیس آدمیوں کو ساتھ لے کر ابن زیاد گورنر ہاؤس میں داخل ہوا۔ (تاریخ طبری صفحہ ۱۷۴ جلد ۲)

ابن زیاد کوفہ میں:۔ رات گزار کر صبح ابن زیاد نے لوگوں کو جمع کیا اور ان کے سامنے یہ تقریر کی امیر المومنین یزید نے مجھے کوفہ کا گورنر مقرر کیا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں مظلوم کے ساتھ انصاف کروں اور مطیع کے ساتھ احسان کروں اور نافرمانوں کے ساتھ سختی کروں میں اس حکم کی سختی سے پابندی کروں گا جو شخص مطیع و فرمانبردار ہے اس کے ساتھ شفقت سے پیش آؤں گا اور جو شخص نافرمان ہے اس کے لئے میرا چابک اور میری تلوار ہے نہیں چاہیے تم اپنی خیر مناؤ اور اپنے اوپر رحم کرو۔ اس تقریر کے بعد اس نے مشاہیر کوفہ کو گرفتار کیا اور ان سب سے کہا کہ تحریری ضمانت دو کہ تم اور تمہارے قبیلے کے لوگ کسی مخالف کو اپنے ہاں پناہ نہیں دیں گے اور نہ کسی قسم کی مخالفانہ سرگرمیوں میں حصہ لیں گے اور اگر کسی نے کسی مخالف کو پناہ دے رکھی ہے تو وہ اس کو پیش کرے گا جو لکھ کر دے گا اور اس پر پابندی کرے گا وہ بری ہو جائے گا اور جو ایسا نہیں کرے گا اس کا مال و جان دونوں ہم پر حلال ہوں گے ہم اس کو قتل کر کے اسی کے دروازہ پر لٹکا دیں گے اور اس کے تمام متعلقین کو بھی نہیں چھوڑیں گے۔

ابن زیاد کے آنے اور ڈرانے دھمکانے سے اہل کوفہ گھبرا گئے اور خوفزدہ ہو گئے اور ان کے خیالات میں تبدیلی آنے لگی حالات کے پیش نظر حضرت مسلم نے مختار بن عبیدہ کے ہاں رہنا مناسب نہ سمجھا اور رات کے وقت وہاں سے نکل کر اکابر کوفہ میں سے ایک محب اہل بیت ہانی بن عروہ مذحج قبیلہ کے سردار کے ہاں تشریف لائے ہانی نے آپ کو ایک محفوظ کمرہ میں چھپا کے رکھا اور سوائے مخصوص و معتمد لوگوں کے دوسروں کو اس راز سے مطلع نہ کیا۔

شریک بن اعور:۔ شریک بن اعور اسلمی جو محبان اہل بیت میں سے ایک بڑا محب تھا اور رؤسائے بصرہ میں سے ایک رئیس اور معزز شخص تھا ابن زیاد کے ساتھ بصرہ سے کوفہ آیا تھا وہ بھی ہانی بن عروہ کا مہمان تھا ابن زیاد اور دیگر امراء کے نزدیک وہ بڑا اکرم تھا وہ بیمار ہو گیا ابن زیاد نے اس کو پیغام بھیجا کہ میں شام کو تمہاری عیادت کو آؤں گا شریک نے حضرت مسلم سے کہا کہ اگر میں آپ کو ابن زیاد کے قتل کا موقعہ فراہم کر دوں تو آپ اسے قتل کریں گے؟

آپ نے فرمایا ہاں شریک نے کہا وہ مردود آج شام کو میری عیادت کے لئے آ رہا ہے آپ تلوار ہاتھ میں لے کر چھپ کر بیٹھ جائیں اور جب میں کہوں مجھے پانی پلا دو تو آپ ایک دم اس پر وار کر کے اس کو قتل کر دیں پھر بڑی آسانی کے ساتھ دار الامارت اور کوفہ پر قبضہ ہو جائے گا اور اگر میں تندرست ہو گیا تو بصرہ جا کر وہاں آپ کیلئے سب انتظام کر لوں گا شام کو ابن زیاد خاص محافظ کے ساتھ ہانی کے گھر آیا اور شریک کے بستر کے پاس بیٹھ کو مزاج پرسی کرنے لگا اس کا محافظ بھی اس کے پاس کھڑا تھا شریک نے

بلند آواز سے کہا پانی پلاؤ تیسری مرتبہ کہا افسوس تم پر تم لوگ مجھے پانی سے پرہیز کراتے ہو پانی پلاؤ خواہ اس میں میری جان چلی جائے حضرت مسلم باہر نہ نکلے تو شریک کو افسوس ہوا کہ کیسا زریں موقعہ کھو رہے ہیں۔ اور وہ یہ شعر پڑھنے لگے۔

ماتنظرون بسلمی ان تحیوھا   اسقینھا و ان کانت فیھا نفسی

سلمی! سلام کرنے میں تمہیں اب کیا انتظار ہے مجھے پلاؤ خواہ اس میں میری جان بھی چلی جائے۔

محافظ تاڑ گیا اور اس نے ابن زیاد کو آنکھ سے اشارۂ چلنے کو کہا ابن زیاد اٹھ کھڑا ہوا شریک نے کہا اے امیر میں تمہیں وصیت کرنا چاہتا ہوں ابن زیاد نے کہا میں پھر آؤں گا محافظ اسے دھکیلتا ہوا باہر لے گیا اور کہا واللہ تمہارے قتل کی سازش تھی ابن زیاد نے کہا یہ کیسے ہوسکتا ہے میں تو شریک کی عزت کرتا ہوں اور پھر یہ ہانی بن عروہ کا مکان ہے اس پر میرے باپ کے احسانات ہیں محافظ نے کہا میں سچی بات کہتا ہوں تمہیں سب کچھ معلوم ہوجائے گا۔

ابن زیاد کے جانے کے بعد مسلم پردہ سے باہر آئے تو شریک نے کہا افسوس آپ کو اس کے قتل سے کس چیز نے منع کیا؟ فرمایا دو باتوں نے ایک تو میرے میزبان ہانی کو یہ پسند نہیں تھا کہ اس کے گھر میں ابن زیاد کا قتل ہو دوسرے حضور علیہ السلام کے فرمان نے کہ کسی کو دغا سے قتل کرنا مومن کی شان سے بعید ہے بعض روایتوں میں یہ بھی آیا ہے کہ آپ نے فرمایا مین نے سنا کوئی کہتا ہے اے مسلم نہ نکل یہاں تک کہ کاتب تقدیر کا لکھا ہوا اپنی مدت کو پہنچ جائے تین دن کے بعد شریک نے وفات پائی اور ابن زیاد نے نماز جنازہ پڑھائی بعد میں جب اس کو معلوم ہوا کہ شریک نے مسلم کو

اس کے قتل کے لئے کہا تھا تو اس نے کہا خدا کی قسم میں کسی عراقی کی نماز جنازہ نہیں پڑھوں گا اور واللہ اگر میرے باپ زیاد کی قبر وہاں نہ ہوتی تو میں شریک کی قبر کھدوا ڈالتا

جاسوس کی جاسوسی:۔ ابن زیاد کو حضرت مسلم کی تلاش تھی مگر کوشش کے باوجود وہ ان کی قیام گاہ کا پتہ نہ لگا سکا آخر اس نے اپنے شامی غلام معقل کو تین ہزار درہم دے کر سراغ کے لئے مقرر کیا کہ وہ خفیہ طور پر کسی نہ کسی طرح مسلم کا پتہ چلائے۔ غلام سیدھا جامع مسجد پہنچا اتفاق سے ایک محب اہل بیت مسلم بن عوسجہ اسدی مسجد کے ایک گوشہ میں خشوع و خضوع سے نماز پڑھ رہے تھے یہ دیر تک ان کو دیکھتا رہا جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو یہ غلام ان کے پاس گیا اور کہا میں ملک شام کو رہنے والا ہوں اور اللہ کے فضل و کرم سے اہل بیت نبوت کا دوست ہوں معلوم ہوا ہے کہ اس خاندان کے کوئی بزرگ کوفہ تشریف لائے ہوئے ہیں یہ تین ہزار درہم میرے پاس ہیں جوان کے نذر کرنے ہیں کیا آپ ان کا پتہ بتا سکتے ہیں؟ مسلم اسدی نے کہا مسجد میں اور بھی بہت سے لوگ ہیں تم مجھ ہی سے کیوں ان کے بارے میں دریافت کر رہے ہو؟ غلام نے کہا کہ آپ کے چہرے پر جو خیر و برکت کے آثار ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ضرور اہل بیت رسول کے دوستوں میں سے ہیں مسلم اسدی اس کے فریب میں آگئے اور کہا تم مجھے خوب پہچانا میں بھی تمہارے بھائیوں میں سے ایک ہوں میرا نام مسلم بن عوسجہ ہے پھر اسے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں لے گئے اس نے آپ سے فرضی بیعت کی اور تین ہزار درہم جو لایا تھا وہ آپ کی خدمت میں پیش کیے بیعت کے بعد وہ غلام روزانہ آپ کی خدمت میں سب سے پہلے آتا دن بھر رہتا

حالات معلوم کرتا اور جو کچھ دیکھتا سنتا رات کے وقت اس کی پوری رپورٹ ابن زیاد
لعین کو پہنچا دیتا آپ نے وہ تین ہزار درہم ابوثمامہ صائدی کو دیے کہ ان سے ہتھیار
خریدو۔

ہانی کی گرفتاری:۔ ہانی بن عروہ کوفہ میں ایک مقتدر شخصیت تھے اور ابن زیاد کے
ساتھ ان کے پہلے کچھ تعلقات بھی تھے حضرت مسلم کے آنے سے پہلے وہ ابن زیاد
کے پاس جاتے اور ملتے رہے اور جب سے حضرت مسلم ان کے پاس آتے اس دن
سے انہوں نے بیماری کا بہانہ کر کے آنا جانا اور ملنا چھوڑ دیا تھا ادھر ابن زیاد کو سب
حالات معلوم ہو چکے تھے ایک دن اس کے پاس محمد بن اشعث اور اسماء بن خارجہ آئے
ابن زیاد نے ان سے پوچھا ہانی کا کیا حال ہے انہوں نے کہا بیمار ہیں ابن زیاد نے کہا
مجھے معلوم ہوا کہ وہ اچھا بھلا ہے اور سارا دن اپنے دروازہ پر بیٹھا رہتا ہے تم جاؤ اور
اس سے کہو کہ اطاعت اور ملاقات دونوں ضروری ہیں انہیں ترک نہ کرے وہ گئے اور
جا کر کہا کہ ابن زیاد کو اطلاع ملی ہے کہ آپ اچھے بھلے ہیں اور سارا دن اپنے دروازہ پر
بیٹھے رہتے ہیں اور ملاقات کو نہیں آتے ان کو کچھ بدگمانی سی ہو گئی ہے آپ ابھی
ہمارے ساتھ چلیں تا کہ صفائی ہو جائے اور بدگمانی دور ہو جائے ہانی اندر گئے اور
حضرت مسلم سے یہ بات کی اور تیار ہو کر آ گئے اور ان کے ساتھ چلے گئے دارالامارت
(گورنر ہاؤس) سے اندر پہنچ کر ابن زیاد کو سلام کیا مگر اس نے جواب نہ دیا ہانی اس
خلاف معمول پر متعجب ہوئے اور دل میں کھٹکا اور خوف محسوس کیا کچھ دیر تک اسی طرح
کھڑے رہے ابن زیاد نے کہا ہانی یہ کیسی بات ہے کہ تم نے مسلم بن عقیل کو اپنے گھر

میں چھپا رکھا ہے اور روزانہ تمہارے گھر میں امیر المومنین یزید کی حکومت کے خلاف
منصوبے بنتے رہتے ہیں اور ہتھیار خریدے جاتے ہیں اور لوگوں سے جنگ کرنے پر
بیعت لی جاتی ہے ہانی نے کہا یہ بالکل غلط ہے ابن زیاد نے اسی وقت اس جاسوس کو
معقل کو طلب کیا وہ آ گیا تو کہا کہ اس کو پہچانتے وہ معقل کو دیکھ کر ہانی کے ہوش اڑ گئے
اب وہ سمجھے کہ یہ ظالم عقیدت و محبت کے پس پردہ دشمنی اور جاسوسی کر رہا تھا اس عینی
شاہد کے ہوتے ہوئے انکار کی گنجائش نہ تھی اس لئے انہوں نے اقرار کر کے صاف
صاف بیان کر دیا کہ خدا کی قسم میں نے مسلم کو بلایا نہیں اور نہ انہوں نے مجھے اطلاع
دی تھی کہ میں تمہارے گھر آ رہا ہوں اچانک جب وہ میرے دروازہ پر آ گئے اور مجھ
سے پناہ طلب کی تو مجھے شرم آئی کہ خاندان نبوت کے ایک فرد کو گھر سے نکال دوں۔
اب میں تم سے پکا وعدہ کرتا ہوں اور جیسی ضمانت تم چاہو پیش کر دیتا ہوں۔ میں ابھی
جا کر ان کو اپنے گھر سے نکال دیتا ہوں تا کہ جہاں ان کی مرضی ہو وہ چلے جائیں اور
پھر تمہارے پاس واپس آ جاتا ہوں مجھے اتنی دیر کے لئے مہلت دے دو ابن زیاد نے
کہا خدا کی قسم تم اس جگہ سے اس وقت تک حرکت نہیں سکتے جب تک یہ عہد نہ کرو کہ تم
مسلم کو ہمارے حوالے کرو گے ہانی نے کہا کہ خدا کی قسم میں اپنے اس مہمان جس کو میں
پناہ دے چکا ہوں قتل کے لئے کبھی تمہارے حوالے نہ کروں گا۔ ابن زیاد نے کہا تمہیں
حوالے کرنا ہو گا ہانی نے کہا خدا کی قسم میں تمہارے حوالے نہ کروں گا تکرار سے جب
بات بڑھنے لگی تو مسلم بن عمرو الباہلی اٹھا اور کہا خدا امیر کا بھلا کرے ذرا مجھے ہانی سے
گفتگو کا موقع دیا جائے ابن زیاد نے اجازت دی تو باہلی ہانی کو لے کر ایک طرف کچھ
فاصلے پر کھڑا ہو گیا ابن زیاد دونوں کو دیکھ رہا تھا باہلی نے ہانی کو بہت سمجھایا کہ تم مسلم کو

میرے حوالے کردو اور انکار کر کے اپنی جان اور اپنی قوم کو ہلاکت میں نہ ڈالو امیر نہ ان کو قتل کریں گے اور نہ ان کو ضرر پہنچائیں گے ہانی نے کہا اس میں سخت ذلت اور رسوائی ہے۔ باہلی نے کہا کوئی ذلت نہیں ہے ہانی نے کہا اب تو میں خود بھی باہمت اور طاقت ور ہوں میرے اعوان وانصار بھی بہت موجود ہیں خدا کی قسم مگر میں تنہا ہوتا اور میرا کوئی یار ومددگار نہ ہوتا تو بھی میں پناہ دیے ہوئے مہمان کو دشمن کے حوالے نہ کرتا باہلی ان کو مجبور کر رہا تھا اور قسمیں دے رہا تھا مگر ہانی برابر انکار کر رہے تھے ابن زیاد دیکھ کر بے تاب ہو گیا اور باہلی سے کہنے لگا اسے میرے پاس لاؤ چنانچہ ہانی کو ان کے پاس لے گئے اس نے غضبناک ہو کر ہانی سے کہا مسلم کو میرے حوالے کردو ورنہ میں تمہاری گردن ماردوں گا ہانی نے کہا پھر تو تمہارے اردگرد چمکتی ہوئی تلواریں ہوں گی کیونکہ ہانی کو یقین تھا کہ اس کا قبیلہ ضرور اس کی مدد کو نکلے گا یہ سن کر ابن زیاد نے ہانی کے منہ پر پے در پے ڈنڈے مارے کہ ہانی کی ناک پھٹ گئی اور ابرو کی ہڈی ٹوٹ گئی اور کپڑے خون میں لت پت ہو گئے ہانی نے ایک سپاہی کی تلوار کے قبضہ پر ہاتھ ڈالا مگر اس نے زور سے چھڑا لیا ابن زیاد نے کہا اب تو تو نے اپنا خون بھی ہمارے لئے مباح کردیا پھر حکم دیا ان کو ایک کمرے میں بند کردو اور پہرا بٹھا دو اسماء بن خارجہ اٹھے اور ابن زیاد سے کہا او دغا باز ان کو چھوڑ دے تو نے ہمیں حکم دیا تھا کہ ہم انہیں تیرے پاس لائیں جب ہم لے آئے تو تو نے ان کا منہ توڑ دیا اور ان کا خون بہایا اور ان کے قتل کرنے کو بھی کہہ رہا ہے ابن زیاد نے کہا اس کو بھی پکڑو اور مارو چنانچہ سپاہیوں نے ان کو بھی بہت زد وکوب کیا اور پھر ان کو بھی پابہ زنداں کردیا محمد بن اشعث نے کہا امیر جو کچھ کرے ہم تو اس پر راضی ہیں۔

(طبری صفحہ ۱۹۲ جلد ۲)

شہر میں یہ افواہ پھیل گئی کہ ہانی قتل کردیے گئے اس افواہ کے سنتے ہی عمرو بن الحجاج جو ہانی کے برادر نسبتی نے کئی ہزار ہتھیار بند سواروں کو لے کر گورنر ہاؤس کو گھیر لیا عمرو بن الحجاج نے پکار کر کہا میں عمر بن الحجاج ہوں اور میرے ساتھ قبیلہ مرجح کے ہزاروں سوار ہیں ہم نے اطاعت سے روگردانی نہیں کی ہے ہمارے سردار کو قتل کردیا گیا ہے ہم اس کا انتقام لیں گے پھر انتقام انتقام کا شور بلند ہوا ابن زیاد اس صورت حال سے بہت گھبرا گیا اس نے قاضی شریح سے کہا کہ آپ پہلے ہانی کو دیکھ لیجئے پھر اس کے قبیلہ والوں سے کہئے کہ ہانی زندہ ہیں ان کے قتل کی افواہ غلط ہے ہانی اپنے قبیلہ کے لوگوں کی آوازیں سن رہے تھے قاضی شریح جب ان کے پاس گئے تو ہانی نے ان سے کہا میرے قبیلہ والوں سے میرا حال بتا کر کہہ دیجئے کہ اس وقت اگر دس آدمی بھی اندر آجائیں تو میں یقیناً چھوٹ جاؤں گا قاضی صاحب جب باہر نکلے تو ابن زیاد کا جاسوس حر بن بکر اسدی ان کے ساتھ ہو گیا اس لئے مجبوراً قاضی صاحب نے ہانی کا پورا حال ان کے قبیلہ سے نہیں بتایا بلکہ وہ صرف اتنا کہ وہ زندہ ہیں اور بعض مصلحتوں کی بنا پر نظر بند کردیے گئے ہیں ہانی کے قبیلہ والوں کو قاضی صاحب کی گواہی سے جب معلوم ہوا کہ ہانی زندہ ہیں اور ان کے قتل کی افواہ غلط ہے تو وہ سب مطمئن ہو کر واپس چلے گئے۔

(طبری صفحہ ۱۹۴ جلد دوم)

گورنر ہاؤس کا گھیراؤ:۔ حضرت صدرالافاضل مرادآبادی سوانح کربلا میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت مسلم خبر پا کر برآمد ہوئے اور آپ نے اپنے متوسلین کو ندا کی جوق در جوق آدمی آنے شروع ہوئے اور چالیس ہزار کی جمعیت نے آپ کے ساتھ

قصر شاہی کا احاطہ کر لیا صورت بن آئی تھی حملہ کرنے کی دیر تھی اگر حضرت مسلم حملہ کرنے کا حکم دیتے تو اسی وقت قلعہ فتح ہوتا اور ابن زیاد اور اس کے ہمراہی حضرت مسلم کے ہاتھ میں گرفتار ہوتے اور یہی لشکر سیلاب کی طرح اُمڈ کر شامیوں کو تاخت وتاراج کر ڈالتا اور یزید کو جان بچانے کے لئے کوئی راہ نہ ملتی نقشہ تو یہی جما تھا مگر کار بدست کارکنان قدرست بندوں کا سوچا کیا ہوتا ہے حضرت مسلم نے قلعہ کا احاطہ تو کر لیا اس کے باوجود یہ کہ کوفیوں کی بدعہدی اور ابن زیاد کی فریب کاری اور یزید کی عداوت پورے طور پر ثابت ہو چکی تھی پھر بھی آپ نے اپنے لشکر کو حملہ کا حکم نہ دیا اور ایک بادشاہ دادگستر کے نائب کی حیثیت سے آپ نے انتظار فرمایا کہ پہلے گفتگو سے قطع حجت کر لیا جائے اور صلح کی صورت پیدا ہو سکے تو مسلمانوں میں خون ریزی نہ ہونے دی جائے آپ اپنے اس پاک ارادہ سے انتظار میں رہے اور اپنی احتیاط کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ دشمن نے اس وقفہ سے فائدہ اٹھایا اور کوفہ کے رؤسا عمائدین جن کو ابن زیاد نے پہلے سے قلعہ میں بند کر رکھا تھا انہیں مجبور کیا کہ وہ اپنے رشتہ داروں اور بااثر لوگوں کو مجبور کر کے حضرت مسلم کی جماعت سے علیحدہ کر دیں یہ لوگ ابن زیاد کے ہاتھ میں قید تھے اور جانتے تھے کہ اگر ابن زیاد کو شکست بھی ہوئی تو وہ قلعہ فتح ہونے تک ان کا خاتمہ کر دے گا اس خوف سے وہ گھبرا اٹھے اور انہوں نے دیوار قلعہ پر چڑھ کر اپنے متعلقین و متوسلین سے گفتگو کی اور انہیں حضرت مسلم کی رفاقت چھوڑ دینے پر انتہا درجہ کا زور دیا اور بتایا کہ علاوہ اس بات کے کہ حکومت تمہاری دشمن ہو جائے گی یزید ناپاک کی طینت تمہارے بچہ بچہ کو قتل کر ڈالے گا تمہارے مال لٹوا دے گا تمہاری جاگیریں اور مکان ضبط ہو جائیں گے یہ اور مصیبت ہے کہ اگر تم امام مسلم ساتھ رہے تو

ہم جو ابن زیاد کے ہاتھ میں قید ہیں قلعہ کے اندر مار دیے جائیں گے اپنے انجام پر نظر ڈالو ہمارے حال پر رحم کرو اپنے گھروں کو چلے جاؤ یہ حیلہ کامیاب ہوا اور حضرت مسلم کا لشکر منتشر ہونے لگا یہاں تک کہ بوقت شام حضرت مسلم نے مسجد کوفہ میں جس وقت مغرب کی نماز شروع کی تو آپ کے ساتھ پانچ سو آدمی تھے اور جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ کے ساتھ ایک فرد بھی نہ تھا تمناؤں کے اظہار اور التجاؤں کے طومارے جس عزیز مہمان کو بلایا تھا ان کے ساتھ یہ وفا ہے کہ وہ تنہا ہیں اور ان کی رفاقت کے لئے کوئی ایک بھی موجود نہیں کوفہ والوں نے حضرت مسلم کو چھوڑنے سے پہلے غیرت وحمیت سے قطع تعلق کیا اور انہیں ذرا دیر نہ ہوئی کہ قیامت تک تمام عالم میں ان کی بے حمیتی کا شہرہ رہے گا اور اس بزدلانہ بے مروتی اور نامردی سے وہ رسوائے عالم ہوں گے حضرت مسلم اس غربت مسافرت میں تنہا رہ گئے کدھر جائیں کہاں قیام کریں حیرت ہے کوفہ کے تمام مہمان خانوں کے دروازے مقفل تھے جہاں سے ایسے محترم مہمانوں کو مدعو کرنے کے لئے رسل ورسائل کا تانتا باندھ دیا گیا تھا کوفہ کے وسیع خطہ میں دو چار گز زمین حضرت مسلم کے شب گزارنے کے لئے نظر نہیں آئی اس وقت حضرت مسلم کو امام حسین کی یاد آتی ہے اور دل تڑپا دیتی ہے وہ سوچتے ہیں کہ میں نے امام کی جناب میں خط لکھا تشریف آوری کی التجا کی ہے اور اس بعد عہد قوم کے اخلاص وعقیدت کا ایک دلکش نقشہ امام عالی مقام کے حضور پیش کیا ہے اور تشریف آوری اور یہاں کے حالات سے مطمئن ہو کر مع اہل وعیال چل پڑے ہوں گے یہاں انہیں کیا مصائب پہنچیں گے اور چمن زہرا کے جنتی پھولوں کو اس بے مہری کی تپش کیسی گزند پہنچائے گی یہ غم الگ دل کو گھائل کر رہا تھا اور اپنی تحریر پر شرمندگی وانفعال اور حضرت

امام کیلئے خطرات علیحدہ بے چین کر رہے تھے اور موجودہ پریشانی دامن گیر تھی۔

(سوانح کربلا صفحہ ۹۲)

آہ! یہ اہل کوفہ وہی محبان اہل بیت اور شیعان علی تھے جنہوں نے سینکڑوں خطوط اور وفود بھیج کر اور بے پناہ عقیدت و محبت کا اظہار کر کے بلایا تھا یہ وہی تھے جنہوں نے بڑی بڑی قسمیں کھا کھا کے بیعت کی تھی کہ جان و مال قربان کر دیں گے مگر آپ کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے اور آج یہ حالت ہے کہ معمولی دھمکیوں سے مرعوب ہو کر اور دنیا کے مال وزر کے لالچ میں آ کر ساتھ چھوڑ گئے اندر گھس کر دروازے بند کر لئے اور خاندان رسالت کے چشم و چراغ حضرت امام عالی مقام کے نائب اور بھائی عالم غربت و مسافرت میں سخت پریشان ہیں کہ کدھر جائیں اس پریشانی کے ساتھ ایک اور تصور جو دل کو تڑپا رہا تھا وہ یہ کہ میں نے تو حضرت امام عالی مقام کو خط لکھ دیا ہے اور تشریف آوری کی پر زور التجا کی ہے یقیناً امام میری التجا رد نہیں فرمائیں گے اور ضرور مع اہل و عیال تشریف لے آئیں گے تو ان کوفیوں کی بے وفائی کی وجہ سے ان پر کیا کیا مصائب آئیں گے۔

حضرت امام مسلم طوعہ کے گھر میں:۔ حضرت امام مسلم پریشانی کے عالم میں ادھر ادھر پھرنے لگے رات کے اندھیرے میں یوں ہی چلے جا رہے تھے کہ ایک عورت جس کا نام طوعہ تھا اپنے دروازہ پر بیٹھی ہوئی اپنے بیٹے کا انتظار کر رہی تھی آپ نے اس سے پینے کے لئے پانی مانگا عورت نیک خصلت تھی وہ گئی اور پانی لائی آپ بیٹھ گئے اور پانی پیا وہ برتن رکھنے کے لئے گھر میں گئی اور جب واپس آئی تو دیکھا کہ آپ بیٹھے

ہیں اس نے کہا آپ تو پانی پی چکے اب اپنے گھر جایئے آپ نے کوئی جواب نہیں دیا اور بیٹھے رہے جب اس نے دوسری اور تیسری بار وہی بات کہی تو آپ نے فرمایا اے اللہ کی بندی! میرا اس شہر میں کوئی گھر نہیں ہے میں ایک مسافر ہوں اور سخت مصیبت میں مبتلا ہوں کیا تم مجھے پناہ دے سکتی ہو شاید میں کبھی اس کا بدلہ دے سکوں ورنہ اللہ جل شانہ و رسول اللہ ﷺ تمہیں اس کا بہترین اجر عطا فرمائیں گے عورت نے حیران ہو کر پوچھا آپ ہیں کون؟ اور واقعہ کیا ہے؟ فرمایا میں مسلم بن عقیل ہوں کوفہ والوں نے میرے ساتھ غداری کی ہے مجھ سے مدد کا وعدہ کیا اور سب نے میرا ساتھ چھوڑ دیا اس نے کہا مسلم آپ ہی ہیں؟ فرمایا میں ہی ہوں اتنا سننا تھا کہ وہ آپ کو مکان کے اندر لے گئی اور اپنے خاص کمرہ میں آپ کے لئے فرش بچھا دیا پھر کھانا لائی مگر آپ نے تناول نہیں فرمایا۔ تھوڑی دیر بعد اس کا لڑکا آیا جب اس نے ماں کو اس کے خاص کمرہ میں بار بار آتے جاتے دیکھا تو وجہ دریافت کی طوعہ نے پہلے چھپانے کی کوشش کی لیکن بیٹے نے جب بہت اصرار کیا تو اس کو ظاہر کرنا پڑا مگر اس نے ساتھ ہی یہ بھی تاکید شدید کر دی کہ خبردار یہ راز کسی سے ظاہر مت کرنا وہ سن کر چپ ہو گیا اور رات گزارنے کا انتظار کرنے لگا لڑکا شرابی اور آوارہ قسم کا تھا۔ (طبری صفحہ ۱۹۸ جلد دوم)

ادھر جب ابن زیاد کو معلوم ہوا کہ تمام اہل کوفہ حضرت مسلم کا ساتھ چھوڑ گئے ہیں اب کوئی ان کے ساتھ نہیں رہا تو اس نے اعلان کیا کہ جس نے مسلم کو اپنے گھر میں پناہ دی اس کے لئے پناہ نہیں اور جو ان کو گرفتار کر کے لائے یا گرفتار کرائے اسے انعام دیا جائے گا اس اعلان کے بعد اس نے رئیس الشرطہ (آئی جی پولیس) حصین ابن نمیر کو حکم دیا کہ شہر کی ناکہ بندی کر کے گلی کوچوں میں آدمی مقرر کر دو اور گھر گھر تلاشی لو اور خبردار

مسلم کسی راستے اور کسی طریقے سے بھی جانے نہ پائے اگر یہ شخص کسی طرح نکل گیا اور
تم اس کو گرفتار کر کے میرے پاس نہ لائے تو تمہاری بھی خیر نہیں۔

ابن زیاد کے اعلان پر طوعہ کا ظالم لڑکا دل ہی دل میں خوش ہو رہا تھا اور حصول انعام کا
لالچ اس کے دل میں ایسا پیدا ہوا کہ رات کاٹنی مشکل ہو گئی صبح ہوتے ہی وہ گھر سے نکلا
اور جا کر عبدالرحمن بن محمد بن اشعث کے پاس گیا ابن اشعث ابن زیاد کے پاس قصر
امارت میں تھا عبدالرحمن نے اپنے باپ ابن اشعث کو ایک طرف بلا کر بتا دیا اس طرح
ابن زیاد کو حضرت مسلم کا پتہ چل گیا ابن زیاد نے اسی وقت ابن اشعث سے کہا ابھی
جاؤ مسلم کو گرفتار کر کے میرے پاس لاؤ اور عمرو بن عبیداللہ بن عباس السلمی کو جو قیس
کے ستر یا اسی آدمی دے کر اس کے ہمراہ کر دیا انہوں نے اس بڑھیا مائی طوعہ کے مکان
پر پہنچ کر احاطہ کر لیا اور آپ کو گرفتار کرنے کے لئے چند آدمی تلواریں لے کر اندر داخل
ہوئے آپ نے ان کا مقابلہ کیا اور ان کو باہر نکال دیا انہوں نے پھر اندر گھس کر سخت
حملہ کیا آپ نے نہایت شجاعت و بہادری کے ساتھ ان سب کا مقابلہ کیا اور ان کو پھر
نکال باہر کیا اسی طرح آپ ان سب کا ڈٹ کر مقابلہ کر رہے تھے یہاں تک کہ ان کے
بہت سے آدمی زخمی ہو گئے اتنے میں بکیر بن حمران احمری نے آپ کے چہرے پر ایسا
وار کیا کہ آپ کے دونوں ہونٹ کٹ گئے اور سامنے کے دو دانت ٹوٹ گئے حضرت
مسلم نے اس کے سر پر تلوار ماری جس سے اس کا سر پھٹ گیا دوسرا وار اس کے
کندھے پر ایسا کیا کہ آپ کی تلوار اس کے سینے تک اتر گئی جب ان لوگوں نے آپ کی
شجاعت و بہادری کا عالم دیکھا تو آپ کی تلوار خونخوار اور ضرب حیدری سے بچنے کے
لئے کچھ تو باہر بھاگ گئے اور کچھ مکان کی چھت پر چڑھ گئے اور اوپر سے آپ پر سنگ

باری کرنے اور لکڑیاں جلا جلا کر پھینکنے لگے جب آپ نے ان کی یہ بزدلانہ طرز لڑائی
دیکھی تو تلوار لئے مکان سے باہر گلی میں آ گئے اور ان لوگوں سے لڑنے لگے جو باہر
تھے۔

محمد بن اشعث نے پکار کر کہا آپ کے لئے امان ہے مگر آپ نے جنگ جاری رکھی اور
رجز پڑھنے لگے جس کے آخری مصرعہ کا مضمون یہ تھا کہ "مجھے اس بات کا اندیشہ ہے کہ
مجھ سے جھوٹ بولیں گے یا مجھے دھوکہ دیں گے" محمد بن اشعث نے کہا نہیں آپ سے
جھوٹ نہیں بولا جائے گا اور نہ آپ کو دھوکہ دیا جائے گا۔

حضرت مسلم میں اب جنگ کرنے کی طاقت نہیں رہ گئی تھی زخموں سے چور تھے اور
ہانپ رہے تھے اس لئے اسی مکان کی ایک دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے ابن
اشعث ان کے پاس آ کر کہنے لگا کہ امان ہے آپ نے پوچھا میرے لئے امان ہے؟
اور سب پکار اٹھے کہ ہاں آپ کے لئے امان ہے صرف عمرو بن عبیداللہ سلمی الگ ہو گیا
اور کہا مجھے اس معاملہ میں کوئی دخل نہیں۔

حضرت مسلم نے فرمایا دیکھو تم لوگوں نے مجھے امان دی ہے اس لئے میں اپنی تلوار میاں
میں کر لیتا ہوں اگر تم مجھے امان نہ دیتے تو میں اپنے کو تمہارے حوالے ہرگز نہ کرتا اتنے
میں ایک سواری لائی گئی جس پر حضرت مسلم کو بٹھایا اور گورنر ہاؤس کی طرف لے چلے
راستہ میں آپ کی تلوار کمر سے نکال لی گئی تو آپ زندگی سے مایوس ہو گئے اور فرمایا یہ
پہلی غداری ہے ابن اشعث نے کہا مجھے امید ہے آپ کے ساتھ کوئی خطرہ نہیں پیش
آئے گا آپ نے فرمایا بس امید ہے اور امان جو تم نے دی تھی وہ کیا ہوئی؟ پھر انا للہ
وانا الیہ راجعون کہا اور رونے لگے عمرو بن عبیداللہ سلمی جس نے امان سے اتفاق

نہیں کیا تھا بولا کہ جس کے لئے تم کھڑے ہوئے تھے اسے خطرہ دیکھ کر رونا نہیں
چاہئے آپ نے فرمایا واللہ میں اپنی جان کے لئے نہیں رو رہا ہوں بلکہ نواسہ رسول
حضرت امام حسین اور ان کی اولاد کے لئے رو رہا ہوں۔ (طبری صفحہ ۲۰۲ جلد دوم)

حضرت مسلم اور گورنر ہاؤس :۔ محمد بن اشعث آپ کو لئے ہوئے گورنر ہاؤس
کے پھاٹک پر پہنچا آپ کو وہاں بٹھا دیا اور خود اجازت لے کر ابن زیاد کے پاس گیا
اس سے لڑائی کی پوری کیفیت بیان کی اور حضرت مسلم کو امان کے ساتھ لانے کا ذکر کیا
ابن زیاد نے کہا تم امان والے کون ہوتے ہو ہم نے تمہیں گرفتار کرنے کے لئے بھیجا
تھا اب ابن اشعث میں کچھ بولنے کی جرأت نہیں ہوئی وہ چپ ہو گیا۔

حضرت مسلم گورنر ہاؤس کے دروازہ پر پہنچے وہاں بہت سے لوگ اندر جانے
کی اجازت کے انتظار میں موجود تھے اور ایک گھڑا ٹھنڈے پانی سے بھرا ہوا دروازے
کے قریب رکھا ہوا تھا اور آپ بہت پیاسے تھے فرمایا مجھے تھوڑا سا پانی پلا دو مسلم بن عمر
و باہلی خبیث نے کہا کہ اس میں سے ایک بوند بھی تم کو نہیں ملے گی مگر عمارہ بن عقبہ نے
اپنے غلام سے کہا کہ مسلم کو پانی پلا دے جب وہ کٹورے میں پانی بھر کر لایا اور آپ
نے اسے پینا چاہا تو منہ سے خون بہنے لگا اور پانی رنگین ہو گیا دوبارہ اسی طرح ہوا
تیسری دفعہ دو دانت ٹوٹ کر کٹورے میں گر گئے آپ نے کٹورہ رکھ دیا اور فرمایا معلوم
ہوتا ہے کہ اب پانی میری قسمت سے اٹھ چکا ہے۔اتنی دیر میں ابن زیاد کا آدمی آپ کو
لینے کے لئے آ گیا جب آپ نے ابن زیاد کے پاس پہنچے تو دستور کے مطابق آپ نے
اس کو سلام نہیں کیا ایک سپاہی نے کہا کہ تم امیر کو سلام نہیں کرتے آپ نے فرمایا اگر وہ

مجھے قتل کرنا چاہتا ہے تو اس کو میرا اسلام نہیں اور اگر قتل کا ارادہ نہیں تو پھر اس کو بہت سے
سلام ہوں گے۔ابن زیاد بدنہاد نے کہا اب تم بچ نہیں سکتے قتل کر دیے جاؤ گے آپ
نے فرمایا واقعی ؟ اس نے کہا ہاں فرمایا اچھا مجھے اتنا موقع دے دو کہ میں کچھ وصیت
کر سکوں کہا ہاں وصیت کرو مسلم نے کہا لوگوں پر نگاہ ڈالی تو ان میں عمرو بن سعد نظر آیا
آپ نے اس سے فرمایا کہ تم قریش خاندان کے آدمی ہو میں تم سے کچھ راز کی باتیں
کہنا چاہتا ہوں انہیں تنہائی میں سن لو حکومت کا خوشامدی و چاپلوس کچھ سننے کے لئے
تیار نہ ہوا ابن زیاد نے کہا سننے میں کیا حرج ہے تو عمرو بن سعد اٹھا اور حضرت مسلم کے
ساتھ تھوڑی دور جا کر ایسی جگہ بیٹھا جہاں سے ابن زیاد کا بھی سامنا تھا آپ نے اس
سے فرمایا ایک بات کہنی ہے کہ میں نے کوفہ میں فلاں شخص سے سات سو درہم قرض لیا
ہے تو تم اسے ادا کر دینا اور دوسری بات یہ ہے کہ قتل کے بعد میری لاش کی بے حرمتی نہ
ہونے دینا بلکہ اسے دفن کر دینا تیسرے حضرت امام عالی مقام حسین رضی اللہ عنہ
کے پاس کسی کو بھیج کر میرے واقعہ کی اطلاع کر دینا تا کہ وہ واپس چلے جائیں حضرت
مسلم نے یہ باتیں ابن سعد سے راز کے طور پر کہیں تھیں مگر اس بدبخت نے ساری
باتیں ابن زیاد سے کہہ دیں پھر ان وصیتوں کے جاری کرنے کے بارے میں اس سے
دریافت کیا ابن زیاد نے کہا قرض کی ادائیگی کے بارے میں تمہیں اختیار ہے جو چاہو
کرو اور حسین کے متعلق یہ ہے کہ اگر وہ ہماری طرف نہیں آئیں گے تو ہمیں ان سے
کوئی مطلب نہیں اور اگر آئیں گے تو ہم انہیں بھی نہیں چھوڑیں گے اور لاش کے
بارے میں ہم تمہاری بات نہیں سنیں گے جس شخص نے ہماری مخالفت کی اور لوگوں میں
اس قدر انتشار پیدا کیا اس کی لاش کسی رعایت کی مستحق نہیں اور ایک اور روایت میں

یوں ہے کہ لاش کے متعلق اس نے کہا قتل کے بعد ہمیں اس سے کوئی سروکار نہیں تم جو چاہو کرو۔ (تاریخ طبری صفحہ ۲۰۵ جلد دوم)

حضرت مسلم اور ابن زیاد:۔ اس کے بعد حضرت مسلم اور ابن زیاد میں جو گفتگو ہوئی وہ خاص طور پر توجہ کے قابل ہے کہ اس سے حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے بھیجنے والے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے موقف کی پوری وضاحت ہو جاتی ہے اور صاف طور پر ظاہر ہو جاتا ہے کہ ان پر جو بغاوت کا الزام لگایا جاتا ہے وہ سراسر باطل اور غلط ہے۔ وصیت کے متعلق ابن سعد کو جواب دینے کے بعد ابن زیاد نے حضرت مسلم سے کہا اے ابن عقیل سب لوگ یہاں متحد ہو کر امن کے ساتھ رہتے تھے اور سب ایک زبان تھے تم یہاں اس لئے آئے تھے کہ لوگوں کو پریشان کرو ان میں تفرقہ ڈالو اور آپس میں فساد کراؤ تا کہ ایک جماعت دوسری جماعت پر حملہ کرے اور خون ریزی ہو آپ نے فرمایا نہیں ہرگز نہیں میں اس لئے نہیں آیا تھا بلکہ کوفہ کے لوگوں نے بتایا کہ تیرے باپ نے یہاں کے نیک لوگوں کو قتل کیا ان کا خون بہایا اور اسلام کا طریقہ چھوڑ کر ان کے ساتھ قیصر و کسریٰ کی طرح پیش آیا تو ہم اس لئے آئے کہ ان کے غلط عادات و اطوار کی اصلاح کریں اور ان کو عدل و انصاف اور تعلیمات قرآن کی دعوت دیں ابن زیاد خبیث نے کہا او بدکار! تو اور تیرا یہ دعویٰ؟ جب تو مدینہ میں شراب پیا کرتا تھا تب تجھے عدل و انصاف اور تعلیمات قرآن کا خیال نہ آیا آپ نے فرمایا میں شراب پیتا تھا واللہ خدا خوب جانتا ہے کہ تو کذاب ہے اور خود بھی جانتا ہے کہ جھوٹ بول رہا ہے شراب تو وہ پیے گا جو بے گناہ مسلمانوں کا خون پیا

کرتا ہے خدا تعالیٰ نے جس کا قتل حرام کیا ہے قتل کرتا ہے جس نے کوئی خون نہیں بہایا اس کا خون بہاتا ہے بغض و حسد اور بدگمانی کی وجہ سے خون ریزی کرتا ہے پھر اس طرح بھول جاتا ہے جیسے کچھ کیا ہی نہیں ابن زیاد نے کہا خدا مجھے مارے اگر میں تجھے اس طرح نہ قتل کروں اسلام میں آج تک کوئی اس طرح قتل نہ ہوا ہو۔

آپ نے فرمایا بے شک اسلام میں جو ظلم آج تک نہ ہوا ہو اس کا موجد تجھ سے زیادہ مستحق کوئی نہیں بری طرح قتل کرنا اور بری طرح مثلہ کرنا تیرا ہی حصہ ہے اور دنیا بھر میں تجھ سے بڑھ کر اس کا کوئی سزاوار نہیں۔

ان باتوں کو سن کر ظالم ابن زیاد جھلا اٹھا اس کے والد عقیل اور حضرت علی اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو گالی دینے لگا تو آپ بالکل خاموش ہو گئے۔

(تاریخ طبری صفحہ ۲۰۶ جلد دوم)

شہادت مسلم:۔ اب ظالم ابن زیاد نے حکم دیا کہ اسے محل کی چھت پر لے جاؤ اور بری طرح قتل کرنے کے بعد سر کو دھڑ کے ساتھ نیچے گرا دو تا کہ ہڈیاں چکنا چور ہو جائیں آپ نے ابن اشعث کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ تو نے مجھے امان نہ دی ہوتی تو میں اس طرح اپنے کو حوالے نہ کرتا اب مجھ کو بچانے کے لئے اپنی تلوار اٹھا اور بری الذمہ ہو مگر وہ بالکل خاموش رہا پھر آپ نے ابن زیاد سے کہا اگر ہمارے اور تمہارے درمیان کچھ بھی قرابت ہوتی (یعنی تیرا باپ زیاد شرعی لحاظ سے ابوسفیان کا حلالی بیٹا ہوتا) تو مجھے قتل نہ کرتا ظالم ابن زیاد نے بکیر بن حمران اسدی کو بلایا جس کی تلوار سے طوعہ کے گھر میں آپ کا ہونٹ کٹا تھا جب وہ آیا تو ابن زیاد نے اسے حکم دیا کہ کوٹھے پر لے

جا کر اس کا سر قلم کردو جب حضرت مسلم رضی اللہ تعالی عنہ کو کوٹھے پر لے چلے تو
آپ انتہائی صبر وسکون کے ساتھ تکبیر واستغفار اور درود شریف پڑھ رہے تھے اور ساتھ
ہی یہ بھی کہہ رہے تھے کہ خداوند ہمارا اور ان لوگوں کا انصاف تیرے ہاتھ ہے جنہوں
نے ہمیں دھوکہ دیا ہم سے جھوٹ بولے اور ہمیں ذلیل کیا بکیر نے آپ کو شہید کر دیا
اور سر مبارک کو جسم کے ساتھ نیچے پھینک دیا۔ (طبری صفحہ ۲۰۷ جلد دوم)
إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ یہ واقعہ ۳ ذوالحج ۶۰ ہجری کا ہے۔ (سوانح کربلا صفحہ ۹۴)
حضرت مسلم کی شہادت کے بعد کوفہ والوں پر اس قدر خوف ودہشت چھا گئی کہ لوگ
گھروں سے نکلنا خطرناک سمجھتے تھے ہر طرف سناٹا تھا اور کسی کو ایک دوسرے کی خبر نہ
تھی یہاں تک کہ وہی ہانی بن عروہ جن کے قتل کے افواہ کے سبب گورنر ہاؤس کھینچی
ہوئی تلواروں کے گھیرے میں آ گیا تھا جب ابن زیاد نے حکم دیا کہ اسے بازار میں لے
جاکر قتل کرو اور سپاہی ہانی کی مشکیں باندھ لے چلے تو وہ پکار پکار کر کہتے رہے کہاں ہیں
میرے قبلیہ بنی مذحج کے لوگ کہاں ہیں میرے گھر والے میری جان کیوں نہیں
بچاتے مگر ایک آدمی بھی نظر نہیں آیا جو ہانی کی مدد کرتا جب انہیں ہر طرف سے مایوسی
ہوئی تو زور لگا کر اپنا ہاتھ رسی سے کھینچ لیا اور کہا ارے کوئی لاٹھی نہیں کوئی چھری نہیں کوئی
نہیں ارے کیا اونٹ کی ہڈی بھی نہیں کہ میں اسی کو لے کر اپنی جان بچانے کے لئے
ہاتھ پاؤں ماروں سپاہیوں نے پھر انہیں رسی سے باندھ لیا اور ترکی غلام جس کا نام
رشید تھا اس نے آپ کو شہید کر دیا۔ (تاریخ طبری صفحہ ۲۰۸ جلد دوم)

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

شہادت فرزندان حضرت مسلم رضی اللہ تعالی عنہ :۔ حضرت مسلم نے گورنر
ہاؤس کے گھیراؤ اور مائی طوعہ کے گھر قیام کے وقت بچوں کو قاضی شریح کے ہاں پہنچا دیا
تھا جب ابن زیاد بدنہاد کو معلوم ہوا کہ حضرت مسلم رضی اللہ تعالی عنہ کے ساتھ ان
کے دو بچے بھی آئے تھے اس نے پورے شہر کوفہ میں اعلان کر دیا کہ جو شخص مسلم کے
بچوں کو چھپائے گا اسے سخت سزا دی جائے گی اور جو ان کو ہمارے پاس لائے گا اسے
انعام واکرام دیا جائے گا ابن زیاد کے اس اعلان کو سن کر قاضی صاحب گھبرا گئے فوراً
زاد راہ تیار کروایا اور اپنے بیٹے اسد سے کہا کہ آج باب العراقین سے ایک قافلہ مدینہ
منورہ کی طرف جانے والا ہے ان بچوں کو لے جا کر اسی قافلہ میں کسی محب اہل بیت
کے سپرد کردو اور تاکید کردو کہ ان کو بحفاظت مدینہ منورہ پہنچا دے اسد جب ان بچوں
کو لے کر باب العراقین پہنچا تو معلوم ہوا کہ قافلہ تھوڑی دیر پہلے چلا گیا وہ بچوں کو لے
کر اس کی راہ پر تیزی سے چلا اور جب قافلہ کی گرد راہ نظر آئی تو بچوں کو گرد دکھا کر کہا
دیکھو وہ قافلہ کی گرد نظر آرہی ہے تم لوگ جلدی سے جا کر اس میں مل جاؤ میں واپس جاتا
ہوں یہ کہہ وہ واپس چلا آیا اور بچے تیزی کے ساتھ چلنے لگے مگر تھوڑی دیر بعد گرد غائب
ہوگئی اور انہیں قافلہ نہ ملا ننھے بچے اس تنہائی میں ایک دوسرے سے گلے مل کر رونے
لگے اور ماں باپ کو پکار پکار کر جی جان کھونے لگے۔

مولانا ناصر علی رضوی لکھنوی نے عناصر الشہادتین صفحہ ۱۷۴ میں اس واقعہ کو
کچھ اس طرح رقم کیا ہے ابن زیاد کا اعلان سن کر حضرت مسلم کے شہزادوں کو شیعہ اور
مریدان حضرت مسلم نے تلاش میں ان کے گلی گلی خاک چھاننی شروع کی قاضی شریح

جن کے گھر میں دونوں لڑکے جو ساتھ آٹھ برس کے تھے چھپے تھے خبر شہادت حضرت مسلم کی سن کر زار زار رونے لگے بے قرار ہونے لگے لڑکوں کے منہ تکتے تھے مگر یہ خبر وحشت اثر ان سے کہہ نہ سکتے تھے دونوں لڑکے قاضی شریح کا یہ حال دیکھ کر بہت کچھ گھبرائے آخر باصرار تمام ان سے خبر وحشت اثر وفات پدر سن کر دست و بغل ہو کر آہ کے نعرے سوز وجگر کے شرارے عرش تک پہنچائے۔

مولانا محمد شفیع اوکاڑوی شام کربلا صفحہ ۶۹ میں لکھتے ہیں جب حضرت مسلم رضی اللہ تعالی عنہ شہید ہو گئے تو قاضی صاحب نے آپ کے دونوں صاحبزادوں کو بلا کر پیار کیا اور بادیدہ پرنم ان کے سروں پر ہاتھ پھیرا یہ دیکھ کر انہوں نے کہا چچا جان آپ کی آنکھوں میں آنسو ہیں اور یوں ہمارے سروں پر ہاتھ پھیر رہے ہیں کہیں ہم یتیم تو نہیں ہو گئے۔ قاضی صاحب کی ہچکیاں بندھ گئیں فرمایا ہاں پیارے بچو تمہارے ابا جان کو شہید کر دیا ہے یہ سنتے ہیں دونوں شہزادوں پر کوہ الم ٹوٹ پڑا واابتاہ واغریباہ کہہ کر دونوں ایک دوسرے سے گلے مل کر رونے اور تڑپنے لگے قاضی شریح نے بچوں سے کہا مجھے ابن زیاد بدنہاد سے تمہارے بارے میں کوئی اچھی امید نہیں اور تمہارا یہاں رہنا خطرے سے خالی نہیں میں چاہتا ہوں کہ کسی طرح تمہاری جان بچ جائے اور تم بحفاظت مدینہ منورہ پہنچ جاؤ۔ عالم غربت میں یتیم ہو جانے والے نونہالوں پر بے کسی کی انتہا ہو گئی ایک طرف باپ کی جدائی کا غم اور دوسری طرف اپنی جانوں کا خوف چمن رسالت کے یہ پھول کملا گئے۔

اب قاضی صاحب کے پیش نظر ان دونوں بچوں کی جانوں کا مسئلہ تھا چنانچہ انہوں نے اپنے بیٹے سے کہا میں نے سنا ہے کہ آج باب العراقین سے ایک کارواں

مدینہ منورہ جانے والا ہے ان دونوں بچوں کو وہاں لے جاؤ اور کسی ہمدرد اور محب اہل بیت کے سپرد کر کے اس کو حالات سے آگاہ کر دینا اور تاکید کر دینا کہ ان کو بحفاظت مدینہ منورہ پہنچا دے۔ اسد دونوں صاحبزادوں کو ساتھ لے کر باب العراقین آیا اور معلوم کیا تو پتہ چلا کہ کارواں کچھ دیر پہلے جا چکا ہے دونوں بچوں کے ساتھ اسی راہ پر چلا کچھ دور گئے تو گرد کارواں نظر آئی وہ کہنے لگا دیکھو یہ گرد کارواں ہے اور زیادہ دور نہیں اب تم جلدی سے جا کر اس کارواں میں مل جاؤ اور دیکھو اپنے بارے میں کسی کو بتانا نہیں اور قافلے سے جدا نہ ہونا میں اب واپس جاتا ہوں یہ کہہ کر اسد واپس آ گیا اور بچے تیزی سے چلنے لگے کچھ دیر کے بعد وہ گرد بھی غائب ہو گئی اور کارواں بھی نہ ملا۔ یہ پھول سے یتیم بچے عالم تنہائی میں انتہائی پریشانی کا شکار ہو کر پھر ایک دوسرے سے گلے مل کر رونے لگے اور نازوں سے پالنے والے ماں باپ کا نام لے کر جان کھونے لگے۔ ادھر ابن زیاد بدنہاد کو معلوم ہوا کہ حضرت مسلم کے ساتھ ان کے دو فرزند محمد وابراہیم بھی آئے تھے اور وہ بھی کوفے میں کسی گھر میں ہیں چنانچہ اس بدنہاد نے اعلان کرایا کہ جو مسلم کے دونوں بچوں کو ہمارے پاس لائے گا وہ انعام پائے گا اور جو انہیں چھپائے گا یا ان کو یہاں سے نکالنے میں انکی مدد کرے گا وہ سخت سزا کا مستحق ہوگا اس اعلان سے مال و زر کی ہوس رکھنے والے چند سپاہی قسمت آزمائی کے لئے نکلے انہوں نے تھوڑی سی محنت کے بعد سراغ لگا کر بچوں کو پا لیا اور پکڑ لائے اور کوتوال (افسر پولیس) کے حوالے کر دیا کوتوال ان بچوں کو ابن زیاد کے پاس لے گیا ابن زیاد نے حکم دیا کہ ان کو اس وقت تک جیل میں رکھا جائے جب تک ان کے متعلق میں یزید سے نہ پوچھ لوں کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے داروغہ جیل (سپرنٹنڈنٹ) مشکور نامی

ایک پرہیز گار شخص اور محب اہل بیت تھا اس نے جب ان یتیموں کی مظلومی اور بے کسی کا حال دیکھا تو اس کو بہت ترس آیا اور اس کے جذبہ ایمانی میں ایک طلاطم پیدا ہوا اور اس نے پختہ ارادہ کیا کہ ان بچوں کی جان بچانی ہے خواہ اپنی جان چلی جائے چنانچہ اس نے رات کے اندھیرے میں گلشن عقیل کے ان پھولوں کو جیل سے نکالا اور اپنے گھر میں لا کر کھانا کھلایا اور پھر شہر کے باہر قادسیہ کی راہ پر لا کر اپنی انگوٹھی بطور نشانی دی اور کہا کہ سیدھا راستہ قادسیہ کو جاتا ہے اس راہ پر چلے جانا وہاں پہنچ کر کوتوال کا پتہ پوچھنا وہ میرا بھائی ہے اس کو مل کر میری انگوٹھی دکھانا اور اپنا حال سنانا اور کہ ہمیں مدینہ طیبہ پہنچا دے وہ تمہیں بحفاظت تمام مدینہ پہنچا دے گا مصیب کے مارے دونوں بھائی چل پڑے لیکن قضا وقدر کے احکام جو نافذ ہو چکے ہوتے ہیں ان کو بندوں کی تدابیر نہیں بدل سکتیں لا راد لقضاۂ ولا معقب لحکمہ رات بھر چلتے رہے مگر قادسیہ نہ آیا جب صبح کی روشنی ہوئی تو انہوں نے دیکھا کہ اسی قادسیہ کی راہ پر تھے قریب ہی ایک کھوکھلا سا درخت نظر آیا اس کے پاس ایک کنواں بھی تھا وہ اس درخت کی آڑ میں آ کر بیٹھ گئے سخت خوف لاحق تھا کہ کہیں پھر نہ کوئی پکڑ کر ابن زیاد کے پاس لے جائے اتنے میں ایک لونڈی پانی بھرنے آئی جب اس نے ان کو اس طرح چھپے بیٹھے دیکھا تو قریب آئی اور ان کا حسن وجمال اور شان شہزادگی دیکھ کر کہا اے شہزادوں تم کون ہو اور تم یہاں کیوں چھپے بیٹھے ہو؟ انہوں نے کہا ہم تجھے کیا بتائیں ہم کون ہیں ہم یتیم و بے کس اور ستم رسیدہ اور گم کردہ راہ مسافر ہیں لونڈی نے کہا تم کس کے بچے ہو تمہارے باپ کا نام کیا ہے؟ باپ کا نام سنتے ہی ان آنکھیں پرنم ہو گئیں لونڈی نے کہا میں گمان کرتی ہوں کہ تم مسلم بن عقیل کے بیٹے ہو باپ کا نام سنتے ہی دونوں ہچکیاں بھرنے

لگے لونڈی نے کہا صاحبزادو! غم نہ کرو میں اس خاتون کی لونڈی ہوں جو اہلبیت نبوت کے ساتھ سچی عقیدت ومحبت رکھتی ہے بالکل فکر نہ کرو آؤ اور میرے ساتھ چلو میں تمہیں اس کے پاس لے چلوں دونوں شہزدے اس کے ساتھ ہو لئے لونڈی نے ان کو اس خاتون کے سامنے پیش کیا اور سارا واقعہ سنایا اس خاتون کو بڑی خوشی ہوئی اس نے اس خوشی کے صلہ میں اپنی اس لونڈی کو آزاد کر دیا اور شہزدوں کے ساتھ بڑی محبت سے پیش آئی ان کے قدم چومے یتیموں کی داستان غم سن کر آنسو بہائے اور ہر طرح کی تسلی وتشفی دی کہ فکر نہ کرو اور لونڈی سے کہا کہ یہ راز میرے خاوند حارث کو نہ بتانا ادھر ابن زیاد کو اطلاع ہو گئی کہ مشکور نے دونوں بچوں کو رہا کر دیا ہے ابن زیاد نے مشکور کو بلایا اور پوچھا کہ تو نے پسران مسلم کے ساتھ کیا کیا ہے مشکور نے کہا میں نے اللہ اور اس کے رسول کی رضا وخوشنودی حاصل کرنے کے لئے ان کو آزاد کر دیا ہے ابن زیاد نے کہا تو مجھ سے نہ ڈرا مشکور نے کہا جو بھی اللہ سے ڈرنے والا ہے وہ کسی اور سے نہیں ڈرتا ابن زیاد نے کہا تجھے ان کے رہا کرنے میں کیا ملا؟ مشکور نے کہا او ستمگار ان بچوں کے والد ماجد کو شہید کرنے میں تجھے تو کچھ نہ ملے گا مگر ان بے گناہ بچوں کو جو اپنے جگر پر یتیمی کا داغ لئے ہوئے قید وبند کی مصیبت میں مبتلا تھے رہا کرنے میں سید دو عالم ﷺ سے شفاعت کی امید ہے کہ حضور پرنور ﷺ میری اس خدمت کو قبول فرمائیں گے اور میری شفاعت فرمائیں گے جب کہ تو اس دولت سے محروم مرے گا اس پر ابن زیاد غضب ہوا اور کہنے لگا میں ابھی تجھے اس کی سزا دوں گا مشکور نے کہا میری لاکھ جانیں نبی کے خاندان پر فدا ہیں ابن زیاد نے جلاد کو حکم دیا کہ اس کو اتنے کوڑے مارو کہ یہ مر جائے پھر سر تن سے جدا کر دو جلاد نے کوڑے مارنے شروع

کر دیے پہلے کوڑے پر مشکور نے کہا بسم اللہ الرحمن الرحیم دوسرے پر کہا الٰہی مجھے صبر
دے تیسرے پر کہا الٰہی مجھے بخش دے چوتھے پر کہا الٰہی مجھے فرزندان مسلم کی محبت میں
سزامل رہی ہے پانچویں پر کہا الٰہی مجھے رسول اللہ اور ان کے اہل بیت کے پاس
پہنچا دے پھر مشکور خاموش ہو گیا اور جلاد نے اپنا کام پورا کر دیا۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

ادھر وہ نیک خاتون دن بھر بہ دل و جان بچوں کی خدمت اور دل جوئی میں مشغول رہی
رات کے وقت ان کو ایک علیحدہ کمرے میں سلا کر آئی تھی کہ اس کا خاوند حارث آ گیا
نہایت تھکا ماندا تھا خاتون نے پوچھا آج سارا دن تم کہاں رہے کہ اتنی دیر سے آئے
کہنے لگا صبح میں امیر کوفہ ابن زیاد کے پاس گیا تھا وہاں مجھے معلوم ہوا کہ داروغہ جیل
مشکور نے پسران مسلم بن عقیل کو قید سے رہا کر دیا ہے اور امیر نے اعلان کیا ہے کہ جو
ان کو پکڑ کر لائے یا ان کی خبر دے اس کو گھوڑا اور جوڑا اور بہت سا مال دیا جائے گا بہت
سے لوگ ان کی تلاش میں نکلے ہیں میں بھی انہیں کی تلاش میں ادھر ادھر سرگرداں رہا
اور اس قدر بھاگ دوڑ کی کہ میرا گھوڑا مر گیا اور مجھے پیدل ان کی جستجو میں پھرنا پڑا اس
لئے تھکاوٹ سے چور چور ہو گیا ہوں عورت نے کہا اے بندہ خدا اللہ سے ڈر تجھے
فرزندان مسلم سے کیا کام ہے کہنے لگا تو خاموش رہ تجھے نہیں معلوم ابن زیاد نے اس
شخص کو گھوڑا اور جوڑا اور بہت سا مال دینے کا وعدہ کیا ہے۔ جو ان بچوں کو اس کے پاس
پہنچا دے یا ان کی خبر دے عورت نے کہا کس قدر بد بخت ہیں وہ لوگ جو مال دنیا کی
خاطر ان یتیموں کو دشمن کے حوالے کرنے کی جستجو میں لگے ہوئے ہیں اور دین کو دنیا
کے عوض میں دے رہے ہیں حارث نے کہا تجھے ان باتوں سے کیا تعلق تو کھانا لا

عورت نے کھانا لا کر دیا وہ کھا کر سو گیا جب آدھی رات ہوئی تو بڑے بھائی محمد بن مسلم
نے خواب دیکھا اور بیدار ہو کر اپنے بھائی چھوٹے ابراہیم کو جگاتے ہوئے کہا بھائی
جان اب سونے کا وقت نہیں رہا اٹھو اور تیار ہو جاؤ اب ہمارا وقت بھی قریب آ گیا ہے
میں نے ابھی خواب میں دیکھا ہے کہ ہمارے ابا جان سرکار دو عالم ﷺ اور مولا علی
وزہرا بتول اور حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہم کے ساتھ بہشت بریں میں ٹہل رہے ہیں
کہ اچانک حضور ﷺ نے ہم دونوں کی طرف دیکھ کر ہمارے ابا جان سے فرمایا مسلم تم
چلے آئے ان دونوں بچوں کو ظالموں میں چھوڑ آئے ابا جان نے ہماری طرف دیکھ کر کہا
یا رسول اللہ ﷺ میرے یہ بچے بھی آنے ہی والے ہیں یہ سن کر چھوٹے بھائی نے
بڑے بھائی کے منہ پر اپنا منہ رکھ کر کہا واویلاہ وا اسلماہ اور رونا شروع کر دیا بڑے کے
صبر کا پیمانہ بھی چھلک اٹھا تو دونوں نہایت درد کے ساتھ روئے اور چلائے ان بچوں
کے رونے چلانے کی آواز سے اس بد بخت حارث کی آنکھ کھل گئی عورت سے کہنے لگا یہ
کس کے رونے چلانے کی آواز ہے میرے گھر میں یہ کون ہے جو اس طرح رو رہے
ہیں عورت بیچاری سہم گئی اور کچھ جواب نہ دیا اس ظالم نے خود اٹھ کر چراغ جلایا اور اس
کمرے کی طرف چلا جس سے رونے کی آواز آ رہی تھی اندر داخل ہو کر دیکھا کہ دونوں
بچے گلے مل کر ابا ابا کہہ کر تڑپ رہے ہیں کہنے لگا تم کون ہو؟ چونکہ ان بچوں نے یہی سمجھا
تھا کہ یہ محبان اہل بیت کا گھر اور جائے پناہ ہے اور اہل خانہ ہمارے خیر خواہ ہیں اس
لئے صاف کہہ دیا کہ ہم فرزندان مسلم بن عقیل ہیں حارث نے کہا عجیب تعجب ہے کہ
میں تو سارا دن تمہاری تلاش میں سرگرداں رہا یہاں تک کہ میرے گھوڑے نے دم توڑ
دیا اور تم میرے ہی گھر میں موجود ہو یہ سن کر اس ظالم کے تیور دیکھ کر بچے سہم گئے اور

تصویر حیرت بن گئے اس عورت نے اپنے شوہر کی جب یہ سنگ دلی اور بے رحمی دیکھی تو اس کے قدموں میں اپنا سر رکھ کر عاجزی وزاری کرتے ہوئے کہنے لگی ان غریب الوطن یتیموں بے کسوں پر ترس کھا۔ کہنے لگا خبردار اپنی جان کی خیر چاہتی ہے تو خاموش رہ عورت بیچاری سہم گئی اور خاموش ہوگئی حارث نے کمرے کا دروازہ مقفل کر دیا تا کہ اس کی بیوی ان بچوں کو کہیں اور منتقل نہ کر سکے۔

جب صبح ہوئی تو اس سنگ دل نے تلوار ہاتھ میں لی اور ان دونوں بچوں کو ساتھ لے کر چلا عورت نے جب دیکھا تو اس سے نہ رہا گیا ننگے پاؤں پیچھے دوڑی اور منت وسماجت کرتی ہوئی کہہ رہی تھی اللہ سے ڈر اور ان یتیموں پر رحم کر۔

حارث ظالم پر بیوی کی زاری کا کچھ اثر نہ ہوا بلکہ الٹا اس کو مارنے کو دوڑا بیچاری رک گئی اس ظالم کا ایک خانہ زاد غلام جو اس کے بیٹے کا رضاعی بھائی بھی تھا اس کو معلوم ہوا تو وہ پیچھے دوڑا جب حارث کے پاس پہنچا حارث نے اس کو کہا ممکن ہے کہ کوئی ان بچوں کو ہم سے چھین لیں اور ہم اس انعام سے محروم رہ جائیں لہٰذا یہ تلوار لو اور ان کو قتل کر دو غلام نے کہا ان بیگناہ بچوں کو کس طرح قتل کر دوں حارث نے اس کو سختی سے کہا کہ میرے حکم کی تعمیل کر اس نے انکار کیا اور کہا مجھ میں ان کے قتل کی ہمت نہیں ہے مجھے سرکار دو عالم ﷺ سے شرم وحیاء آتی ہے ان کے خاندان کے بے گناہ بچوں کو قتل کر کے کل قیامت کے دن کس منہ سے ان کے سامنے جاؤں گا حارث نے کہا اگر تو ان کو قتل نہیں کرے گا تو میں تجھے قتل کروں گا غلام نے کہا قبل اس کے کہ تو مجھے قتل کرے میں تجھ کو قتل کر دوں گا حارث فن حرب میں بہت ماہر تھا اس نے اچانک آگے بڑھ کر غلام کے سر کے بال پکڑ لئے غلام نے اس کی داڑھی پکڑ لی اور دونوں گتھم گتھا

ہو کر بری طرح لڑنے لگے آخر ظالم نے اپنے غلام کو شدید زخمی کر دیا اتنے میں اس کی بیوی اور لڑکا بھی پہنچ گئے لڑکے نے کہا اے باپ غلام میرا رضاعی بھائی ہے اس کو مارتے ہوئے تجھے شرم نہیں آئی ظالم نے بیٹے کو تو کوئی جواب نہ دیا اور غلام پر ایک ایسا وار کیا کہ وہ جام شہادت نوش کر کے جنت الفردوس پہنچ گئے بیٹے نے کہا اے باپ میں نے تجھ سے زیادہ سنگ دل اور جفا کار کوئی نہیں دیکھا حارث نے کہا او بیٹے اپنی زبان روک اور یہ تلوار لے اور ان دونوں بچوں کے سر قلم کر بیٹے نے کہا خدا کی قسم میں یہ کام ہرگز نہ کروں گا اور نہ تجھے یہ کام کرنے دوں گا حارث کی بیوی نے پھر منت زاری کرتے ہوئے کہا کہ ان بے گناہ بچوں کے خون کا وبال اپنے سر نہ لے اگر تو ان کو نہیں چھوڑتا تو اتنی بات مان لے کہ ان کو قتل نہ کر اور ان کو زندہ ابن زیاد کے پاس لے جا اس سے بھی تیرا مقصود حاصل ہو جائے گا کہنے لگا مجھے اندیشہ ہے کہ جب اہل کوفہ ان کو دیکھیں گے تو شور مچا کر ان کو مجھ سے چھڑا لیں گے اور میری محنت ضائع ہو جائے گی آخر وہ ظالم تلوار اٹھائے چمنستان رسالت کے ان پھولوں کو کاٹنے کے لئے ان کی طرف بڑھا بیوی دوڑ کر حائل ہوگئی اور کہنے لگی ظالم خدا کا خوف کر عذاب آخرت سے ڈر ظالم نے بیوی پر وار کر دیا وہ زخمی ہو گر گئی اور تڑپنے لگی بیٹے نے ماں کو خاک وخون میں تڑپتے دیکھا تو بڑھ کر باپ کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا اے باپ ہوش میں آ تجھے کیا ہو گیا ظالم نے بیٹے پر بھی وار کر کے موت کی نیند سلا دیا ماں نے اپنی آنکھوں کے سامنے اب اپنے لخت جگر کو اس طرح کشتہ شمشیر جفا ہوتے دیکھا اس کا کلیجہ بھی پھٹ گیا اور وہ بھی راہی جنت ہوئی اب وہ ظالم اپنا خانہ خراب کر کے پھر دونوں بچوں کی طرف آیا دونوں نے سراپا التجا بن کر کہا اگر تجھے یہ اندیشہ ہے کہ ہمیں زندہ لے جانے کی صورت

میں لوگ شور مچا کر چھڑا لیں گے اور تو مال سے محروم ہو جائے گا تو ایسا کر کہ ہمارے گیسو کاٹ کر غلام بنا کر فروخت کر دے ظالم نے کہا اب تو میں تمہیں ہرگز نہ چھوڑوں گا جب اس نے تلوار اٹھائی تو چھوٹے نے آگے بڑھ کر کہا پہلے مجھے مار چھوٹے بھائی پر وار کرنا ہی چاہتا تھا کہ بڑا بھائی چیخ اٹھا خدا کے لئے پہلے مجھے ذبح کرو میں اپنے بھائی کی تڑپتی ہوئی لاش نہیں دیکھ سکوں گا ظالم کی تلوار چمکی دو ننھی چیخیں بلند ہوئیں اور یتیم بچوں کے کٹے ہوئے خون میں تڑپنے لگے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ

قاتل کا انجام: ۔حارث ملعون نے جب بچوں کو شہید کر دیا تو ان کی لاشوں کو دریائے فرات میں پھینک دیا اور سروں کو توبرا میں رکھ کر ابن زیاد کے سامنے لے گیا اس نے پوچھا اس میں کیا ہے حارث نے کہا انعام واکرام کے لئے آپ کے دشمنوں کا سر کاٹ کر لایا ہوں ابن زیاد نے پوچھا میرے دشمن کون ہیں؟ کہا مسلم بن عقیل کے فرزند ابن زیاد یہ سنتے ہیں غضبناک ہو گیا اور کہا تجھ کو قتل کرنے کا حکم کس نے دیا تھا کم بخت میں نے امیر المومنین یزید کو لکھا ہے کہ مسلم بن عقیل کے فرزند گرفتار کر لئے گئے ہیں اگر حکم ہو تو میں انہیں آپ کے پاس زندہ بھیج دوں اگر یزید نے زندہ بھیجنے کا حکم دیا تو پھر میں کیا کروں گا تو میرے پاس ان کو زندہ کیوں نہیں لایا حارث نے کہا مجھے اندیشہ تھا کہ شہر کے لوگ مجھ سے چھین لیں گے ابن زیاد نے کہا اگر تجھے چھین لینے کا اندیشہ تھا تو کسی محفوظ جگہ پر ان کو ٹھہرا کر مجھے اطلاع کر دیتا میں سپاہیوں کے ذریعے منگوا لیتا تو نے میرے حکم کے بغیر ان کو قتل کیوں کیا پھر اس نے مجمع پر نگاہ ڈالی اور ایک شخص جس کا نام مقاتل تھا اس سے کہا کہ اس بد بخت کی گردن مار دے مقاتل نے

بہت خوش ہو کر حارث ملعون کی مشکیں باندھیں پھر اس کو برہنہ سر کر کے ان دونوں سروں کو اس کے سر پر دھر کے بازار کوفہ کے لوگوں کو دکھاتا روتا آنسوؤں سے منہ دھوتا لے چلا سارے اہل کوفہ یہ حال پر ملال دیکھ کر نعرہ واویلاہ واسلماہ لگاتے تھے اور حارث پر لعنت کرتے اور سر اور منہ پر اس کے خاک دھول اڑاتے تھے حارث ملعون نے اس مقاتل سے کہا کہ میں تجھے دس ہزار اشرفیاں دیتا ہوں مجھے چھوڑ دے مقاتل نے کہا اگر تو مجھے ساری دنیا کے خزانے دے تب بھی تیرے قتل سے ہرگز باز نہ آؤں گا میں ابھی تجھے اسی تیغ سے جہنم کو پہنچاؤں گا اس کے بدلے حق تعالیٰ سے اجر عظیم دار نعیم پاؤں گا اس کے بعد مقاتل نے دونوں ہاتھ حارث ملعون کے اسی تلوار سے کٹوائے پھر دونوں پاؤں اس کے کاٹ کر کمر سے جدا کروائے پھر دونوں کانوں کو کاٹ کر بہت ایذائیں دیں اس کے بعد دونوں آنکھیں اس کی نکال لیں پھر شکم ناپاک اس ملعون کا چاک کر کے اعضائے بریدہ کو اس کے اس میں باندھ کر دریا میں ڈال دیا تھوڑی دیر کے بعد دریا موجزن ہوا اور اس کی لاش ناپاک کو کنارے پر پھینک دیا تین بار لاش اس کی دریا میں بہائی مگر ہر بار یہی نوبت آئی آخر مجبور ہو کر اس کو ایک غار تیرہ و تار میں کھود کر ڈالا زمین نے بھی قبول نہ کیا فوراً باہر نکالا تین بار اسی طرح وہ لاش اس غار میں چھپائی مگر ہر بار لاش باہر نکل آئی آخر مجبور ہو کر اسے جلایا گیا اور راکھ دریا میں بہا دی۔

(عناصر الشہادتین صفحہ ۱۸۴)

اسی کتاب میں علامہ ناصر علی رضوی لکھتا ہے یہ شہزادوں کی کرامت ہے کہ ان کے دھڑ سروں سے چمٹ گئے مقاتل نے وہاں فرات کے کنارے قبر کھود کر شہزادوں کو بہ عزت و وقار دفن کیا۔

روانگی امام عالی مقام:۔ اہل کوفہ کے خطوط اور وفود آنے کے بعد امام عالی مقام نے حضرت مسلم کو دریافت احوال کے لئے کوفہ بھیجا تھا۔ انہوں نے اہل کوفہ کی بے پناہ عقیدت ومحبت کو دیکھ کر امام عالی مقام کی خدمت میں لکھ بھیجا تھا کہ ہزاروں افراد نے میرے ہاتھ پر بیعت کرلی ہے اور یہاں کے سب باشندے آپ کی تشریف آوری کے منتظر ہیں آپ فوراً تشریف لے آئیں۔

امام عالی مقام نے اس اطلاع کے بعد کوفہ جانے کا عزم صمیم کرلیا اور ادھر کوفہ میں جو انقلاب برپا ہو چکا تھا اس پر خدا نے اس پر ذھول واستغراق کا پردہ حائل کردیا تھا جب اہل مکہ کو آپ کی تیاری کا علم ہوا تو انہوں نے آپ کا کوفہ جانا پسند نہ کیا کیونکہ وہ اہل کوفہ کی بے وفائی اور غداری کو خوب جانتے تھے ان کو علم تھا کہ ان کوفیوں نے حضرت علی اور حضرت حسن رضی اللہ تعالی عنہما کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا چنانچہ انہوں نے آپ کو سختی سے روکا سب سے پہلے آپ کی خدمت میں عمر بن عبدالرحمن (مخزومی) حاضر ہوئے اور عرض کیا مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ کوفہ جارہے ہیں اس لئے میں آپ کی خدمت میں محض خیر خواہی کے لئے حاضر ہوا ہوں اجازت ہو تو کچھ عرض کروں؟ فرمایا ہاں کہو تم سچے ہمدرد اور مخلص ہو انہوں نے کہا آپ ایسے شہر میں جانے کا ارادہ فرمارہے ہیں جس میں حکومت کے امراء وعمال موجود ہیں جن کے قبضے میں بیت المال کا خزانہ ہے اور آپ جانتے ہیں عوام تو درہم ودینار کے بندے ہوتے ہیں اس لئے مجھے اندیشہ ہے کہ جن لوگوں نے آپ کو بلایا ہے اور آپ کی نصرت کا وعدہ کیا ہے وہی مال ودولت کے طمع ولالچ میں آکر آپ سے لڑیں گے اس

لئے آپ کوفہ نہ جائیں امام عالی مقام نے ان کے ہمدردانہ مشورہ کا شکریہ ادا کیا اور ان کو دعا دی۔ (ابن اثیر صفحہ ۱۵ جلد ۴، طبری صفحہ ۲۱۵ جلد ششم)

اس کے بعد عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما آئے اور فرمایا بھائی! لوگوں میں چرچا ہو رہا ہے کہ آپ کوفہ جارہے ہیں کیا یہ درست ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں انشاء اللہ میں ایک دو روز میں جانے والا ہوں ابن عباس نے کہا آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ ایسا نہ کرنا البتہ اہل کوفہ نے موجودہ حکومت کے حاکم کو قتل کردیا ہوتا اور اپنے دشمنوں کو وہاں سے نکال دیا ہوتا اور حالات پر ان کا پورا پورا قابو ہوتا تو آپ کا جانا درست تھا لیکن اگر انہوں نے آپ کو اس حالت میں بلایا ہے کہ ان کا امیر ان میں موجود ہے اور اس کی حکومت قائم ہے اور اس کے عمال خراج وصول کرتے ہیں تو آپ جان لیجئے کہ انہوں نے آپ کو صرف جنگ وجدال کے لئے بلایا ہے مجھے خوف ہے کہ یہ بلانے والے آپ کو دھوکہ دیں گے جھٹلائیں گے اور آپ کو بے یار ومددگار چھوڑ دیں گے بلکہ حکومت وقت سے مل کر آپ سے لڑیں گے اور سب سے بڑے دشمن ثابت ہوں گے امام پاک نے فرمایا میں خدا تعالی سے خیر کا طالب ہوں اور دیکھتا ہوں کہ کیا ہوتا ہے۔

(ابن اثیر صفحہ ۱۵ جلد چہارم، طبری صفحہ ۲۱۶ جلد ششم)

اس کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیر آئے اور کہا آپ کا کیا ارادہ ہے فرمایا میں کوفہ جانے کے لئے سوچ رہا ہوں کیونکہ وہاں کے اشراف نے اور میرے شیعوں نے مجھے بلایا ہے اور خدا سے خیر چاہتا ہوں ابن زبیر نے کہا اگر آپ کے شیعوں کی طرح میری وہاں کوئی جماعت ہوتی تو میں ضرور جاتا پھر ابن زبیر کو خیال ہوا کہ میری اس بات سے امام کو میرے متعلق کوئی شبہ یا کوئی بدگمانی نہ پیدا ہو جائے تو کہا کہ اگر آپ حجاز ہی

میں رہ کر حصول خلافت کی کوشش فرمائیں تو ہم سب آپ کی بیعت کریں گے اور آپکا پورا پورا ساتھ دیں گے اور ہر طرح کی خیر خواہی کریں گے امام نے فرمایا میں نے اپنے والد ماجد سے سنا ہے کہ مکہ مکرمہ میں ایک مینڈھا ہو گا جو مکہ کی حرمت کو حلال کر دے گا میں نہیں چاہتا کہ وہ مینڈھا میں بنوں غرض یہ کہ ابن زبیر نے بہت اصرار کیا کہ آپ حرم مکہ میں ہی بیٹھے رہیں آپ کا سارا کام میں کروں گا امام نے فرمایا مجھے حرم کے باہر قتل ہونا حرم کے اندر قتل ہونے سے زیادہ پسند ہے۔ اور کسی طرح حرم میں رہنے کے لئے تیار نہ ہوئے ابن زبیر کے جانے کے بعد آپ نے فرمایا ابن زبیر کو دنیا کی کوئی چیز اس سے زیادہ عزیز نہیں کہ میں حجاز سے چلا جاؤں اور اس کے لئے میدان خالی ہو جائے۔ (ابن اثیر صفحہ ۱۵ جلد چہارم طبری صفحہ ۲۱۶ جلد ششم)

اسی دن شام کو یا دوسرے دن صبح کو حضرت ابن عباس آئے اور کہا بھائی میں چاہتا ہوں کہ صبر کروں مگر مجھے صبر نہیں آتا اس لئے کہ مجھے اس سفر میں تمہاری ہلاکت کا خوف ہے۔ اہل عراق ایک غدار قوم ہیں آپ ہرگز ان کے قریب نہ جائیں بلکہ اسی شہر میں مقیم رہیں آپ اہل حجاز کے سردار ہیں اگر اہل عراق اپنے دعوی محبت میں سچے ہیں اور واقعی آپ کو چاہتے ہیں تو آپ ان کو لکھیں کہ پہلے اپنے عامل (گورنر) اور دشمنوں کو شہر سے نکال دیں پھر آپ جائیں لیکن اگر آپ نہیں رکتے اور یہاں سے ضرور ہی جانا چاہتے ہیں تو یمن چلے جائیں ایک طویل وعریض ملک ہے وہاں قلعے اور پہاڑ ہیں اور وہاں آپ کے باپ کے شیعہ بھی موجود ہیں وہاں الگ تھلگ رہ کر لوگوں کے پاس اپنا پیغام بھیجیں مجھے امید ہے کہ اس طرح امن وعافیت کے ساتھ آپ اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کریں گے۔ امام عالی مقام نے فرمایا بخدا مجھے یقین ہے کہ آپ میرے

مشفق اور خیر خواہ ہیں لیکن اب تو میں جانے کا مصمم ارادہ کر چکا ہوں ابن عباس نے کہا اچھا ضروری جانا ہی ہے تو عورتوں اور بچوں کو ساتھ نہ لے جائیں مجھے ڈر ہے کہ کہیں آپ بھی حضرت عثمان کی طرح اپنی عورتوں اور بچوں کی آنکھوں کے سامنے قتل نہ کر دیے جائیں پھر کہا آپ نے ابن زبیر کے لئے میدان خالی کر کے اس کی آنکھیں ٹھنڈی کر دیں آپ کے ہوتے ہوئے کوئی اس کی طرف التفات نہیں کر سکتا تھا خدائے وحدہ لاشریک کی قسم اگر میں یہ سمجھتا کہ میں آپ سے دست وگریبان ہو جاؤں یہاں تک کہ میرا اور آپ کا تماشہ دیکھنے کے لئے لوگ جمع ہو جائیں اور آپ میرا کہنا مان لیں تو میں ایسا بھی کر گزرتا چونکہ قضاوقدر کے احکام نافذ ہو چکے تھے ہونا وہی تھا جو اللہ تعالی کو منظور تھا اس لئے حضرت ابن عباس کی کوشش بھی ناکام ثابت ہوئی وہ اٹھ کر چلے گئے پھر ابو بکر بن حارث حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ کے والد ماجد مسند خلافت پر متمکن تھے اور مسلمانوں کا ان کی طرف عام رجحان بھی تھا اور ان کے احکام پر سر بھی جھکاتے تھے شام کے سوا تمام ممالک اسلامیہ ان کے ساتھ تھے باوجود اس اثر واقتدار کے جب وہ معاویہ کے مقابلے میں نکلے تو دنیا کی طمع میں لوگوں نے ان کا ساتھ بھی چھوڑ دیا اور صرف ساتھ ہی چھوڑنے پر اکتفا نہ کیا بلکہ ان کے سخت مخالف ہو گئے اور خدا کی مرضی پوری ہو کر رہی ان کے بعد آپ کے بھائی کے ساتھ عراقیوں نے جو کچھ کیا وہ بھی آپ کو معلوم ہے ان تجربات کے بعد بھی آپ اپنے والد ماجد اور اپنے بھائی کے دشمنوں کے پاس اس امید پر جا رہے ہیں کہ وہ آپ کا ساتھ دیں گے یقین جانئے کہ عراقی دنیا کی طمع اور مال کی حرص میں آپ کا ساتھ چھوڑ دیں گے۔ یہ دنیا کے کتے فوراً آپ کے دشمنوں سے مل جائیں گے یہ آپ کی محبت کا محض زبانی

دعویٰ کرنے والے ہیں آپ کے دشمن ثابت ہوں گے۔

(مروج الذهب للمسعودی صفحہ ۱۳۴ جلد پنجم)

ابوبکر بن حارث کی پرزور تقریر بھی آپ کے عزم واستقلال میں کوئی تزلزل پیدا نہ کرسکی اور آپ نے فرمایا ہاں خدا کی مرضی پوری ہو کر رہے گی غرض یہ کہ اور بھی آپ کے چند احباب نے روکا مگر وہ بھی ناکام ہوئے اور آپ کے عزم راسخ میں کوئی تبدیلی نہ آئی چنانچہ ۳ ذی الحجہ کو اہل بیت نبوت کا قافلہ مکہ مکرمہ سے روانہ ہوا معلوم ہوا مقام مصطفیٰ کے تحفظ اور نظام مصطفیٰ کے نفاذ کا مسئلہ ادائیگی حج سے بھی اہم ہے اور جب محمد بن حنفیہ کو اپنے بھائی حسین کے کربلا کی طرف روانہ ہونے کی خبر پہنچی تو اتنا روئے کہ ان کے آگے طشت رکھا تھا جس میں وضو کرتے تھے وہ آنسوؤں سے بھر گیا۔

(نورالابصار صفحہ ۱۵)

عمر بن سعید بن العاص نے جو یزید کی طرف سے حاکم مکہ تھے اپنے بھائی یحییٰ بن سعید کے ہاتھ چند سواروں کو اسی غرض سے بھیجا کہ امام کے قافلہ کو روکیں چنانچہ انہوں نے سخت مزاحمت کی یہاں تک کہ ان میں اور امام کے ہمراہیوں میں مار پیٹ تک نوبت آئی انہوں نے کہا اے حسین کیا تم خدا سے نہیں ڈرتے؟ جماعت سے نکلے جاتے ہو اور امت میں تفرقہ ڈالتے ہو آپ نے فرمایا میرا عمل میرے لئے ہے اور تمہارا عمل تمہارے لئے تم میرے عمل سے بری ہو اور میں تمہارے عمل سے بری ہوں۔

بات دراصل یہ تھی کہ آپ کو گرفتار ہونے کا اندیشہ تھا اور یہ راز اس وقت کھلا جب فرزدق شاعر سے آپ کی راستہ میں ملاقات ہوئی اور اس نے پوچھا کہ فرزند رسول! حج کے دن بالکل قریب آگئے ہیں تو اتنی جلدی آپ نے کس لئے فرمائی کہ حج بھی نہ

ہوسکا۔ امام نے جواب دیا کہ اگر میں اتنی جلدی نہ کرتا تو وہیں گرفتار کرلیا جاتا۔

(طبری صفحہ ۲۱۴ جلد دوم)

حضرت کے اس جواب سے معلوم ہوگیا کہ ایام حج قریب ہونے کے باوجود آپ مکہ مکرمہ سے کیوں نکل پڑے اور یہ بھی واضح ہوگیا کہ صحابہ کرام کے اصرار کو قبول نہ فرمانے کا سبب کیا تھا ظاہری وجہ تو وہی تھی جو حضرت امام نے فرزدق سے بیان فرمائی اور حقیقت میں شہادت کی کشش آپ کو کربلا کی طرف کھینچے لئے جارہی تھی۔

فرزدق سے گفتگو کرنے کے بعد قافلہ امام آگے بڑھا تو آپ کے بھانجے حضرت عون و محمد رضی اللہ عنہما اپنے والد ماجد حضرت عبداللہ بن جعفر طیار کا خط لے کر آئے اور آپ کو راستے میں مل کر خط پیش کیا اس میں لکھا تھا کہ "میں آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر درخواست کرتا ہوں کہ میرا یہ خط دیکھتے ہی فوراً واپس آجائیں کیونکہ جہاں آپ جارہے ہیں وہاں آپ کی ہلاکت اور آپ کے اہل بیت کی شہادت کا اندیشہ ہے۔ اگر خدانخواستہ آپ ہلاک ہوگئے تو اسلام کا نور بجھ جائے گا اور دنیا میں اندھیرا ہوجائے گا آپ اہل ہدایت کے راہنما اور اہل ایمان کی امید ہیں آپ روانگی میں جلدی نہ کریں والسلام

(طبری صفحہ ۲۱۹ جلد ششم)

فرزندوں کے ہاتھ خط روانہ کرکے حضرت عبداللہ بن جعفر حضرت امام کے بہنوئی مائی زینب کے خاوند خود حاکم مکہ کے پاس ہوئے اور اس سے گفتگو کرکے کہا کہ تم اپنی جانب سے ایک خط حضرت امام حسین کے نام جس میں انہیں امان دینے اور ان کے ساتھ نیکی اور احسان کرنے کا وعدہ ہو لکھ کر انہیں واپس آنے کے لئے لکھو حاکم مکہ عمرو بن سعید نے کہا مضمون تم خود لکھ لو میں اس پر مہر کردوں گا چنانچہ حضرت عبداللہ بن جعفر

طیار نے حاکم مکہ عمرو بن سعید کی طرف سے یہ خط لکھا ''عمرو بن سعید گورنر مکہ کی طرف سے حسین بن علی کے نام۔ میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ وہ آپ کو اس ارادہ سے باز رکھے جس میں آپ کے لئے تباہی کا سامنا ہو آپ کو وہ راہ دکھائے جس میں آپ کے لئے بہتری ہو مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ عراق جا رہے ہیں میں خدا سے امید کرتا ہوں کہ وہ آپ کو اختلاف وانشقاق سے بچائے گا اس لئے کہ اس میں آپ کی شہادت کا اندیشہ ہے میں آپ کے پاس عبداللہ بن جعفر طیار اور اپنے بھائی یحیی بن سعید کو بھیج رہا ہوں آپ ان کے ساتھ واپس آ جائیں میں آپ کو امان دیتا ہوں اور آپ کے ساتھ نیکی اور بھلائی سے پیش آؤں گا اس پر خدا گواہ اور وکیل ہے گورنر نے اس تحریر پر مہر کردی اور حضرت عبداللہ بن جعفر اور یحیی اس خط کو لے کر امام کے پاس پہنچے آپ نے اس خط کو پڑھا اور واپس ہونے سے انکار کر دیا حضرت عبداللہ نے کہا آخر بات کیا ہے آپ جانے پر اس قدر بہ ضد کیوں ہیں؟ آپ نے فرمایا میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی ہے آپ نے اس خواب میں مجھے ایک حکم دیا ہے جس کو میں ضرور پورا کروں گا خواہ وہ میرے خلاف پڑے یا موافق انہوں نے کہا وہ خواب کیا ہے؟ فرمایا میں نے اب تک نہ کسی سے بیان کیا ہے اور نہ کروں گا انشاء اللہ یہاں تک کہ میں اپنے رب سے جا ملوں۔

پھر آپ نے عمرو بن سعید گورنر مکہ کے نام اس خط کا جواب لکھا اما بعد ''جو شخص اللہ تعالی کی طرف دعوت دے اور نیک اعمال بھی کرے وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرنے والا کیونکر ہو سکتا ہے بیشک میں ایک مسلمان ہوں تم نے مجھے امان، نیکی اور صلہ کی دعوت دی ہے تو سنو بہترین امان اللہ کی امان ہے جو شخص دنیا میں اللہ سے

نہیں ڈرتا اللہ تعالی قیامت کے دن اس کو ہرگز امان نہ دے گا ہم اللہ تعالی سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں دنیا میں اپنا خوف عطا فرمائے تا کہ قیامت کے دن ہم اس کی امان کے مستحق ہو جائیں اگر اس خط سے واقعی تم نے میرے ساتھ نیکی اور صلہ کی نیت کی ہے تو خدا تمہیں دنیا و آخرت میں جزائے خیر عطا فرمائے۔ والسلام۔

(طبری صفحہ ۲۱۹ جلد ششم)

بلاشبہ دوستوں کے مشورے نہایت مخلصانہ تھے ان کو امام کے پاکیزہ مقصد سے ہرگز اختلاف نہ تھا بلکہ اہل کوفہ کی بے وفائی کے پیش نظر یہ خدشہ تھا کہ امام تکالیف ومصائب کا شکار ہو جائیں گے اور اگر خدانخواستہ آپ شہید ہو گئے تو اسلام کا نور بجھ جائے گا دنیا تاریک ہو جائے گی اور ہم نواسہ رسول ﷺ اور اپنے رہنما اور آقا سے محروم ہو جائیں گے مگر یہ ہزار جان قربان ہو جائیں امام کے پیش نظر نانا جان سید الانس والجان حضرت محمد مصطفی ﷺ کا وہ حکم مبارک تھا جس کو انہوں نے بہرصورت پورا کرنا تھا خواہ کچھ بھی ہوتا چنانچہ انہوں نے کر دکھایا۔

کربلا جانے والے اہل بیت کے افراد

اس سفر میں امام حسین اور آپ کے تین صاحبزادے آپ کے ہمراہ تھے۔

۱۔ حضرت علی اوسط جن کو امام زین العابدین کہتے ہیں یہ شہر بانو کے بطن سے تھے۔ اس وقت ان کی عمر ۲۶ سال تھی اور بیمار تھے۔ ۲۔ دوسرے صاحبزادے علی اکبر تھے جو لیلی بنت ابی مرہ کے بطن سے تھے یہ خاندان بنو امیہ سے تھیں علی اکبر کربلا میں شہید ہوئے۔

۳۔ امام عالی مقام کے تیسرے فرزند جنہیں علی اصغر کہتے ہیں ان کی والدہ بنی قضاعہ

سے تھیں یہ شیر خوار بچے تھے اور کربلا میں حرمل کا تیر لگنے سے شہید ہوئے۔ ایک
صاحبزادی حضرت سکینہ ہمراہ تھیں جن کی نسبت حضرت قاسم بن حسن کے ساتھ ہوئی
تھی اس وقت ان کی عمر سات سال کی تھی ان کی والدہ امراء القیس ابن عدی کی دختر
قبیلہ بنی کلب سے تھیں ان کا عقد حضرت مصعب بن زبیر کے ساتھ ہوا اور کربلا میں
حضرت قاسم کے ساتھ شادی کی جو روایت ذاکرین اور بے علم مولوی صاحبان کرتے
ہیں وہ غلط ہے البتہ ان کے ساتھ آپ کی صرف نسبت ہوئی تھی عقد نہیں ہوا تھا اور
حضرت امام حسین کی دو بیویاں آپ کے ہمراہ تھیں ایک شہر بانو دوسری علی اصغر کی
والدہ حضرت امام حسین کے چار نوجوان صاحبزادے حضرت قاسم، عبداللہ، حضرت عمر
اور حضرت ابوبکر امام عالی مقام کے ہمراہ تھے جو کربلا میں شہید ہوئے۔ حضرت علی کے
پانچ فرزند امام عالی مقام کے بھائی حضرت عباس بن علی حضرت عثمان بن علی حضرت
عبداللہ بن علی حضرت محمد بن علی اور حضرت جعفر بن علی حضرت امام کے ہمراہ تھے سب
درجہ شہادت پر فائز المرام ہوئے۔ اور حضرت عقیل کے فرزندوں میں سے حضرت
مسلم تو امام عالی مقام کے کربلا پہنچنے سے پہلے ہی کوفہ میں شہید ہو چکے تھے اور تین
فرزند حضرت عبداللہ حضرت عبدالرحمن اور حضرت جعفر امام کے ہمراہ کربلا میں حاضر
ہو کر شہید ہوئے اور حضرت جعفر طیار کے دو پوتے حضرت عون اور حضرت محمد حضرت
امام کے ہمراہ حاضر ہو کر کربلا میں شہید ہوئے ان کے والد کا نام عبداللہ بن جعفر طیار
ہے اور حضرت امام حسین کے بھانجے اور آپ کی بہن زینب بنت علی کے بیٹے ہیں۔
صاحبزادگان اہل بیت میں سے کل سترہ حضرت امام عالی مقام کے ہمراہ مرتبہ شہادت
سے سرفراز ہوئے اور حضرت امام زین العابدین عمر بن حسن محمد بن عمر بن علی اور

دوسرے کم عمر صاحبزادے قیدی بنائے گئے۔

(سوانح کربلا از صدرالافاضل مرادآبادی)

حضرت امام حسین جب مکہ شریف سے باہر نکلے تو ایک فوجی دستہ نے شہر سے باہر آ کے
آپ کو روکا اور چاہا کہ واپس چلیں حضرت امام نے واپس ہونے سے انکار کیا نتیجہ یہ ہوا
کہ دونوں طرف سے لوگوں میں مار پیٹ ہوئی آپ کے ساتھی بڑی بہادری سے فوجی
دستہ کی مزاحمت کو روکنے پر تیار تھے اس لئے ان لوگوں کو ہٹنے پر مجبور ہونا پڑا اور قافلہ
آگے روانہ ہو گیا۔ (طبری صفحہ ۲۱۳ جلد دوم)

ابن زیاد بدنہاد کو اطلاع مل چکی تھی کہ کاروان امام کوفے کی طرف روانہ ہو چکا ہے
برابر منزلیں طے کر رہا ہے اس نے اس کارواں سے نمٹنے کے انتظامات شروع کر دئے
چنانچہ رئیس الشرطہ (انسپکٹر جنرل پولیس) حصین بن نمیر تمیمی کو ہدایات دے کر اس کے
ساتھ ایک لشکر روانہ کر دیا حصین ابن نمیر نے قادسیہ پہنچ کر لشکر کو پھیلا دیا اور راستوں کی
ناکہ بندی کر دی اور چند سوار برائے جاسوسی آگے بھیجے تاکہ آپ کی نقل و حرکت کی
خبریں بھی ملتی رہیں اور آپ کے درمیان پیغام رسانی کا سلسلہ قائم نہ ہو سکے۔

حضرت قیس کی شہادت:۔ امام پاک نے مقام حاجر میں پہنچ کر اپنے ایک رفیق
قیس بن مسہر میداری کو خط دے کر کوفہ روانہ فرمایا خط کا مضمون یہ تھا حمد و صلوۃ کے بعد
معلوم ہو کہ مسلم بن عقیل کے خط سے تم لوگوں کے حالات کی درستگی اور میری مدد تم
ب کے متفق ہونے کا علم ہوا میں خدا تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ ہم پر احسان کرے
اور تم لوگوں کو اس بات پر اجر عظیم عطا فرمائے میں مکہ مکرمہ سے روانہ ہو چکا ہوں جب

میرا یہ خط پہنچے تو اپنا انتظام تم لوگوں کو اس بات پر اجر عظیم عطا فرمائے تم لوگ جلدی
درست کر لینا اس لئے کہ میں چند ہی دنوں میں انشاء اللہ تمہارے ہاں پہنچنے والا ہوں
والسلام (طبری صفحہ ۲۲۳ جلد ۲)

حضرت قیس جب امام کا خط لے کر قادسیہ پہنچے تو حصین بن نمیر جو ابن زیاد کے حکم سے
فوج کے ساتھ پہلے سے ناکہ بندی کئے ہوئے تھا اس نے قیس کو گرفتار کر کے ابن زیاد
کے پاس کوفہ بھیج دیا ابن زیاد نے کہا اگر تم اپنی جان بچانا چاہتے ہو تو گورنر ہاؤس کی
چھت پر چڑھ کر حسین بن علی کے خلاف تقریر کرو اور ان کو برا بھلا کہو حضرت قیس چھت
پر چڑھ گئے اور حمد وصلوٰۃ کے بعد فرمایا کہ اے لوگو رسول کے پیارے نواسے حضرت
حسین بن علی اس وقت خلق خدا میں سب سے بہترین شخص ہیں انہیں کا بھیجا ہوا تم
لوگوں کے پاس آیا ہوں تمہارا فرض ہے کہ ان کی مدد کیلئے قدم آگے بڑھاؤ اور ان کی
آواز پر لبیک کہو پھر حضرت قیس نے ابن زیاد اور اس کے باپ کو برا بھلا کہا اور حضرت
علی کیلئے دعائے خیر کی ابن زیاد آپ کی اس تقریر کو سن کر آگ بگولا ہو گیا اور حکم دیا کہ
انہیں چھت کے اوپر سے زمین پر گرا دو کہ اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں بے رحموں
نے انہیں نیچے گرا دیا جس سے ان کی ہڈیاں چکنا چور ہو گئیں اور وہ شہید ہو گئے اس
طرح حضرت امام کا یہ سچا محب آپ پر قربان ہو گیا۔

جب آپ اس منزل سے آگے بڑھے تو ایک کنویں پر آپ کی ملاقات
عبداللہ بن مطیع سے ہوئی انہوں نے عرض کیا یا ابن رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر
فدا ہوں آپ ادھر کیسے تشریف لائے؟ حضرت امام نے اپنے آنے کی وجہ بیان فرمائی
انہوں نے کہا میں آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ آپ حرمت اسلام حرمت رسول اور

حرمت عرب کو ضائع نہ کیجئے آپ کو ہرگز نہ جانا چاہئے وہاں آپ یقیناً شہید کر دیئے جائیں
گے حضرت امام نے فرمایا ہمیں وہی مصیبت پہنچ سکتی ہے جو خدائے تعالیٰ نے ہمارے
لئے مقدر فرمادی ہے۔

حضرت زہیر سے ملاقات:۔ حضرت امام جب آگے بڑھے اور مقام زرود میں
آپ نے قیام فرمایا تو وہاں کنویں کے پاس ایک خیمہ نظر آیا معلوم ہوا کہ یہ زہیر بن
قیس بجلی کا خیمہ ہے جو حج سے فارغ ہو کر کوفہ جا رہے تھے شروع میں ان کو اہلبیت
رسالت سے کوئی عقیدت نہ تھی آپ نے ان کے پاس پیغام بھیجا کہ میں تم سے
ملنا چاہتا ہوں انہوں نے ملنے سے انکار کرنا چاہا تو ان کی بیوی نے کہا واہ کیا غضب کی
بات ہے کہ فرزند رسول آپ کو بلائیں اور آپ ان سے ملنے کے لئے نہ جائیں بیوی کی
بات سے متاثر ہو کر وہ حضرت کے پاس گئے اور بہت جلد خوش خوش واپس ہو کر اپنا
خیمہ اور کل ساز و سامان آپ کی طرف بھیج دیا اس کے بعد اپنی بیوی کو طلاق دے دی
اور اس سے کہا کہ اپنے بھائی کے ساتھ میکے چلی جاؤ پھر اپنے ساتھیوں سے کہا تم میں
سے جو میرے ساتھ رہنا چاہے رہے اور جو چاہے چلا جائے اور یہ سمجھ کر جائے کہ یہ میر
ی آخری ملاقات ہے سب حیران رہ گئے کہ آخر ماجرا کیا ہے اس نے کہا میں تم لوگوں
سے بیان کرتا ہوں سنو جنگ بلنجر میں خدا تعالیٰ نے ہم کو فتح عطا فرمائی اور بہت سامان
غنیمت ہاتھ آیا تو حضرت سلمان فارسی نے ہم سے پوچھا کہ فتح اور غنیمت سے تم کو
خوشی ہوئی؟ ہم نے کہا کہ ہاں بہت خوشی ہوئی انہوں نے فرمایا ایک وقت آئے گا کہ تم
رسول کے گھر کے جوانوں کے سردار حسین سے ملو گے اور ان کی مدد میں ان کے دشمنوں

سے جنگ کرو گے تو اس فتح اور مال غنیمت سے زیادہ خوشی حاصل کرو گے لہذا میں تم لوگوں کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں ۔ پھر زہیر امام عالی مقام کے ساتھ رہے یہاں تک کہ کربلا میں آپ کے دشمنوں سے لڑ کر شہادت سے سرفراز ہوئے ۔

(طبری صفحہ ۲۲۵ جلد دوم)

مسلم کی شہادت کی خبر :۔ حضرت امام عالی مقام کو بوجہ ذھول ونسیان کوفہ کے حالات معلوم نہ ہوئے جب آپ مقام ثعلبیہ میں پہنچے تو بکیر اسدی کے ذریعہ آپ کو معلوم ہوا کہ مسلم بن عقیل اور ھانی بن عروہ دونوں شہید کر دیے گئے ہیں اور ان کی لاشوں کے پاؤں میں رسیاں باندھ کر بازاروں میں گھسیٹا گیا اس دردناک خبر کو سن کر آپ نے بار بار انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا ۔ عبداللہ بن سلیم اور بذوی بن مشعل اسدی جو حج سے فارغ ہو کر مقام زرود میں حسینی قافلہ سے آ ملے انہوں نے امام عالی مقام سے کہا خدا کے واسطے آپ اپنی اور اپنے گھر بھر کی جان خطرہ میں نہ ڈالیں یہیں سے واپس ہو جائیں اس لئے کہ کوفہ میں آپ کا نہ کوئی دوست ہے اور نہ مددگار بلکہ ہمیں اندیشہ ہے کہ جو لوگ آپ کو بلانے والے ہیں وہی آپ کے دشمن ہو جائیں گے یہ سن کر حضرت مسلم کے تینوں بھائی کھڑے ہو گئے اور جوش میں آ کر کہا خدا کی قسم ہم واپس نہیں ہوں گے جب تک مسلم کے خون کا بدلہ نہیں لے لیں گے یا ہم ان کی طرح قتل نہیں ہو جائیں گے حضرت امام نے اسدیوں کی طرف دیکھ کر فرمایا ان لوگوں کے بعد زندگی میں کچھ لطف نہیں آپ کے ساتھیوں میں سے بعض لوگوں نے کہا آپ کی اور مسلم کی برابری نہیں جب آپ کوفہ میں پہنچ جائیں گے تو وہاں کے سب لوگ آپ کی

مدد کے لئے دوڑ پڑیں گے حضرت امام نے اس خیال کی تائید نہیں فرمائی بلکہ خاموش رہے ۔

(طبری صفحہ ۲۲۷ جلد دوم)

پھر قافلہ آگے بڑھتا رہا اور ابھی تک سب لوگوں کو حضرت مسلم کی شہادت کی خبر نہ تھی جب آپ مقام زبالہ میں پہنچے تو اسی جگہ آپ نے پورے قافلہ والوں سے فرمایا کہ ہمیں دردناک خبر ملی ہے کہ مسلم بن عقیل شہید کر دیے ہیں اور ہماری اطاعت کے دعویداروں نے ہمیں چھوڑ دیا ہے ہمارے شیعوں نے ہم سے غداری کی لہذا جو شخص تم میں سے واپس جانا چاہتا ہے وہ چلا جائے ہماری طرف سے اس پر کوئی الزام نہیں بہت سے عرب جو راستے میں تھے آپ کے ساتھ ہو گئے تھے اس اعلان کے سنتے ہی تقریباً سب آپ سے جدا ہو گئے اور زیادہ تر وہی لوگ باقی رہ گئے جو مدینہ طیبہ سے آپ کے ساتھ آئے تھے ۔

(طبری صفحہ ۲۲۷ جلد دوم)

حر کی آمد :۔ محرم کی پہلی تاریخ کو جب کہ آپ کوہ ذی حشم کے دامن میں پہنچ کر خیمہ زن ہوئے حر بن یزید تمیمی ایک ہزار لشکر کے ساتھ آپ کو گرفتار کرنے کے لئے آ پہنچا دوپہر کا وقت تھا دشمن کے گھوڑے اور سارے آدمی بہت پیاسے تھے حضرت امام عالی مقام نے سب کو پانی پلایا غالباً اس ہمدردی کے سبب حر آپ سے کچھ کہنے کی جرأت نہ کر سکا یہاں تک کہ جب ظہر کی نماز کا وقت آ گیا اور اذان پڑھی گئی تو آپ نے حمد و صلوٰۃ کے بعد حر اور اس کی فوج کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا اے لوگو! میں خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں اور تمہارے سامنے اپنی صفائی پیش کرتا ہوں کہ میں اس وقت تک تمہاری طرف نہیں آیا جب تک کہ تمہارے خطوط میرے پاس نہیں گئے کہ آپ

ہماری طرف آیئے ہمارا کوئی امام نہیں ہے شاید آپ کے سبب ہم لوگوں کو خدا تعالی ہدایت پر جمع فرمادے اب اگر تم لوگ اپنی بات پر قائم ہو تو میں آگیا ہوں تم مجھ سے عہد کرلو تا کہ مجھے اطمینان ہو جائے تو میں تمہارے شہر میں چلوں اور اگر میرا آنا پسند نہیں کرتے ہو تو میں جہاں سے آیا ہوں وہیں واپس چلا جاؤں۔ آپ کی اس تقریر کے بعد خاموشی رہی کسی نے کوئی جواب نہیں دیا آپ نے حر سے پوچھا تم میرے ساتھ نماز پڑھو گے یا الگ پڑھنا چاہتے ہو؟ حر نے کہا آپ نماز پڑھایئے ہم سب آپ کے پیچھے پڑھیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا دونوں طرف کے لوگوں نے حضرت امام کے پیچھے نماز ادا کی اس کے بعد آپ اپنے خیمہ میں تشریف لے گئے۔

(طبری صفحہ ۲۳ جلد دوم)

جب عصر کا وقت ہوا تو حضرت امام عالی مقام نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ روانہ ہونے کے لئے سب تیار ہو جائیں پھر خیمہ سے باہر تشریف لائے اور اس وقت بھی دونوں گروہوں نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی نماز کے بعد پھر آپ نے مجمع کی طرف رخ کیا اور حمد وصلوۃ کے بعد فرمایا اے لوگو! اگر تم تقوی اختیار کرو گے اور حق والوں کا حق پہچانو گے تو اللہ تعالی کی خوشنودی حاصل کرو گے جو تم پر ظلم وزیادتی کے ساتھ حکومت کرتے ہیں ہم اہل بیت نبوت ان کے مقابلہ میں خلافت کے زیادہ مستحق ہیں لیکن اگر تم ہم کو نہیں پسند کرتے ہو اور ہمارے حق کو نہیں پہچانتے ہو اور تمہاری رائے اس کے خلاف ہو گئی جو تمہارے خطوط سے ظاہر ہے تو میں واپس چلا جاؤں گا حر نے کہا خدا کی قسم ہمیں معلوم نہیں کہ وہ کیسے خطوط ہیں کہ جن کا آپ ذکر فرمارہے ہیں آپ نے خطوط کے تھیلے کو منگوا کر سب کے سامنے الٹ دیا حر نے کہا ہم ان لوگوں میں سے

نہیں ہیں جنہوں نے آپ کو خطوط لکھے ہیں ہم کو تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ جہاں بھی آپ مل جائیں ہم آپ کا ساتھ نہ چھوڑیں یہاں تک کہ ابن زیاد کے پاس پہنچا دیں آپ نے فرمایا اس مطلب کے حاصل کرنے سے تیرے لئے مرجانا زیادہ آسان ہے پھر آپ نے اپنے ساتھیوں کو سوار ہو کر لوٹنے کا حکم دیا حر نے واپس ہونے سے روکا آپ نے فرمایا تیری ماں تجھ پر روئے آخر تیرا مطلب کیا ہے؟ حر نے کہا خدا کی قسم! اگر آپ کے سوا کوئی دوسرا عرب یہ بات کہتا تو میں اس کی ماں کو بھی ایسا ہی کہتا لیکن آپ کی والدہ ماجدہ کا ذکر میں بھلائی کے ساتھ ہی کروں گا امام نے فرمایا تو کیا چاہتا ہے اس نے کہا میں آپ کو ابن زیاد کے پاس لے جانا چاہتا ہوں آپ نے فرمایا خدا کی قسم! یہ نہیں ہوگا اس نے کہا خدا کی قسم میں بھی آپ کو نہیں چھوڑوں گا اس طرح تکرار ہوتی رہی آخر حر نے کہا مجھے آپ سے لڑنے کا حکم نہیں دیا گیا مجھے تو یہ حکم ہے کہ میں آپ کے ساتھ رہوں یہاں تک کہ آپ کوفہ نہ پہنچ جائیں اگر آپ کوفہ جانے سے انکار کرتے ہیں تو جب تک کہ میں ابن زیاد کی رائے نہ معلوم کرلوں آپ ایسا راستہ اختیار کریں جو نہ کوفی کی طرف جاتا ہو اور نہ مدینہ کی طرف آپ کو اس کی بات معقول معلوم ہوئی آپ قادسیہ اور عذیب کی راہ سے بائیں چلنے لگے اور ساتھ حر بھی چلتا رہا۔

(طبری صفحہ ۲۳۲ جلد دوم)

باپ اور بیٹے کی گفتگو:۔ جب امام قافلہ قصر بنی مقاتل پہنچا تو آپ نے وہیں قیام فرمایا تھوڑی دور حر بھی ٹھہرا آدھی رات کے بعد آپ نے ساتھیوں سے فرمایا کہ پانی بھر لو اور چلو ابھی تھوڑی دیر چلتے تھے کہ ذرا آنکھ لگ گئی پھر چونک گئے اور تین بار فرمایا

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ یہ سن کر آپ کے صاحبزادے حضرت زین العابدین آپ کے نزدیک آئے اور عرض کیا ابا جان اس وقت یہ کلمات زبان پر کیسے جاری ہوئے فرمایا بھائی میری آنکھ لگ گئی تھی تو میں نے دیکھا ایک سوار کہہ رہا ہے کہ یہ لوگ راستے پر چل رہے ہیں اور موت ان کی طرف بڑھ رہی ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس طرح ہم کو موت کی اطلاع دی گئی ہے صاحبزادے نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کو ہر بلا سے محفوظ رکھے کیا ہم حق پر نہیں ہیں آپ نے فرمایا اس خدائے ذوالجلال کی قسم جس کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے ہم حق پر ہیں بہادر صاحبزادے نے کہا جب ہم حق پر ہیں تو ایسی موت کی ہمیں کوئی پرواہ نہیں آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہیں وہ جزائے خیر عطا فرمائے جو کسی بیٹے کو اس کے باپ کی طرف سے مل سکتی ہے۔ (طبری)

جب آپ کا قافلہ نینواں میں پہنچا تو کوفہ کی طرف سے ایک سوار آتا دکھائی دیا سب ٹھہر کر اس کا انتظار کرنے لگے وہ آیا تو امام کی طرف متوجہ نہیں ہوا حر کو سلام کیا اور اس کو ابن زیاد کا خط دیا جس میں لکھا تھا کہ حسین کو آگے بڑھنے سے روک دو اور انہیں چٹیل میدان میں کھڑے ہونے پر مجبور کرو جہاں کوئی پناہ کی جگہ نہ ہو اور نہ پانی ہو میں نے قاصد کو حکم دیا ہے وہ تمہارے ساتھ رہے تاکہ تمہاری کارگذاری کی ہمیں اطلاع دے اور تم سے الگ نہ ہو جب تک کہ ہمارے حکم پر عمل نہ ہو جائے حر نے امام اور ان کے ساتھیوں کو خط کے مضمون سے مطلع کیا حضرت امام نے فرمایا اچھا ہم کو ذرا آگے بڑھ کر سامنے والے گاؤں غاضریہ یا شفیہ میں ٹھہرنے دو حر نے کہا ہمیں تو چٹیل میدان میں ٹھہرانے کا حکم دیا گیا ہے اور نگران ہمارے ساتھ ہے ابن زیاد کو ہمارے طرز عمل کی اطلاع کردے گا حر کے اس جواب پر حضرت امام کے ساتھیوں میں جوش پیدا ہو گیا

زہیر بن قین نے کہا یا ابن رسول ان سے جنگ کر لینا ہمارے لئے آسان ہے بہ نسبت ان لوگوں کے جو ان کے بعد آئیں گے اس لئے کہ وہ اتنے ہوں گے ہم کو ان سے مقابلہ کی طاقت نہ ہوگی مگر حضرت امام نے فرمایا ہم اپنی طرف سے جنگ کی ابتدا نہیں کریں گے اور پھر آپ نے حر سے فرمایا اچھا کچھ تو چلنے دو حر خاموش رہا اور آپ بائیں طرف چل پڑے۔

زمین کربلا:۔ ابھی آپ تھوڑا سا چلے تھے کہ حر کے ساتھیوں نے آ کر آپ کو روک دیا اور کہا بس یہیں اتریئے فرات یہاں سے دور نہیں ہے آپ نے پوچھا اس جگہ کا نام کیا ہے لوگوں نے کہا اس کا نام کربلا ہے اس لفظ کو سنتے ہی آپ سواری سے اتر پڑے اور فرمایا یہ کربلا ہے جو مقام کرب و بلا ہے یہی ہمارے اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ ہے یہیں ہمارے مال و اسباب اتریں گے اسی مقام پر ہمارے ساتھی شہید ہوں گے یہ محرم اکسٹھ ہجری کی دوسری تاریخ خمیس کا دن تھا۔ جب حر نے حضرت امام کو کربلا میں اترنے پر مجبور کر دیا اس نے ابن زیاد کو اس بات کی اطلاع دی یہ وقت وہ تھا جب کہ ایران میں بغاوت ہو گئی تھی جس کو فرو کرنے کے لئے عمرو بن سعد کو چار ہزار فوج کا سردار بنایا گیا تھا اور ...... حکومت کا پروانہ لکھ کر دیا گیا تھا عمرو بن سعد اپنی فوج کے ساتھ نکل کر ابھی تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ ابن زیاد نے اسے واپس بلا کر حکم دیا کہ پہلے حسین کی مہم سر کرو اس کے بعد ایران کی طرف چلنا ابن سعد نے کہا مجھے اس امر کے لئے نہ بھیجیں چونکہ عمرو بن سعد فاتح ایران صحابی رسول سعد بن ابی وقاص جو کہ عشرہ مبشرہ میں سے تھے کا بیٹا تھا نواسہ رسول کی فضیلت سے خوب واقف تھا ابن زیاد نے

کہا اگر حسین کے مقابلہ کے لیے نہیں جاتے ہو تو ۔۔۔کی حکومت سے دست بردار ہو جاؤ عمرو بن سعد نے اس معاملہ پر غور کرنے کے لئے ایک دن کی مہلت مانگی پھر دنیوی حکومت کے لالچ میں آ کر امام عالی مقام سے مقابلہ در مقابلہ کے لئے تیار ہو گیا اور وہی چار ہزار کی فوج جو ملک ایران جانے کے لئے تیار تھی انہیں ساتھ لے کر تیسری محرم کو کربلا پہنچ گیا اور برابر کمک پہنچتی رہی یہاں تک کہ عمرو بن سعد کے پاس بائیس ہزار کا لشکر جمع ہو گیا۔

عناصر الشہادتین صفحہ ۱۸۸ میں علامہ ناصر رضوی لکھتے ہیں جب آپ وہاں سے منزل ثعلبیہ میں پہنچے بکیر اسدی کوفے سے آتا تھا اس نے عبداللہ بن زیاد کا کوفے میں آنا کوفیان بے وفا کا اس سے مل جانا اور حضرت مسلم اور ان کے لڑکوں اور ہانی کی شہادت پانا مفصلاً آپ کو سنایا آپ یہ خبر وحشت اثر سن کر دل مسوس کر رہ گئے کسی کو آگاہ نہ فرمایا حضرت مسلم کی ایک شہزادی بھی ساتھ تھی اس وقت آپ کے پاس آئیں آپ خلاف معمول بار بار منہ ان کا دیکھنے لگے اور سر پر ان کے دست مبارک پھیرنے لگے وہ شہزادی ان قرائن سے تاڑ گئی کہنے لگی کہ یا ابن رسول اللہ آج آپ خلاف عادت کے میرے سر پر اس طرح سے ہاتھ پھیرتے ہیں جس طرح سے یتیموں کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہیں۔ آپ کو قسم پاک پروردگار کی سچ فرمایئے ابا جان شہید تو نہیں ہو گئے آپ ضبط گریہ نہ کر سکے بے اختیار رونے لگے اشکوں سے دامن بھگونے لگے اور فرمایا بیٹی چپ رہو مت رو ہم تمہارے باپ ہیں اور زینب میری بہن تمہاری ماں ہیں۔ وہ بے اختیار رونے لگی اس کے بعد لوگوں نے حضرت امام عالی مقام کو قسمیں دیں کہ للہ آپ اپنے اور اہل بیت پر رحم فرمائیں یہیں سے پلٹ چلیں کوفہ نہ جائیں غرض جب لوگوں

نے وہاں سے باصرار تمام مراجعت کی صلاح ٹھہرائی تب آپ نے حسب صلاح چاہا کہ پلٹ چلیں یہ خبر اقران حضرت مسلم کو سنائی حضرت کے بھائیوں اور لڑکوں نے کہا اب ہم لوگ جی کر کیا کریں گے پتھر صبر سینے پر کب تک دھریں گے واللہ ہم جب تک اس کا بدلہ نہ لیں گے یا خود ہی مارے نہ جائیں گے ہرگز یہاں سے نہ پلٹیں گے امام عالی مقام نے فرمایا کہ جو تمہارا حال ہے وہی ہمارا حال ہے تمہارے بعد زندگی بے لطف ہے جینا وبال ہے اور سیدھے عراق کی جانب روانہ ہوئے پھر جو لوگ طمع دنیا سے ہمراہ ہوئے تھے وہ متفرق ہو گئے فقط رفیق اور عزیز باقی رہ گئے۔

علامہ امجدی لکھتے ہیں کتنی حیرت کی بات ہے کہ حضرت امام عالی مقام علی جدہ وعلیہ السلام کے ساتھ کل ۸۲ آدمی ہیں جن میں بیبیاں اور بچے بھی ہیں اور پھر جنگ کے ارادہ سے بھی نہیں آئے تھے اسی لئے لڑائی کا سامان بھی نہیں رکھتے تھے مگر اہل بیت نبوت کی شجاعت اور بہادری کا ابن زیاد کے دل پر اتنا اثر تھا کہ ان کے مقابلہ کے لئے بائیس ہزار کا لشکر جرار بھیج دیا دوگنی چوگنی دس گنی تو کیا سو گنی تعداد کو بھی کافی نہیں سمجھا کوفہ کے تمام قابل جنگ افراد کو کربلا میں بھیج دیا اس کے باوجود لوگوں کے دل خوف زدہ ہیں اور جنگ آزما دلاوروں کے حوصلے پست ہیں آخر مجبوراً ان کو یہ فیصلہ کرنا پڑا کہ لشکر امام پر پانی بند کر دیا جائے تب ان کا مقابلہ کیا جا سکے گا چنانچہ عمرو ابن سعد نے عمرو بن حجاج کو پانچ سو سواروں کے ایک دستہ کے ساتھ دریائے فرات پر مقرر کر دیا تاکہ امام اور ان کے ساتھی پانی کی ایک بوند بھی نہ لے سکیں یہ واقعہ حضرت امام علی جدہ وعلیہ السلام کے شہید ہونے سے تین دن پہلے کا ہے۔

(طبری صفحہ ۲۴۱ جلد دوم)

ابن سعد نے حضرت امام کے پاس آدمی بھیجا کہ ان سے پوچھو وہ یہاں کیوں آئے ہیں اور کیا چاہتے ہیں آپ نے جواب دیا کہ تمہارے شہر کوفہ کے لوگوں نے خطوط لکھ کر مجھے بلایا ہے اب اگر میرا آنا پسند نہیں ہے تو میں واپس چلا جاؤں ابن سعد نے اپنا سوال اور حضرت کا جواب لکھ کر ابن زیاد کو بھیج دیا اس نے ابن سعد کو جواب میں لکھا کہ تم حسین اور ان کے تمام ساتھیوں سے کہو کہ وہ یزید کی بیعت کریں اگر وہ بیعت کر لیں گے تو اس کے بعد ہم جو مناسب سمجھیں گے کریں گے ابن سعد کو جب یہ خط ملا تو اس نے کہا میں سمجھ گیا ابن زیاد کو امن وعافیت منظور نہیں۔

امام پاک اور ابن سعد کی ملاقات:۔ حضرت امام عالیمقام علی جده وعلیه السلام ابن سعد کو پیغام بھیجا کہ آج رات ہم تم سے ملنا چاہتے ہیں ابن سعد نے یہ بات مان لی اور رات کے وقت ۲۰ سواروں کے ساتھ دونوں لشکروں کے درمیان آیا آپ بھی ۲۰ سواروں کے ساتھ تشریف لے گئے پھر دونوں نے اپنے اپنے ساتھیوں کو علیحدہ کر دیا اور تنہائی میں دیر تک گفتگو کرتے رہے آخر میں حضرت امام نے فرمایا کہ میں تین باتیں پیش کرتا ہوں تم جسے چاہو میرے لئے منظور کر لو۔ ۱۔ جہاں سے میں آیا ہوں وہیں مجھے واپس چلے جانے دو۔ ۲۔ مجھے کسی سرحدی مقام پر لے چلو میں وہیں رہ کر وقت گزار لوں گا۔ ۳۔ مجھ کو سیدھا یزید کے پاس دمشق کی طرف جانے دو۔ اطمینان کے لئے تم بھی میرے پیچھے پیچھے چل سکتے ہو میں یزید کے پاس جا کر اس سے براہ راست اپنا معاملہ طے کر لوں گا جیسے کہ میرے بھائی حضرت امام حسن نے امیر معاویہ سے طے کیا تھا۔ حضرت امام عالی مقام کا رویہ انتہائی نرم اور سلجھا ہوا

تھا کہ ابن سعد نے اقرار کیا کہ آپ کے صلح کے راستے پر ہیں اور اس نے بہت خوش ہو کر ابن زیاد کو لکھا کہ خدا تعالیٰ نے آپ کا شعلہ بجھا دیا ہے اور اتفاق کی صورت پیدا فرما دی اور امت کے معاملہ کو سلجھا دیا پھر حضرت امام کی پیش کی ہوئی تینوں باتیں تحریر کیں ایک کے آخر میں اپنی رائے بھی لکھی کہ اب اختلاف کی کوئی وجہ نہیں ہے اور اب اس معاملہ کو ختم ہونا چاہئے ابن زیاد نے خط پڑھ کر کہا یہ تحریر ایسے شخص کی ہے جو اپنے امیر کا خیر خواہ اور اپنی قوم کا شفیق ہے اچھا میں نے منظور کر لیا یہ سن کر بد بخت شمر ذی الجوشن اٹھ کھڑا ہوا اور کہا کیا آپ یہ بات ان کی قبول کرتے ہیں جب کہ وہ آپ کی زمین پر اترے ہوئے ہیں اور آپ کے پہلو میں ہیں واللہ اگر وہ آپ کی اطاعت کیے بغیر یہاں سے چلے گئے تو قوت وغلبہ ان کے لئے ہوگا اور عاجزی وکمزوری آپ کے لئے میری رائے میں ان کی خواہش کبھی نہیں منظور کرنی چاہئے اس لئے کہ یہ بہت بڑی ذلت اور کمزوری کی نشانی ہے ہونا یہ چاہئے کہ وہ اور ان کے تمام ساتھی آپ کے حکم پر سر جھکا دیں پھر اگر آپ انہیں سزا دیں تو وہ آپ کو اس کا حق ہے اور اگر معاف کر دیں تو اس کا بھی اختیار ہے یہی ابن سعد کی بات تو خدا کی قسم مجھے تو یہ معلوم ہوا ہے کہ حسین اور وہ رات رات بھر بیٹھے باتیں کیا کرتے ہیں شمر خبیث کے اس فتنہ پرور تقریر سے ابن زیاد کی رائے بدل گئی کہا تم نے بہترین مشورہ دیا ہے اور پھر ابن سعد کو لکھا کہ میں نے تمہیں اس لئے نہیں بھیجا ہے کہ تم حسین کے بچانے کی فکر کرو اور سفارشی بن کر ان کی سلامتی چاہو دیکھو اگر حسین اور ان کے تمام ساتھی میرے حکم پر سر جھکا دیں تو ان کو میرے پاس پہنچا دو اور اگر نہ مانیں تو سب کے سر کاٹ کر میرے پاس بھیج دو اور حسین کی لاش پر گھوڑے دوڑا کر روند ڈالو اس لئے کہ وہ اس کے مستحق ہیں

اگر تمہیں یہ منظور نہ ہو تو ہمارا لشکر شمر کے حوالے کردو وہ ہمارے حکم پر پورا پورا عمل کرے گا یہ خط اس نے شمر کے سپرد کیا اور زبانی کہہ دیا اگر ابن سعد میرے حکم پر عمل نہ کرے تو پہلے تم اس کا سر کاٹ کر میرے پاس بھیج دینا۔ (طبری صفحہ ۲۴۴ جلد دوم)

ابن سعد نے جب یہ خط پڑھا تو شمر سے کہا کم بخت تو نے یہ کیا کیا خدا تجھے غارت کرے تو میرے پاس یہ کیا لایا ہے خدا کی قسم میں سمجھتا ہوں کہ تو نے ہی ابن زیاد کو میرے مشورہ پر عمل کرنے سے روک دیا اور اس بات کو بگاڑ دیا جس کے بننے کی امید تھی خدا کی قسم حسین کبھی بھی ابن زیاد کے سامنے سر نہیں جھکا سکتے شمر نے کہا ان باتوں کو چھوڑو اور یہ بتاؤ کہ دشمن کو قتل کرو گے یا لشکر میرے سپرد کرو گے ابن سعد جو دنیا پر جان دینے والا اور بد بخت ازلی تھا اس نے کہا میں لشکر تمہارے سپرد نہیں کروں گا بلکہ یہ مہم میں خود ہی سر کروں گا چنانچہ اس نے فوراً حملہ کا حکم دے دیا یہ محرم کی نویں تاریخ جمعرات کا دن اور شام کا وقت تھا۔ حضرت امام عالی مقام علی جدہ وعلیہ السلام نماز عصر کے بعد خیمہ کے دروازے پر تلوار کا سہارا لے کر گھٹنوں پر سر رکھے بیٹھے تھے کہ آپ کی آنکھ لگ گئی فوج کے شور و غل کی آواز سن کر آپ کی بہن حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا پردے کے پاس آئیں اور آپ کو جگا کر کہا دیکھئے دشمن کی فوج کی آواز بہت نزدیک سے آرہی ہے آپ نے سر اٹھایا اور فرمایا میں نے ابھی نانا جان کو خواب میں دیکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تم ہمارے پاس آنے والے ہو حضرت زینب یہ خواب سن کر بے قرار ہو گئیں اور روتے ہوئے یا ویلتاہ ہائے مصیبت آپ نے فرمایا صبر کرو خاموش رہو اللہ مالک ہے پھر امام پاک نے حضرت عباس سے فرمایا پوچھو اس وقت حملہ کا سبب کیا ہے حضرت عباس فوج کے سامنے آئے

اور پوچھا جواب ملا ابن زیاد کا حکم ہے کہ آپ لوگ اس کی اطاعت کریں اور یا تو لڑنے مرنے کے لئے تیار ہو جائیں حضرت عباس نے ان کے جواب سے امام عالی مقام کو آگاہ کیا آپ نے فرمایا ان سے کہو کہ ایک رات کی مہلت دیں تا کہ آج رات بھر ہم اچھی طرح نماز پڑھ لیں دعا مانگ لیں اور توبہ واستغفار کر لیں۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں نماز و دعا و استغفار سے کتنی محبت رکھتا ہوں۔ تو حضرت عباس نے فوج کے دستہ سے کہا کہ ہمیں ایک رات کی مہلت دی جائے انہوں نے یہ بات مان لی۔

(طبری صفحہ ۲۴۸ جلد دوم)

ساتھیوں میں امام کی تقریر:۔ اس کے بعد حضرت امام عالی مقام علی جدہ وعلیہ السلام نے اپنے ساتھیوں کو جمع کیا اور ان کے سامنے تقریر فرمائی سب تعریفیں خدا تعالیٰ کے لئے ہیں آرام و تکلیف ہر حال میں اس کا شکر ہے اے اللہ میں تیرا شکر بجا لاتا ہوں تو نے ہمیں اہل بیت نبوت کی عزت عطا فرمائی قرآن کا علم دیا اس کی سمجھ عطا فرمائی اور سننے والے کان دیکھنے والی آنکھیں اور دل آگاہ نعمتوں سے مالا مال فرمایا ،اس کے بعد حضرت نے فرمایا میں دنیا میں نہ کسی کے ساتھیوں کو اپنے گھر والوں سے زیادہ نیکو کار اور صلہ رحمی کرنے والا دیکھتا ہوں خدا تعالیٰ تم سب کو میری طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے سن لو میں یقین رکھتا ہوں کہ ان دشمنوں کے ہاتھوں کل ہماری شہادت ہے میں تم سب کو بخوشی اجازت دیتا ہوں کہ رات کا اندھیرا چھایا ہوا ہے اسی میں جہاں تم لوگوں کا جی چاہے چلے جاؤ میری طرف سے تم پر کوئی الزام نہیں یہ لوگ میرے قتل کے درپے ہیں جب مجھے قتل کر لیں گے تو پھر کسی دوسرے کی طرف متوجہ

نہیں ہوں گے امام عالی مقام کہ یہ تقریر سن کر سب سے پہلے حضرت عباس پھر آپ
کے دوسرے بھائی بیٹے بھتیجے اور بھانجے سب نے بیک زبان کہا کہ ہم اس لئے چلے
جائیں کہ آپ کے بعد زندہ رہیں؟ خدا ہمیں ایسا برا دن نہ دکھائے۔

امام نے پکار کر کہا اے اولاد عقیل مسلم کا قتل تمہارے لیے کافی ہے تم چلے جاؤ
میں اجازت دیتا ہوں ان لوگوں نے کہا خدا کی قسم یہ ہم سے ہرگز نہ ہوگا بلکہ ہم آپ
کے ساتھ اپنی جانیں آپ پر قربان کردیں گے خدا تعالیٰ ہمیں وہ زندگی نہ دے جو آپ
کے بعد ہو حضرت مسلم بن عوسجہ اسدی کھڑے ہوئے اور کہا ہم آپ کو چھوڑ کر چلے
جائیں ہم سے ہرگز نہیں ہوسکتا خدا کی قسم میں ان دشمنوں سے نیزہ کے ساتھ جنگ
کروں گا یہاں تک کہ میرا نیزہ ان کے سینوں میں ٹوٹ جائے گا اور تلوار چلاؤں گا
جب تک کہ اس کا قبضہ میرے ہاتھ میں رہ سکے گا۔ خدا کی قسم اگر میرے
پاس ہتھیار نہ ہوں گے تو میں پتھر مار کر دشمنوں سے لڑوں گا اور اسی طرح میں اپنی
جان آپ پر نچھاور کردوں گا۔

حضرت سعد بن عبداللہ ۔۔۔۔۔۔ نے کہا خدا کی قسم آپ کا ساتھ چھوڑ کر ہم
نہیں جائیں گے جب تک کہ خدا کی بارگاہ میں یہ ثابت نہ کردیں کہ ہم نے محبوب خدا
کے محبوب نواسے کی کیسی حفاظت کی ہے خدا کی قسم اگر مجھے یہ معلوم ہو کہ میں قتل
ہوجاؤں گا پھر زندہ کیا جاؤں گا اور پھر جیتے جی جلا دیا جاؤں گا اور میری راکھ ہوا میں
اڑادی جائے گی اور اسی طرح ستر مرتبہ میرے ساتھ ہوگا پھر بھی میں آپ کا ساتھ نہ
چھوڑوں گا اور یہ تو ایک ہی مرتبہ قتل ہونا ہے پھر اس کے بعد دائمی عزت ہے جو کبھی ختم
ہونے والی نہیں ہے۔

حضرت زہیر بن قین نے کہا خدا کی قسم میں تو یہ چاہتا ہوں کہ قتل کیا جاؤں
پھر زندہ کیا جاؤں اور پھر قتل کیا جاؤں ایسے ہی میرے ساتھ ہزار مرتبہ ہو مگر خدا تعالیٰ
آپ کو اور آپ کے نوجوانوں کو بچالے غرض یہ کہ اسی طرح آپ کے تمام ساتھیوں
نے اپنی اپنی عقیدت اور جانثاری ظاہر کی اور سب کا مطلب یہ تھا کہ یہ ہرگز نہیں ہوسکتا
ہے کہ ہم آپ سے جدا ہوجائیں بلکہ ہم اپنے ہاتھوں اپنی گردنوں اور اپنی پیشانیوں
سے آپ کو بچائیں گے یہاں تک کہ اپنی جانیں آپ پر قربان کردیں۔

(طبری صفحہ ۲۵۰ جلد دوم)

اس کے بعد آپ اور آپ کے تمام ساتھیوں نے نماز و دعا اور توبہ و استغفار میں ساری
رات گزار دی اور اس کے ساتھ ہی خیموں کی پشت پر خندق کھود کر لکڑیاں بھر دیں تاکہ
جنگ کے وقت ان میں آگ لگادی جائے تو دشمن پیچھے سے حملہ نہ کرسکے۔

کربلا میں قیامت صغریٰ

دسویں محرم کے دل دوز واقعات:۔ عاشورہ کی رات ختم ہوئی اور دسویں محرم کی
قیامت نما صبح نمودار ہوئی حضرت امام عالی مقام علی جدہ وعلیہ السلام نے اہل
بیت اور اپنے تمام ساتھیوں کے ہمراہ فجر کی نماز نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ ادا
فرمائی پیشانیوں نے سجدے میں خوب مزے لئے اور زبانوں نے تسبیح وقرأت کے
خوب لطف اٹھائے جب دسویں محرم کا سورج عنقریب نکلنے والا ہے حضرت امام اور
ان کے اہل بیت اور تمام ساتھی تین دن کے بھوکے پیاسے ہیں ایک لقمہ کسی کے حلق
کے نیچے اترا اور نہ ایک قطرہ کسی کو میسر ہوا اور ایسے لوگوں پر ظلم وجفا کے پہاڑ توڑنے

کے لئے بائیس ہزار کا تازہ دم لشکر موجود ہے جنگ کا نقارہ بجا دیا گیا آقائے دو عالم ﷺ کے لال اور علی و فاطمہ کے نونہال کو مہمان بنا کر بلانے والی قوم نے جانوں پر کھیلنے کی دعوت دی حضرت امام میدان کارزار میں تشریف لے گئے اور ایک تقریر فرمائی حمد و صلوۃ کے بعد آپ نے فرمایا اے لوگو! میرے نسب پر غور کرو کہ میں کون ہوں پھر اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کر سوچو کہ تمہارے لئے کیا میرا خون بہانا جائز ہے کیا میں تمہارے نبی کا نواسہ نہیں ہوں؟ کیا میں ان کے چچازاد بھائی علی کا فرزند نہیں ہوں؟ جو دس سال کی عمر میں ایمان لائے کیا سید الشہداء حضرت حمزہ میرے باپ کے چچا اور جعفر طیار خود میرے ہی چچا نہیں تھے؟ کیا تم میں سے کسی نے یہ نہیں سنا ہے کہ حضور نانا جان ﷺ نے میرے اور میرے بھائی کے بارے میں فرمایا ہے کہ حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں جنتی جوانوں کے سردار ہیں اگر تم میری بات کو سچ سمجھتے ہو اور حقیقت میں وہ سچ ہی ہے اس لئے کہ میں کبھی جھوٹ نہیں بولتا اور اگر تم میری بات جھوٹی سمجھتے ہو اب بھی اسلامی دنیا میں جابر بن عبداللہ انصاری، ابو سعید خدری اور انس بن مالک وغیرہ موجود ہیں ان سے پوچھ لو کیا حدیث تمہیں میرا خون بہانے سے روکنے کے لئے کافی نہیں ہے شمر بدبخت نے آپ کی تقریر میں مداخلت کرتے ہوئے کچھ بدتمیزی کی تو حبیب بن مظاہر نے اسے سخت جواب دیتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے دل پر مہر لگا دی ہے اس لئے تو نہیں سمجھ پا رہا ہے کہ حضرت امام پاک کیا فرما رہے ہیں شمر اور حبیب بن مظاہر کی گفتگو کے بعد امام عالی مقام نے پھر فرمایا اے لوگو اگر تمہیں اس حدیث میں شک ہے اس میں کوئی شبہ ہے کہ میں تمہارے رسول کا نواسہ ہوں خدا کی قسم مشرق سے مغرب تک پوری دنیا میں

میرے سوا کوئی بھی نبی کا نواسہ موجود نہیں ہے تم میں اور نہ تمہارے سوا دوسری قوموں میں اور میں تو خود تمہارے ہی نبی کا نواسہ ہوں ذرا غور تو کرو کہ میرے قتل پر تم کیسے آمادہ ہو گئے کیا میں نے کسی کو قتل کیا ہے کسی کا مال ہلاک کیا ہے یا کسی کو زخمی کیا ہے جس کا بدلہ تم مجھ سے چاہتے ہو جب مخالفین کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا تو آپ نے پکار کر کہا اے شیث بن ربعی، اے حجار بن ابحر، قیس بن اشعث، اے یزید بن حارث کیا تم لوگوں نے خط لکھ کر مجھے نہیں بلایا تھا انہوں نے کہا ہم نے کوئی خط آپ کو نہیں لکھا تھا آپ نے فرمایا تم لوگوں نے لکھا تھا اور ضرور لکھا تھا اچھا فرض کر لو تم نے نہیں لکھا تھا اور تم نہیں چاہتے تھے کہ میں ادھر آؤں تو مجھے چھوڑ دو تاکہ میں کسی ایسی جگہ چلا جاؤں جہاں امن و امان کی زندگی بسر کر سکوں قیس بن اشعث نے کہا آپ اپنے قرابت دار یعنی ابن زیاد کے سامنے سر جھکا دیں پھر آپ کے ساتھ کوئی ناپسندیدہ سلوک نہیں ہوگا آپ نے فرمایا تم ایسا کیوں نہیں کہو گے تم محمد بن اشعث ہی کے بھائی تو ہو کیا تمہارے لئے یہ کافی نہیں مسلم بن عقیل کے خون کی ذمہ داری تم پر ہے خدا کی قسم میں ذلت کے ساتھ تمہارے ہاتھ میں اپنا ہاتھ ہرگز نہیں دوں گا اور نہ غلاموں کی طرح اطاعت کا اقرار کروں گا مخالفین کے ماننے کی پہلے ہی سے امید نہ تھی مگر امام عالی مقام کو اپنا فرض پورا کرنا تھا وہ ہو گیا پھر اونٹنی بٹھا کر اتر پڑے اور عقبی بن سمعان کو حکم دیا کہ اسے باندھ دے۔

(طبری صفحہ ۲۵۷ جلد دوم)

حر کا شوق شہادت: ۔ جب عمر بن سعد جنگ شروع کرنے کے لئے آگے بڑھا تو حر بن یزید نے اسے کہا خدا تیرا بھلا کرے کیا تو واقعی ان سے جنگ کرے گا ابن سعد

نے کہاہاں خدا کی قسم اور ایسی جنگ کہ جس میں سروں کی بارش ہوگی اور ہاتھ قلم ہوکر زمین پر گریں گے حر نے پوچھا ان کی پیش کی ہوئی باتوں میں سے کوئی بات بھی تم لوگوں کو منظور ہے اس نے کہا خدا کی قسم اگر مجھے اختیار ہوتا تو میں ضرور منظور کر لیتا مگر کیا کروں تمہارا حاکم نہیں مانتا حر یہ سن کر وہاں سے ہٹ گیا نواسہ رسول سے جنگ کے تصور نے اس کے بدن پر کپکپی طاری کردی اور چہرے پر پریشانی کے آثار ظاہر ہوئے تو مہاجر بن اوس اسی قبیلے کا ایک شخص کہنے لگا حر یہ تمہاری کیا حالت ہے تم پر اس قدر خوف وہراس کیوں غالب ہے مجھ سے تو جب پوچھا جاتا کہ کوفہ میں سب سے زیادہ بہادر کون ہے تو میں تمہارے سوا کسی کا نام نہ لیتا مگر اس وقت تمہاری عجیب حالت دیکھ رہا ہوں آخر اس کی وجہ کیا ہے حر نے کہا کہ نواسہ رسول سے جنگ ہے اپنی عاقبت سے لڑائی ہے میں اس وقت جنت اور دوزخ کے درمیان کھڑا ہوں مگر میں جنت کسی چیز کے بدلے نہیں چھوڑوں گا چاہے میرا جسم ٹکڑے کر کے آگ میں جلادیا جائے یہ کہتے ہوئے اس نے اپنے گھوڑے کو اڑی لگائی اور امام عالی مقام کی خدمت میں پہنچ گیا عرض کیا اے فرزند رسول میری جان آپ پر قربان میں وہی گناہ گار ہوں جس نے آپ کو واپس جانے سے روکا راستے میں آپ کے ساتھ ساتھ رہا اور اس جگہ ٹھہرنے پر مجبور کیا قسم ہے اس خدائے پاک کی جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں میں ہرگز نہیں سمجھتا تھا کہ آپ کی پیش کی ہوئی باتوں میں سے یہ کسی ایک کو بھی نہیں مانیں گے اور نوبت یہاں تک پہنچ جائے گی واللہ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ یہ لوگ آپ کی بات نہیں قبول کریں گے تو میں ہرگز ان کا ساتھ نہ دیتا اب میں اپنے کیے پر شرمندہ ہوں خداتعالی کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں اور اپنی جان آپ کے قدموں پر قربان

کرنے کے لئے حاضر ہوں کیا اس طرح میری توبہ قبول ہو جائے گی حضرت امام نے فرمایا ہاں اللہ تعالی تمہاری توبہ قبول فرمائے گا اور تمہیں بخش دے گا مبارک ہو انشاء اللہ تم دنیا میں آخرت میں حر (آزاد) ہو گھوڑے سے اترو عرض کیا آپ کی مدد کے لئے میرا گھوڑے پر رہنا اترنے سے بہتر ہے اب میں آخری وقت ہی میں شہید ہوکر گھوڑے سے اتروں گا حضرت نے فرمایا جو تمہارا جی چاہے وہی کرو خداتعالی تم پر رحم فرمائے۔

(طبری صفحہ ۲۶۰ جلد دوم)

کوفیوں سے حر کا خطاب:۔ حضرت امام عالی مقام سے خطا معاف کرانے کے بعد حر فوراً بعد میدان میں اتر گیا اور پہلے نرم الفاظ میں کوفیوں سے کہا اے لوگو حسین تین باتیں جو پیش کرتے ہیں ان میں سے کسی ایک کو تم کیوں نہیں منظور کر لیتے تا کہ خداتعالی تم کو ان کے ساتھ جنگ میں مبتلا ہونے سے بچالے کوفیوں نے کہا ہمارے سپہ سالار عمرو بن سعد موجود ہیں ان سے بات کرو ابن سعد نے کہا اگر مجھے اختیار ہوتا تو میں ضرور منظور کر لیتا یہ سن کر حر کو غصہ آ گیا اور کہا اے کوفیو! خداتعالی تم کو غارت کرے کہ تم نواسہ رسول کو بلایا اور جب وہ آ گئے تو تم نے انہیں دشمن کے حوالے کر دیا تم کہتے تھے کہ ہم ان پر اپنی جان قربان کریں گے اور اب قتل کرنے کے لئے انہیں پر حملہ کر رہے ہو ان کو تم نے گرفتار کر لیا چاروں طرف سے ان کو گھیر لیا۔ تم نے ان کو خدا کی لمبی چوڑی زمین میں جدھر اس کا راستہ پائیں ادھر جانے سے روک دیا اب وہ تمہارے ہاتھ میں قیدی کی طرح ہو گئے ہیں تم نے ان کو اور ان کے اہل خانہ اہل حرم کو ان کے بچوں کو اور ان کے ساتھیوں کو دریائے فرات کے اس بہتے ہوئے پانی سے

روک دیا جسے یہودی، نصرانی اور مجوسی تک پیتے ہیں بلکہ کتے اور سور بھی لوٹتے ہیں مگر اسی پانی کے لئے حسین اور ان ساتھی تڑپ رہے ہیں تم نے حضور ﷺ کے بعد ان کی اولاد کے ساتھ کیسا برا سلوک کیا ہے اگر آج تم ابھی اسی دم توبہ نہیں کرو گے اور اپنے ارادے سے باز نہیں آؤ گے قیامت کے دن خدا تعالیٰ تمہیں بھی پیاس سے تڑپائے گا۔ کوفیوں کے پاس چونکہ اس تقریر کا کوئی جواب نہ تھا اس لئے وہ حر پر تیر برسانے لگے حر نے یہ دیکھ کر تقریر بند کر دی اور چونکہ ابھی باقاعدہ جنگ شروع نہیں ہوئی تھی اس لئے وہ واپس آ کر امام پاک کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ (طبری صفحہ ۲۶۰ جلد دوم)

حالات میدان کربلا

عناصر الشہادتین صفحہ ۲۰۳، ۲۰۴ میں ہے۔ آپ نے خیموں کے چاروں طرف ایک کھائی کھدوائی تھی فقط ایک راہ آنے جانے کو رکھی تھی اور اس کھائی میں آگ بھروائی تھی تا کہ اس طرف اشقیا نہ آئیں اور اطفال وغیرہ کو ایذا نہ پہنچائیں مالک بن عروہ لشکر عمرو بن سعد سے گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا اور کہا اے حسین دوزخ سے پہلے دنیا ہی کے اندر آگ میں جلنے لگے مسلم بن عوسجہ نے چاہا کہ اس کی گردن اتار لیں آپ نے منع فرمایا کہ تم لڑائی میں پیش قدمی مت کرو آپ نے فرمایا خداوند دیکھ یہ کیا کہتا ہے فوراً پاؤں اس کے گھوڑے کا ایک بل میں جاتا رہا وہ لعین پشت زمین سے جھکا اسی آگ بھری کھائی میں جا تار بار و برو دونوں لشکروں کے کھائی میں جل گیا کرامت حسین کی ظاہر ہوئی۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا خداوند یہ اشقیا ناحق آل رسول کو ستانے سے باز

نہیں آتے ہیں یہ سن کر ابن اشعث ملعون نے کہا آپ کو پیغمبر خدا سے کیا قرابت ہے جو اتنا لاف مارتے ہیں ہر دم خدا اور رسول کو پکارتے ہیں آپ نے فرمایا خداوند دیکھ یہ کیا کہتا ہے؟ ابھی اس کو گھوڑے سے اتار اور ذلت کی مار مار فوراً اس مردک کے شکم نے مارے درد کے پیچ و تاب کھایا گھوڑے سے قضائے حاجت کے لئے اتر آیا قضائے حاجت کے وقت ایک سیاہ بچھو نے اس مردک کے پاخانہ کے مقام میں ایسا نیش لگایا کہ وہ ملعون ناپاک اسی جگہ واصل جہنم ہوا۔

اس کے بعد جعدہ مزنی ملعون نے آپ کے پاس آ کر کہا اے حسین دیکھو یہ آب فرات موج مار رہا ہے واللہ ہم اس میں سے تم کو ایک قطرہ نہ پلائیں گے جب تک مارے پیاس کے ہم تم کو خاک و خون میں نہ ملائیں گے آپ یہ کلام گستاخانہ و بے ادبانہ سن کر آنسو بھر لائے اور فرمایا خداوندا ابھی اسے پیاسا مار بلا سبب گھوڑا اس کا بھڑکا اور اس ملعون کو زمین پر گرایا وہ اٹھ کر گھوڑے کے پیچھے دوڑا پھر تو ایسی پیاس اس پر غالب ہوئی کہ العطش العطش کہتے کہتے طبیعت اس کی کوزہ آب طالب ہوئی ہر چند لوگ اسے پانی پلاتے تھے مگر ایک قطرہ بھی پانی اس کے حلق سے نیچے نہ جاتا تھا آخر العطش العطش کہتے کہتے مر گیا لشکریان یزید باوجود ملاحظہ ان سب کراماتوں کے ایذا رسانی سے باز نہ آئے ہر دم و ہر لحظہ انواع و اقسام کے ستم پہنچاتے تھے۔

حالات شب عاشورہ

بحوالہ عناصر الشہادتین از علامہ ناصر رضوی لکھنوی امام عالی مقام کربلا کی ریت پر مصلی بچھائے مشاہدہ جمال ایزدی میں مغلوب الحال اسی عالم استغراق میں کیا

دیکھتے ہیں کہ حضرت رسالت پناہ ﷺ مع گروہ ملائکہ میدان کربلا میں تشریف لائے اور امام تشنہ کام کو اپنے سینے سے لگا کر فرمایا اے فرزند ارجمند دشمنان دین تیرے قتل پر تیار ہیں اور پھر بھی شفاعت کے امیدوار ہیں سو یہ لوگ قیامت کے دن میری شفاعت سے محروم رہیں گے اور دوزخ میں جائیں گے ہمیشہ مغموم رہیں گے اے فرزند ارجمند صبر کی جیوز امام صبر و شکر موروثی کو ہاتھ سے نہ جانے دینا شمشیر امتحان گلے پر لے لینا۔ مگر خبردار اف نہ کرنا اب قریب ہے کہ درجہ شہادت کا پاؤ گے فقط دو تین پہر میں تین دن کے بھوکے پیاسے میرے پاس آؤ گے بہشت میں تمہارے لئے آراستگی ہو رہی ہے حور و قصور جانثاری کو تیار ہیں اور ماں باپ تمہارے انتظار کھڑے ہیں دیکھنے کو بے قرار ہیں یہ فرما کر امام تشنہ کام کے سینے پر آپ ﷺ نے ہاتھ پھیر کر فرمایا خداوند حسین کو اس وقت صبر دینا اور شہادت کا اس کو اجر دینا۔

حضرت ام المومنین ام سلمہ فرماتی ہیں کہ شب شہادت کو میں نے ایک آواز مدینہ منورہ میں غیب سے سنی کوئی کہتا تھا ایھا القتلون جھلا حسینا ابشروا العذاب والتذلیل قد لعنوا علی السان ابن داؤد وموسی وحامل الانجیل یعنی سنو جہالت سے حسین کو قتل کرنے والو تم کو عذاب اور ذلت کی بشارت ہو بے شک تم ملعون ہوئے سلیمان اور موسیٰ اور عیسیٰ کی زبان پر۔

راحۃ القلوب صفحہ ۵۹ میں ہے۔ خواجہ محبوب الٰہی دہلوی نے فرمایا کہ بابا فرید الدین گنج شکر نے فرمایا کہ ایک بزرگ نے خواب میں عاشورا کی رات دیکھا کہ سیدہ زہرہ بتول میدان کربلا میں تطہیر کی چادر میں پوشیدہ میدان کربلا میں مقتل حسین پر جھاڑو دے رہی ہیں کہ کہیں حسین کو کنکر پتھر نہ چبھے اور آنسوؤں سے مقتل حسین کو ٹھنڈا کر رہی ہیں۔

امام کی آخری نماز

تیمم کرکے امام تشنہ کام نے نماز آخری فجر کی جماعت سے ادا فرمائی ہنوز دعا سے فراغت نہ پائی تھی کہ لشکر اعداء میں طبل جنگ بجنے لگا پھر جانثاران حسین بھی سلاح جنگ کے اپنے تن پر سجانے لگے ادھر کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ بہائے جنگ و تشنہ پر جاری ادھر اشقیاء آمادہ ستم گاری اور تلواروں پر آبداری ادھر شوق شہادت سے بے قراری ادھر سرتن نازک سے جدا کرنے کی تیاری ادھر ہر ایک شوق شہادت میں بے چین ادھر فکر قتل و تاخت و تاراج حسین ادھر ہر آن حضور مرتبہ شہادت کی آرزو ادھر ہردم قتل حسین کی گفتگو۔

جنگ کی ابتدا

حر کے واپس آنے کے بعد عمرو بن سعد نے فوج کو آگے بڑھایا اور اپنے غلام ذوید کو جو علمبردار لشکر تھا آواز دی کہ جھنڈا میرے قریب لاؤ وہ اس کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا ابن سعد نے کمان میں تیر جوڑ کر حسینی لشکر کی طرف سرکا اور اپنی فوج سے کہا گواہ رہنا کہ سب سے پہلا تیر میں نے ہی مارا ہے سپہ سالار کے ان الفاظ کو سن کر اس کے لشکر میں جوش و خروش پیدا ہو گیا تو وہ بھی تیر برسانے لگے اس طرح جنگ شروع ہو گئی اور اب دونوں طرف کے سپاہی نکل نکل کر اپنی بہادری کے جوہر دکھانے لگے سب سے پہلے یسار اور سالم جو زیاد اور ابن زیاد کے آزاد کردہ غلام تھے کوفیوں کی طرف سے نکل کر میدان میں آئے اور مقابلہ کے لئے بلایا امام عالی مقام کے دو جانثار ساتھی حبیب بن مظاہر اور بریدہ بن حضیر اٹھ کر کھڑے ہوئے مگر امام نے ان کو روک دیا یہ دیکھ کر عبداللہ

بن عمیر کلبی جو اپنی بیوی ام وہب کے ساتھ امام کی مدد کے لئے کربلا میں آ گئے تھے کھڑے ہو گئے اور جنگ کی اجازت طلب کی۔ حضرت نے سر سے پاؤں تک ان پر نگاہ ڈالی دیکھا جوان قوی ہیکل ہے فرمایا اگر تمہارا دل چاہتا ہے تو جاؤ یہ تنہا دونوں کے مقابل گئے انہوں نے پوچھا تم کون ہو؟ عبداللہ نے اپنا نام و نسب بیان کیا انہوں نے ہم نہیں جانتے ہمارے مقابلہ میں زہیر بن قیس حبیب بن مظاہر یا بریر بن حضیر کو آنا چاہئے تھا یسار اس وقت سالم سے آگے بڑھا ہوا تھا عبداللہ نے کہا او فاحشہ کے بیٹے تو مجھ سے لڑنے میں اپنی بے عزتی سمجھتا ہے یہ کہتے ہوئے یسار پر حملہ کیا اور تلوار کی ایسی ضرب لگائی کہ وہ ایک ہی وار میں ٹھنڈا ہو گیا سالم نے ایک دم جھپٹ کو حملہ کر دیا عبداللہ نے اس کی تلوار کو بائیں ہاتھ پر روکا تو انگلیاں کٹ گئیں مگر داہنے ہاتھ سے اس پر ایک ایسا وار کیا کہ اسے بھی ڈھیر کر دیا اور جوش میں آ کر شعر پڑھنے لگے جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر مجھے نہیں پہنچانتے ہو تو پہچان لو تو میں خاندان کلب کا ایک فرزند ہوں میرے حسب و نسب کے لئے اتنا کافی ہے کہ قبیلہ علیم میرا گھرانا ہے میں بڑی قوت والا ہوں اور مصیبت کے وقت پست ہمتی سے کام لینے والا نہیں ہوں۔

عبداللہ کی بیوی کو اپنے شوہر کی بہادری دیکھ کر جوش آ گیا خیمہ کی ایک چوب ہاتھ میں لی اور آگے بڑھ کر کہا میرے ماں باپ تم پر قربان نواسہ رسول کی طرف سے لڑتے جاؤ وہ اپنی بیوی کے پاس آئے اور چاہا کہ انہیں خیمہ میں پہنچا دیں مگر وہ ماننے والی نہیں تھیں عبداللہ کے ایک ہاتھ میں تلوار تھی جس سے دشمن کا خون ٹپک رہا تھا اور دوسرے ہاتھ کی انگلیاں کٹ گئی تھیں جن سے لہو بہہ رہا تھا پھر بھی انہوں نے پوری قوت کے ساتھ بیوی کو واپس کرنا چاہا مگر جوش حرص میں بھری ہوئی خاتون نے اپنا ہاتھ عبداللہ سے چھڑا لیا

اور کہا میں تمہارا ہاتھ ہرگز نہیں چھوڑوں گی تمہارے ساتھ میں بھی جان دوں گی امام عالی مقام نے آواز دی خدا تعالیٰ تم دونوں کو اہل بیت رسالت کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔ بی بی تم واپس چلی آؤ کہ عورتوں پر قتال واجب نہیں حضرت کے حکم کو سن کر وہ واپس آ گئیں۔

امام عالی مقام کے ساتھیوں کی شجاعت اور شہادت

کوفی لشکر سے یزید بن معقل نکلا امام عالی مقام کی طرف سے بریر بن حضیر نے بڑھ کر اس کے سر پر ایسی ضرب کاری لگائی کہ تلوار یزید بن معقل کی خود کو کاٹتی ہوئی دماغ تک پہنچ گئی اور وہ واصل جہنم ہو گیا۔ اتنے میں رضی بریر سے لپٹ گیا دونوں میں کشتی ہونے لگی آخر بریر رضی کو گرا کر اس کے سینہ پر سوار ہو گئے رضی چلایا تو کعب نے دوڑ کر بریر کی پیٹھ میں نیزہ مارا اور وہ شہید ہو گئے۔

پھر امام عالی مقام کی طرف سے حر نکلے ان کے مقابلہ کے لئے یزید بن سفیان آیا حر نے ایک ہی وار میں اسے ڈھیر کر دیا حر کے بعد نافع بن ہلال آگے بڑھے ان کے مقابلہ میں مزاحم بن حریث آیا نافع نے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ابھی تک لڑائی اسی انداز میں ہو رہی تھی کہ دونوں طرف سے ایک ایک جواب میدان میں آتا لیکن کوفیوں کی طرف سے جو بھی آتا وہ بچ کے نہ جاتا یہ حال دیکھ کر عمرو بن حجاج چلایا اے بے وقوف کوفیو تمہیں نہیں معلوم تم کن لوگوں سے لڑ رہے ہو یہ سب موت کو جان سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں ان کے مقابلہ میں ایک ایک کر کے ہرگز نہ جاؤ عمرو بن سعد نے اس کی رائے کو پسند کیا اور اس طرح لڑائی کرنے سے منع کر دیا پھر عمرو بن

حجاج نے فوج کے ایک دستہ کے ساتھ امام عالی مقام کے میمنہ پر عام حملہ کر دیا کچھ دیر تک جنگ ہوئی جس میں حضرت کے ایک جانثار ساتھی مسلم بن عوسجہ شہید ہو گئے۔
اس کے بعد شمر ایک بڑی جماعت کے ساتھ امام کے میسرہ پر حملہ آور ہوا اور اس حملہ کے ساتھ ہی یزیدی لشکر چاروں طرف سے امام کے ساتھیوں پر ٹوٹ پڑا بڑی زبردست جنگ ہوئی امام کے ساتھ کل ۳۲ سوار تھے لیکن جدھر وہ رخ کرتے تھے کوفیوں کی صفوں کو درہم برہم کر دیتے یہاں تک کہ یزیدی لشکر میں بھگدڑ مچ گئی ابن سعد نے فوراً پانچ سو تیر اندازوں کو بھیجا انہوں نے پہنچ کر حسینی لشکر پر تیروں کی بارش کر دی جس سے تمام گھوڑے زخمی اور بے کار ہو گئے لیکن امام عالی مقام کے جانثار ہمت نہیں ہارے گھوڑوں سے اتر پڑے بہادری و بے جگری کے ساتھ لڑتے رہے اور کوفیوں کے چھکے چھڑا دیے ایوب بن مشرح کہتا تھا خدا کی قسم حر بن یزید کے گھوڑے کو میں نے تیر مارا جو اس کے حلق میں اتر گیا پس وہ گھوڑا گر پڑا اور اس کی پیٹھ پر سے حر اس طرح کود پڑا جیسے شیر پھر وہ تلوار کھینچ کر میدان میں آ گیا اور ایک شعر پڑھا جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم نے میرے گھوڑے کو بے کار کر دیا تو کیا ہوا میں حر شیر ببر سے زیادہ بہادر اور شریف ہوں اور وہی ابن مشرح یہ بھی کہتا تھا کہ حر کی طرح تلوار چلاتے ہوئے میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ (طبری صفحہ ۲۶۷ جلد دوم)
جب ظہر کا اول وقت ہو گیا تو امام عالی مقام نے فرمایا کوفیوں سے کہو ہمیں نماز پڑھنے کی مہلت دیں اس پر بد بخت حصین بن نمیر نے کہا تمہاری نماز قبول نہ ہو گی حبیب بن مظاہر نے جواب دیا او گدھے! تو سمجھتا ہے کہ فرزند رسول ﷺ کی نماز قبول نہ ہو گی اور تیری قبول ہو گی؟ یہ سن کر ابن نمیر آگ بگولہ ہو گیا اس نے حبیب پر

حملہ کر دیا حبیب نے اپنے آپ کو بچا لیا اور جھپٹ کو اس کے گھوڑے کے منہ پر تلوار کا ایسا وار کیا کہ وہ آگے کے دونوں پاؤں اٹھا کر کھڑا ہو گیا اور ابن نمیر اس کی پیٹھ سے گر گیا لیکن کوفیوں نے دوڑ کر اسے بچا لیا پھر بہت سے کوفیوں نے حبیب کو گھیر لیا وہ دیر تک ان سے بڑی بہادری کے ساتھ لڑتے رہے لیکن تنہا ایک بہت بڑی جماعت کا وہ کب تک مقابلہ کر سکتے تھے آپ تھک گئے تو ایک تمیمی نے آپ پر نیزہ سے وار کیا آپ گر گئے اور وہ ابھی اٹھ ہی رہے تھے کہ ابن نمیر نے آپ پر تلوار ماری آپ پھر گر گئے اور تمیمی نے گھوڑے سے اتر کر آپ کا سر کاٹ دیا۔
حبیب کی شہادت سے امام عالی مقام کے دل پر بڑا زبردست اثر پڑا فرمایا کہ میں نے اپنا اور اپنے ساتھیوں کی جان کو خدا تعالیٰ کے حوالے کیا حر نے جب امام کو غمزدہ دیکھا تو رجز پڑھتے ہوئے میدان میں نکلے ساتھ میں زہیر بن قیس بھی رہے دونوں نے بہت سخت لڑائی کی ان میں سے ایک حملہ کرتا اور جب وہ دشمنوں میں گھر جاتا دوسرا حملہ کر کے اسے بچا لاتا تھا اسی طرح دیر تک یہ دونوں شمشیر زنی کرتے رہے آخر میں بہت بڑی فوج نے حر کو گھیر لیا اور وہ شہید کر دیے گئے اب زہیر تنہا رہ گئے لیکن دیر تک دشمنوں کا مقابلہ کیا پھر تلوار چلاتے ہوئے وہ بھی شہید ہو گئے۔ (طبری صفحہ ۲۷۱ جلد دوم)

انا للہ و انا الیہ راجعون

ہاشمی جوانوں کی بے مثل بہادری اور شہادت

کربلا میں امام عالی مقام کے ساتھیوں کی وفاداری کا یہ بھی ایک بہت بڑا کارنامہ رہا کہ جب تک ان میں ایک بھی باقی رہا امام پاک کے بھائی اور بیٹے بھتیجے وغیرہ کسی بھی

بنی ہاشم کو انہوں نے لڑنے کے لئے میدان میں نہیں جانے دیا بلکہ ان کے کسی ایک فرد کو کوئی گزند بھی نہیں پہنچنے دیا حالانکہ اس درمیان میں کوفیوں کی طرف سے بڑی زبردست تیروں کی بارش بھی ہوئی مگر اس کے باوجود ایک زخم بھی کسی ہاشمی جوان یا بچہ کو لگنے کا تاریخ میں پتہ نہیں چلتا ان سب کی شہادت کے بعد اب اسد اللہ الغالب کے شیروں سیدہ زہرا کے دلاوروں اور سید الانبیاء کے جگر پاروں کے لڑنے کی باری آئی ان کی اسد اللہی تلواروں کے حملوں سے شیر دل بہادر بھی چیخ اٹھے انہوں نے ضرب وحرب کے وہ جوہر دکھائے کہ دشمنوں کے خون سے پوری زمین کربلا رنگین ہوگئی اور کوفیوں کو ماننا پڑا کہ اگر ان لوگوں پر تین دن پہلے پانی بند نہ کیا جاتا تو ہاشمی خاندان کا ایک ایک جوان پورے لشکر کو تباہ و برباد کر ڈالتا۔

اولاد عقیل کی شہادت

حضرت عبداللہ بن مسلم بن عقیل نے امام عالی مقام سے راہ حق میں سر کٹانے کی اجازت طلب کی آپ کی آنکھوں میں آنسو آگئے فرمایا بیٹا میں تمہیں کیسے اجازت دے دوں ابھی تمہارے باپ کی جدائی کا داغ میرے دل سے نہیں ہٹا ہے عرض کیا میں نے اپنے باپ کے پاس جانے کے لئے بے قرار ہوں حضرت نے ان کا شوق شہادت دیکھ کر اجازت دے دی اس ہاشمی جوان نے میدان میں آکر مقابلہ کے لئے پکارا کوئی لشکر سے قدامہ بن اسد جو بڑا بہادر سمجھا جاتا تھا وہ آپ سے لڑنے کے لئے نکلا تھوڑی دیر تک دونوں میں تلوار چلتی رہی آخر عبداللہ نے تلوار کا ایسا زبردست وار کیا کہ وہ کھیرے کی طرح کٹ کر زمین پر آگرا پھر کسی کو ہمت نہ ہوئی کہ وہ تنہا آپ کے مقابلہ

میں آتا آپ شیر ببر کی طرح ان پر حملہ آور ہوئے صفوں کو درہم برہم کرتے ہوئے ان میں گھستے چلے گئے بہتیروں کو زخمی کیا اور کئی ایک کو جہنم میں پہنچایا آخر نوفل بن مزاحم حمیری نے آپ کو نیزہ مار کے شہید کر دیا رضی اللہ تعالی عنہ حضرت جعفر بن عقیل اپنے بھتیجے عبداللہ بن مسلم کی شہادت کے بعد اشکبار آنکھوں کے ساتھ میدان میں آئے اور یہ رجز پڑھی کہ میں مکہ مکرمہ کا رہنے والا ہوں ہاشمی نسل اور غالب کے گھرانے کا ہوں بے شک ہم سارے قبیلوں کے سردار ہیں اور حسین تمام لوگوں میں سب سے زیادہ پاکیزہ ہیں پھر آپ نے لڑنا شروع کیا اور بہادری کے وہ جوہر دکھائے کہ بہت سے یزیدیوں کو خاک وخون میں ملا دیا دشمن جب تلوار سے ان کا مقابلہ نہیں کر سکے تو چاروں طرف سے گھیر کر تیروں کی بارش شروع کی آخر عبداللہ بن عزہ کے تیر سے شہید ہو کر آپ بہشت بریں میں جا پہنچے۔

حضرت عبدالرحمن بن عقیل اپنے بھائی کو خاک وخون میں غلطاں دیکھ کر بے چین ہوگئے اور بھوکے شیر کی طرح کوفیوں پر جھپٹ پڑے صفوں کو درہم برہم کر دیا اور دشمنوں کے خون سے میدان کو لالہ زار بنا دیا۔

آخر عثمان بن خالد جہنی اور بشیر بن سوط ہمدانی نے مل کر آپ کو شہید کر دیا دونوں بھائیوں کی شہادت کے بعد حضرت عبداللہ بن عقیل شیر ببر کی طرح میدان میں کود پڑے اور شمشیر زنی کے وہ جوہر دکھائے کہ بڑے بڑے بہادروں کے دانت کھٹے کر دیے اور بہت سے کوفی جہنم میں پہنچا دیے آخر میں عثمان بن اشیم جہنی اور بشیر بن سوط ہمدانی کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

فرزندان مولا مشکل کشا

اولاد عقیل کی شہادت کے بعد اب فرزندان حیدر کرار کی باری آئی یہ وہ شیر تھے جن کی رگوں میں شیر خدا کا خون گردش کر رہا تھا اب جب کہ عقیل کے فرزندان خون شہادت میں نہا چکے اولاد امیر المومنین سیدنا علی میں اولیت شہادت اور خلعت پر خون حاصل کرنے کے لئے خلیفہ بلا فصل ابو بکر صدیق کے ہم نام حضرت ابو بکر بن علی نے آگے بڑھ کر امام کی خدمت میں عرض کی بھائی جان مجھے بھی اجازت مرحمت ہو آپ نے فرمایا بھائی تم ایک ایک کر کے مجھ سے جدا ہوئے جا رہے ہو انہوں نے کہا پیارے بھائی آج میرے پاس اس جان کے سوا اور کچھ نہیں وہ آپ پر نثار ہے اس کو قبول فرما لیں اور مجھے اجازت دیں آپ نے مجبوراً اجازت دی میدان میں تشریف لائے انہوں نے لڑنا شروع کیا اور یہ ثابت کر دیا کہ میں شیر خدا کا فرزند ہوں جدھر بڑھتے کشتوں کے پشتے لگا دیتے آخر زخموں سے نڈھال ہو کر قدامہ موصلی کے نیزے اور عبداللہ بن عقبہ عنقری کے تیر سے جام شہادت نوش فرمایا ان کے بعد ان کے دوسرے بھائی عمر بن علی جو خلیفہ برحق خلیفہ ثانی عمر فاروق کے ہم نام تھے باجازت امام پاک میدان میں آئے اور خدا داد قوت اور طاقت سے بہت سے یزیدیوں کو مارتے اور کاٹتے ہوئے جنت الفردوس میں سدھارے اس کے بعد ان تیسرے بھائی عثمان بن علی جو خلیفہ برحق خلیفہ ثالث عثمان ذی النورین کے ہم نام تھے اپنے دو بھائیوں کا خون زمین پر بہتا ہوا دیکھا تو آنکھوں میں دنیا اندھیر ہو گئی ادھر اپنے بھائی امام پاک کی خدمت کا جذبہ رگوں میں خون بن کر دوڑنے لگا تو آگے بڑھ کر عرض کی جہاں آپ

کے دو جانباز خلعت فاخرہ شہادت زیب تن کر گئے وہاں ایک حلہ مجھے بھی عطا ہو کہ میں بھی آپ کا بھائی ہوں امام پاک نے فرمایا تم میری عظمت کا تاج ہو جاؤ اور کوثر پر تشنگی بجھاؤ میں بھی تمہارے پاس آنے والا ہوں حضرت عثمان بن علی امام پاک سے اجازت لے کر میدان میں خوب لڑے اور ایسے گراں بار حملے کئے کہ سواروں کو گھوڑوں پر نشست دوبھر ہو گئی اور پیدل پس پس کر رہ گئے آخر زخموں سے چور ہو کر خولی بن یزید اصبحی کے ہاتھ سے جام شہادت نوش کر کے جنت میں پہنچے پھر امام پاک کے چوتھے بھائی حضرت جعفر بن علی نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی کہ اب جانثاری کا مستحق میں ہوں امام پاک نے ایک نظر ان کی طرف دیکھا اور فرمایا بھائی جان بہادری کے جوہر تمہاری پیشانی سے چمک رہے ہیں لیکن انبوہ کثیر سے تن تنہا لڑ کر کوئی واپس نہیں آیا اس لئے بہتر ہوگا کہ مبارز طلب کر کے ایک ایک سے لڑو حضرت جعفر نے کہا بھائی جس سر میں جانبازی اور جانثاری کا سودا ہو اس میں قلت و کثرت کی فکر کہاں سما سکتی ہے اب تو واپس آنے کی نہیں بلکہ آپ پر جان قربان کر کے جنت الفردوس میں ابا جان کے پاس جانے کی آرزو ہے۔ امام پاک ان کو سینے سے لگایا اور دیر تک روتے رہے حضرت عباس بن علی کے علاوہ یہ آخری بھائی رہ گیا تھا جو جدا ہو رہا تھا غرضیکہ امام پاک کی اجازت سے میدان میں آئے اور داد شہادت دے کر جنت کو سدھارے شہادت فرزندان امام حسین بن علی چاروں بھائیوں کی شہادت کے بعد حضرت امام کے حقیقی بھتیجے عبداللہ بن حسن آگے بڑھے اور عرض کیا اے چچا جان! مجھے بھی لڑنے کی اجازت مرحمت فرمایئے امام پاک نے ان کو سینے سے لگایا اور بہت سمجھایا مگر سوائے اجازت دینے کے کچھ بن نہ آیا اور شیر بیشہ شجاعت میدان کا

رزار میں آئے اور تلوار بلند کی وہ جوہر دکھائے کہ لشکر اعداء میں کھلبلی مچ گئی ثابت کر دیا کہ میں شیر خدا کا پوتا ہوں عمرو بن سعد نے کہا اس جوان کو گھیرے میں لو اور قتل کرو ذختری بن عمرو شامی پانچ سو سواروں کے ساتھ آگے بڑھا اور آپ کو گھیرے میں لے لیا آپ نے ڈٹ کر مقابلہ کیا آخر زخموں سے چور چور ہو کر جام شہادت نوش فرمایا

سیدنا قاسم بن حسن

حضرت عبداللہ کی شہادت کے بعد امام پاک کی بارگاہ میں گلشن رسالت کا دوسرا مہکتا ہوا پھول قاسم بن حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہما حاضر ہوا علی حسب اختلاف روایات اصح قول کے مطابق ان کی عمر ۱۹ برس ہے یہ وہ جوان ہے جس کے ساتھ امام پاک کی لخت جگر سیدہ سکینہ کا مستقبل وابستہ ہے۔

یہ ٹوٹے ہوئے دلوں کا سہارا آل رسول کی آنکھ کا تارا سراپا التجا بن کر عرض گذار ہے عم محترم میں بھی راہ حق میں سر کٹانے اور ابا جان کے پاس جانے کے لئے بے قرار ہوں مجھے بھی اجازت مرحمت ہو امام پاک نے اس نور نظر کی طرف دیکھا اور فرمایا بیٹا تمہیں کس بات کی اجازت دوں کیا تیروں سے چھلنی ہونے کی اجازت دوں تلواروں سے کٹنے کی اجازت دوں آہ! تم تو میرے بھائی حسن مجتبیٰ کی نشانی ہو حضرت قاسم نے کہا چچا جان! خدا کے لئے مجھے ان دشمنوں سے لڑنے کی اجازت دیجئے اور مجھے اپنے اوپر نثار ہونے کی سعادت سے محروم نہ کیجئے امام پاک نے اشک بار آنکھوں سے قاسم کے چہرے پر محبت کی نگاہ ڈالی اور ان کے ماتھے کو چوما اور سینے سے لگایا اور رخصت کر دیا اللہ اللہ امام پاک نے نہ اپنے جوان بھتیجے کے شباب کو دیکھا اور نہ اپنی بیٹی کے مستقبل کو

دیکھا دیکھا تو صرف یہ دیکھا کہ گلشن اسلام خزاں کا شکار نہ ہونے پائے اس کی سرسبزی و شادابی کے لئے اپنے خاندان کے جوانوں کا خون بھی دینا پڑے تو دے دیا جائے۔

حضرت قاسم میدان میں آئے اور یزیدیوں کو مخاطب کر کے فرمایا او دین کے دشمنو! اور اپنے نبی کا گھرانا اجاڑنے والو! میں قاسم بن حسن بن علی ہوں میں خاندان رسالت کا چشم و چراغ ہوں میں گلشن بتول کا مہکتا ہوا پھول ہوں۔ آؤ مجھے بھی تیروں سے چھلنی کا کرو تلواروں سے گھائل کرو اور میرے لئے جنت کا راستہ کھول دو تم میں کون ہے جو تنہا میرا مقابلہ کرے؟ ابن سعد ملعون نے ایک سالار لشکر ارزق نامی سے کہا کہ اس نوجوان کو قتل کرو ارزق نے کہا واہ جناب آپ نے خوب میری قدر کی میں وہ بہادر ہوں جو سینکڑوں ہزاروں کا مقابلہ کر سکتا ہوں اس بچے کے مقابلہ میں جانا میری توہین ہے ابن سعد نے برہم ہو کر کہا کہ تو نہیں جانتا یہ کون ہے؟ یہ شیر خدا کا پوتا ہے تین دن کا پیاسا ہے پھر بھی اس کی ہمت و شجاعت کو دیکھنا ہے تو ذرا سامنے ہو جا اس نے کہا میں تو نہیں جاتا البتہ لشکر میں میرے چار بیٹے ہیں ان میں سے ایک کو بھیجتا ہوں اس کے لئے تو وہ ایک ہی کافی ہے چنانچہ اس نے اپنے لڑکے کو بھیجا وہ آپ کے مقابلے میں آیا آپ نے اس کا مقابلہ کیا اور چند منٹوں میں اس کو تڑپا کے رکھ دیا اور اس کی تلوار جو بہت اچھی تھی وہ چھین لی ارزق کے دوسرے بیٹے نے اپنے بھائی کو خاک و خون میں تڑپتے دیکھا تو غصہ میں دیوانہ ہو کر آگے بڑھا کہ اپنے بھائی کا انتقام لے آپ نے اس کو بھی قتل کر دیا ارزق کا تیسرا بیٹا بھی غیظ و غضب کا پتلا بن کر آگے بڑھا اور آپ کے سامنے آ کر آپ کو گالیاں دینے لگا آپ نے فرمایا او اللہ کے دشمن تیری گالیوں کا جواب میں گالیوں سے نہ دوں گا یہ ہماری شان نہیں البتہ تجھے تیرے بھائیوں کے

پاس جہنم میں پہنچا دیتا ہوں یہ کہہ کر اس پر حملہ کیا اور اس کو چیر کر رکھ دیا ارزق نے جب
اپنے تین بیٹوں کا انجام بد دیکھا تو غصے سے لال پیلا ہو کر دھاڑنے لگا اور خود مقابلے
کے لئے آگے بڑھنے ہی لگا تھا کہ اس کا چوتھا بیٹا بے ہودہ کلمات کہتا ہوا آگے بڑھا اور
کہنے لگا اے باپ ذرا ٹھہر جا مجھے اس نوجوان سے دو دو ہاتھ لینے دے وہ بھوکے شیر کی
طرح آپ پر حملہ آور ہوا آپ نے اس کے وار کو اپنی تلوار پر روکا اور پھر اس پر اس
طرح وار کیا کہ اس کو بھی جہنم رسید کر دیا اب تو ارزق کا حال قابل دید تھا اس کا سارا
غرور خاک میں مل چکا تھا اور اس کی زندگی کی پوری کمائی لٹ چکی تھی وہ غیرت جواب
تک قاسم کو بچہ سمجھ کر مقابلہ پر جانے سے روک رہی تھی اب ختم ہو چکی تھی وہ ظالم غیظ
وغضب کی آگ میں جلتا ہوا آگے بڑھا کہ اپنے بیٹوں کا انتقام لے اور ایک ہی وار
میں اس نوجوان کو ختم کر دے لیکن اس کو یہ معلوم نہیں تھا کہ اس کے مقابلے میں وہ
جوان ہے جس کے بازوؤں میں قوت ربانی کام کر رہی ہے وہ مقابلے میں آ کر ہاتھی
کی طرح چنگھاڑنے اور شیر کی طرح دھاڑنے لگا اس کی تلوار فضا میں رعد و برق بن کر
چمک رہی تھی جوں ہی اس کی نظر حضرت قاسم کی تلوار پر پڑی جو آپ نے اس کے
لڑکے سے چھینی تھی کہنے لگا خدا کی قسم! یہ تلوار میں نے ایک ہزار دینار میں خریدی ہے
اور ایک ہزار دینار دے کر اسے زہر کا بجھا دیا ہے یہ تمہارے ہاتھ میں نہیں رہنے دوں گا
بلکہ اسی کے ساتھ تمہیں قتل کروں گا آپ نے فرمایا تیرے بیٹے اس کا مزہ چکھ چکے ہیں
اور تو بھی خاطر جمع رکھ ابھی تجھے بھی اس کا ذائقہ چکھاؤں گا پھر آپ نے الحرب خدعۃ
کے پیش نظر فرمایا ارزق! ہم تو تجھے ایک نبرد آزما بہادر سمجھتے تھے مگر تو تو نہایت ناتجربہ
کار ہے تجھے تو گھوڑے کی زین کسنے کا بھی سلیقہ نہیں وہ جھک کر کسی ہوئی زین کو دیکھنے

لگا آپ نے اسی وقت ایک ایسا کاری وار کیا کہ اس کو کاٹ کر دو ٹکڑے کر دیا اور ایک
جست لگا اپنے گھوڑے سے اس کے گھوڑے پر جا بیٹھے اور فوراً دونوں گھوڑوں کے
ساتھ خیموں کی طرف آ گئے امام پاک کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا وا اعماہ العطش
العطش اگر ایک پیالہ پانی کا مل جائے تو ابھی ان سب کو نیست و نابود کر دوں گا امام
پاک نے فرمایا بیٹا تم عنقریب ساقی کوثر کے ہاتھ سے جام پیو گے دیکھو اس کے بعد پھر
تمہیں پیاس کبھی نہ ستائے گی دیکھو تمہارے والد تمہاری راہ دیکھ رہے ہیں جاؤ ان کے
پاس پہنچنے کا وقت آ گیا ہے اور ان کو میرا سلام کہنا حضرت قاسم پھر میدان میں آئے
ابن سعد نے کہا یہ نوجوان ہمارے بہترین جوانوں کو قتل کر چکا ہے اب اس کو مہلت نہ
دو چنانچہ اس کے حکم سے دشمنوں نے آپ کو گھیرے میں لے لیا اور آپ پر حملہ کر دیا
ایک شقی شیث بن سعد اور بعض روایات کی رو سے سعد بن عمروہ بن نفیل ازدی نے
آپ کو شہید کر دیا امام پاک نے زخمی بھتیجے کو گود میں لیا اور آپ کی گود میں روح پرواز
کر گئی حضرت قاسم کی شہادت کے بعد ان کے بھائی حضرت عمر حضرت ابوبکر نے جام
شہادت نوش فرمایا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

عون و محمد کی شہادت

چاروں بھتیجوں کی شہادت کے بعد عبداللہ بن جعفر طیار کے صاحبزادے عون و محمد امام
عالی مقام کی ہمشیرہ سیدہ زینب کے جگر کے ٹکڑوں اور آپ کے بھانجوں کی باری آئی
شیعہ محقق علامہ شیخ عباس قمی نے منتہی الآمال صفحہ ۳۷۷ میں لکھا ہے عون کی والدہ سیدہ
زینب تھیں اور محمد کی والدہ خوضا بنت خوص عبداللہ بن جعفر طیار کی دوسری بیوی تھیں اور

ان کے ایک لڑکے کا نام معاویہ بن عبداللہ بن جعفر طیار تھا دیکھو شیعہ کی کتاب منتھی الآمال صفحہ ۳۵۰ از عباس قمی چمن زہرا کے جنتی پھولوں نے آگے بڑھ کر عرض کی حضور ہمیں بھی نثار ہونے کی اجازت مرحمت ہو امام پاک نے فرمایا نہیں تمہیں اس لئے اپنے ساتھ نہیں لایا تھا کہ اپنی آنکھوں کے سامنے تیروں کا نشانہ بنتے اور نیزوں پر اچھلتے دیکھوں تم اپنی ماں کے پاس رہو عون و محمد نے کہا ماموں جان امی جی کا یہی حکم ہے دیکھو وہ بھی سامنے کھڑی ہیں امام پاک نے اپنی بہن سیدہ زینب کی طرف دیکھ کر کہا میری بہن کچھ خیال کرو مجھ پر صدیوں کے پہاڑ نہ توڑو میں کن آنکھوں سے ان پھول سے بچوں کے سینوں سے تیر اور نیزے پار ہوتے دیکھوں گا سیدہ زینب کہہ رہی تھیں بھیا میرے پیارے بھیا کیا اپنی بہن کا یہ حقیر ہدیہ قبول نہیں کرو گے؟ اگر تم نے میرا یہ ہدیہ قبول نہ کیا تو میں اپنی ماں زہرا بتول کو کیا جواب دوں گی جب وہ پوچھیں گی بیٹی تم نے اس وقت کیا نذر پیش کی تھی جب شہزادہ سرورکونین کے حضور جانوں کے ہدیے پیش ہو رہے تھے میرے دو ہی فرزند ہیں دونوں تجھ پر قربان ہیں اس کے ساتھ ہی سیدہ کی ہچکیاں بندھ گئیں امام پاک نے اشک بار آنکھوں سے اپنی بہن کو دیکھا دل پارہ پارہ ہو گیا اور دونوں بھانجوں کو سینے سے لگایا اور رخصت کر دیا ماں دیکھ رہی تھی کہ میری آنکھوں کے تارے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے یزیدی بادلوں میں روپوش ہونے جا رہے ہیں ان کے جاتے ہی دشمن ان پر بھیڑیوں کی طرح ٹوٹ پڑیں گے مگر اس صبر والی ماں نے اپنے دل پر ہاتھ رکھا اور آسمان کی طرف منہ کر کے کہا مولا جو تیری رضا وہ ہماری رضا۔

چمن زہرا کے جنتی پھول حضرت جعفر طیار کے پوتے اور مولا مشکل کشا کے

آئے میدان کارزار میں دشمنوں کے سامنے گئے دونوں بھائیوں نے وہ شجاعت کے جوہر دکھائے کہ صفوف اعداء میں ہلچل برپا ہو گئی آخر بہت سے یزیدی ملعونوں کو مارتے اور کاٹتے ہوئے خود بھی تیروں اور تلواروں کا نشانہ بن کر بہشت بریں میں جا پہنچے حضرت عون کو عبداللہ بن قطبہ للطائی نے اور حضرت محمد کو عامر بن نہشل نے شہید کیا امام پاک کے رفقاء ان کی لاشیں اٹھا کر لے گئے اور خیموں کے پاس لا کر رکھ دیں اتنے میں سیدہ زینب بھی آ گئیں امام پاک نے فرمایا لو بہن تمہاری قربانی بھی قبول ہو گئی آؤ اپنے شہیدوں کی زیارت کر لو ماں نے جب اپنے فرزندوں کی کٹی پھٹی لاشوں کو دیکھا تو لاشوں کے اوپر گر گئیں اور بلائیں لیتے ہوئے کہا اے کاش! تمہاری ایک تمہاری ماں ہوتی۔

شہادت حضرت عباس بن علی

ایک ایک عزیز کا بچھڑنا امام پاک کے لئے اس قدر روح فرسا تھا کہ آپ زانوئے غم پر سر رکھ کر خاک کربلا پر بیٹھ جاتے اور کبھی آسمان کی طرف نگاہ کر کے اپنے وقت شہادت کی باقیماندہ گھڑیاں گنتے کبھی دردرسیدہ مغموم و مظلوم عورتوں کی طرف نگاہ حسرت فرماتے بس ایک شہزادہ علی اکبر جلو میں ہے اور ایک قوت بازو عباس علمبردار سامنے ہے اب امام مظلوم کی کمر ٹوٹنے کا وقت قریب آ رہا ہے ظلم و ستم کے پہاڑ ٹوٹنے والے ہیں اس لئے انتہائی صبر و ضبط کی طلب میں جبین نیاز جھکائے ہوئے اپنے خالق و معبود سے عرض و معروض میں محو ہیں جب جبین انور سجدہ و خالق سے راز و نیاز کی منزلیں طے کر کے بلند ہوئی تو حضرت عباس علمبردار نے عرض کی اب تو غلاموں میں کفش

بردار کے سوا اور کوئی باقی نہیں رہا بچوں کے دل جوانوں کا جہاد بوڑھوں کے کمزور ہاتھوں سے چلتی ہوئی تلواریں دیکھیں اور جس سے اب تک سوائے علم بلند رکھنے کے اور کوئی کارگزاری نہیں ہوئی وہ آپ کا یہ غلام عباس ہے۔

نور دیدہ بتول اب تو خون رگیں توڑ کر راہ خدا میں بہہ جانے کی حسرت میں سرگرم ہے از راہ کرم مجھے بھی اجازت دے کر میری قسمت کا ستارہ بھی چمکا دیجئے صبر و رضا کے پیکر امام پاک نے اپنے بھائی کا سر سینے سے لگایا آنکھوں سے کچھ محبت اور کچھ درد و غم کے آنسو موتیوں کی شکل میں رخساروں پر چمکتے ہوئے بہنے لگے دیر تک سینے سے لگانے کے بعد فرمایا کیا کروں مشیت الٰہی میں چارہ نہیں راضی بہ رضا ہوں لیکن ساقی کوثر کے لعل! بچوں کی پیاس ان کی ماؤں کے صبر کو متزلزل کر رہی ہے وہ تشنگی کے عالم میں سخت بے قرار ہیں اور ان کی بے قراری ان کی ماؤں کے لئے ناقابل برداشت ہوگئی ہے سنتے ہی عباس علمبردار خیمے کی طرف چلے داخل ہوتے ہی سیدہ سکینہ اور علی اصغر کی تشنگی کا وہ عالم دیکھا کہ تڑپ گئے علی کے شیر نے غصہ میں ہونٹ چباتے ہوئے کہا افسوس فرات سامنے ہے اور یہ بچے پانی کی ایک ایک بوند کو ترسیں میں ابھی فرات پر جاؤں گا اور پانی لا کر ان بچوں کی پیاس بجھاؤں گا یہ سنتے ہی سیدہ زینب کے چہرہ کا رنگ اڑ گیا وہ پکاریں بھیا کیا نہر کے کنارے فولاد میں ڈوبی ہوئی فوج کی دیوار کے مقابل اکیلے جاؤ گے؟ عباس علمبردار نے کہا میری بہن تمہیں تشویش کیا ہے اگر وہاں غرق آہن فوج ہے تو کیا تمہارے بھائی کے ہاتھ میں تیغ خارا شگاف نہیں ہے؟ حیدر کے شیر کی ہمت افزا بات سے پیاسوں کو کچھ ڈھارس ہوئی اور ٹوٹے ہوئے دل سینوں میں بندھ گئے مشکیزہ شانے پر لٹکایا اور فرات کی طرف

چلے دشمن حائل ہوئے تو بطور اتمام حجت فرمایا۔

اے کوفیو! شامیو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو، رسول اللہ ﷺ سے شرماؤ، حیف صد حیف! تم نے فرزند رسول کو بلایا اور پھر ان سے بے وفائی کی دشمنوں سے مل کر ان پر پانی بند کیا ان کے رفقا، اعزا و اقربا کے سر کاٹے رسول زادیوں اور چھوٹے چھوٹے بچوں کو ایک ایک بوند پانی سے ترسا رہے ہو۔

دیکھو! ابھی توبہ کا دروازہ تم میں سے بعض کے لئے کھلا ہے اب بھی وقت ہے ظلم و ستم اور فرزند رسول کے قتل سے باز آ جاؤ لشکر اشقیا میں سے شمر ذی الجوشن شیث بن ربعی، حجر بن الابجر تینوں نے سامنے آ کر کہا اگر تمام روئے زمین پانی ہو جائے تو پھر بھی ہم لوگ تمہیں پانی کا ایک قطرہ تک نہ لینے دیں گے یہ سنتے ہی حیدر کرار کے شیر کو جلال آ گیا انہوں نے ایک نعرہ شیرانہ لگایا اور فرمایا کہ یہ سر کٹ سکتے ہیں لیکن فاسق فاجر اور ظالم کے سامنے جھک نہیں سکتے یہ فرما کر تلوار آبدار کے ساتھ ان پر ٹوٹ پڑے۔ آپ کا حملہ کیا تھا دشمنوں پر قہر خدا تھا۔ گھوڑے بھڑکنے لگے، سواروں کے ہاتھ سے تلواریں چھوٹنے لگیں، بزدل فراری ہرنوں کی طرح بھاگے اور آپ ان کو مارتے اور کاٹتے ہوئے نہر کے قریب پہنچ گئے۔ نہر پر سینکڑوں مسلح سپاہی بہ طور پہرے دار مقرر تھے وہ آپ کے سامنے آہنی دیوار بن گئے۔ آپ نے ان سے پوچھا تم لوگ مسلمان ہو یا کافر؟ انہوں نے کہا مسلمان۔ آپ نے فرمایا کیا تمہاری مسلمانی یہی ہے کہ فرات سے چرند و پرند سیراب ہوں اور جس ذات کا کلمہ پڑھتے ہو اس کے بیٹے اور بیٹیاں اور ننھے ننھے بچے ایک ایک بوند پانی کو ترسیں؟ میں نے اپنی ان آنکھوں سے ان کو پیاس سے بدحال اور غش میں دیکھا ہے۔ آپ ان سے یہ گفتگو کر رہے تھے کہ ادھر سے

یزیدی فوج کے سپاہی امیر لشکر عمرو بن سعد کا حکم لے کر پہنچ گئے اور نہر پر متعین سپاہیوں سے کہا: امیر لشکر کا حکم ہے کہ پانی کی بوند بھی خیمہ حسین رضی اللہ عنہ تک نہ پہنچنے پائے۔ یہ حکم سن کر یزیدی لشکر نے نیزے تان لئے، شیر خدا کے شیر نے ایک جست لگائی اور صف اعداء کو چیرتے ہوئے گھوڑا آگے بڑھایا اور فرات میں داخل کر دیا۔ پیاسے ہشتی نے ایک چلو پانی کا لیا مگر اہل بیت کی پیاس پینے سے مانع ہوئی۔ یہ کہہ کر پانی پھینک دیا اے عباس تم نہر پر اپنی پیاس بجھانے نہیں آئے جب تک علی اصغر اور سکینہ کی پیاس نہ بجھا لو تمہیں پانی پینا روا نہیں۔ حضرت عباس نے مشک بھری اور بائیں شانے پر ڈال کر باہر نکلے چاروں طرف سے غل ہوا کہ اگر یہ مشک خیمہ حسین تک پہنچ گیا تو ساری محنت بے کار ہو جائے گی اس کا راستہ روکو اس سے مشک چھین لو، پانی بہا دو، ادھر سقائے اہل بیت کی پوری کوشش یہ تھی کہ کسی طرح یہ مشک پیاسوں کے خیمہ تک پہنچ جائے۔ آپ چاہتے تھے کہ گھوڑا اڑا کر خیمہ تک پہنچ جائیں مگر سامنے سے کئی سو تیر مشک کا رخ کئے نظر آئے۔ آپ مشک کی حفاظت میں ایک طرف ہٹ گئے یہاں تک کہ فوج کی دوسری سمت سے اس قدر قریب ہو گئے کہ اب دونوں طرف سے گھر گئے۔ جب آپ نے اپنے آپ کو دشمن کے گھیرے میں دیکھا تو بپھرے شیر کی طرح حملہ کیا اور صفوف اعداء میں کھلبلی مچا دی۔ لاش پر لاش گرنے لگی اور خون کی رو بہنے لگی۔ شیر خدا کے شیر نے ثابت کر دیا کہ میرے بازوؤں میں قوت حیدری اور رگوں میں خون علی ہے۔ لاشوں کے انبار لگا دیئے کہ ایک خبیث زرارہ نامی نے دھوکے سے آپ کے بائیں شانے پر ایک ایسا وار کیا کہ بازوئے علمدار کو شانے سے جدا کر دیا۔ آپ نے مشک فوراً داہنے شانے پر لٹکائی اور اسی ہاتھ سے تلوار بھی چلاتے رہے لیکن اب نہ وہ

طاقت تھی نہ ایک ہاتھ سے دو کام انجام پا سکتے تھے۔ دفاعی کوشش کرتے کرتے ایک طرف سے فوج کے پہرے پر آپ نے گھوڑا اٹھا دیا کہ شاید راستہ مل جائے۔ مگر اس غازی کی خدمات ختم ہونے کا وقت بڑی تیزی سے قریب آ رہا تھا۔ یہاں تک کہ نوفل بن الارزق نے دائیں بازو پر بھی ایک وار کیا اور وہ ہاتھ بھی کٹ گیا اللہ اللہ شیر خدا کے فرزند کی ہمت دیکھئے کہ مشک کا تسمہ منہ میں دبا لیا۔ لیکن مشک کے بچانے کی کوئی تدبیر کامیاب نہ ہوئی۔ ایک مردود نے تاک کر ایک تیر ایسا مارا کہ مشک کے پار ہو گیا اور سارا پانی یک لخت بہہ گیا۔ ایک ظالم نے ایک گرز ایسا مارا کہ آپ یا اخاہ کہتے ہوئے گھوڑے سے گر پڑے۔ امام پاک کی زبان پر یہ الفاظ تھے اب میری کمر ٹوٹ گئی بے دست و بازو بھائی کی لاش اٹھا کر خیمے میں لے آئے۔

شہادت سیدنا علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اب وہ مرحلہ درپیش تھا کہ پتھر دل بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔ بے بسی و بے کسی کی انتہاء ہو گئی۔ اعوان و انصار اور اعزاء و اقرباء کی شہادت کے بعد آنکھوں کے سامنے ایک لرزا دینے والا منظر تھا کہ سرو چمن حسینی، گل باغ مصطفیٰ، نور دیدہ مرتضیٰ، جان چمن مجتبیٰ، باپ کی ضعیفی کا سہارا، تمام گھر بھر کی آنکھ کا تارا، اہل بیت نبوت کا جگمگاتا چراغ، ہم شکل رسول، حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ جن کو دیکھ کر تصویر پیغمبر آنکھوں میں پھر جاتی تھی اٹھارہ برس کی عمر عین شباب کا عالم ہے، باپ کے سامنے سراپا امتحان بن کر عرض گزار ہے۔ بابا حضور! مجھے بھی اجازت مرحمت ہو میں بھی راہ حق میں سر کٹانے اور آپ پر نثار ہونے کی سعادت حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ دل شکستہ باپ نے ایک نظر

اپنے فرزند ار جمند پر ڈالی اور فرمایا! بیٹا تجھے کس بات کی اجازت دوں؟ کیا تیروں سے چھلنی ہونے اور تلواروں سے کٹنے کی اجازت دوں؟ بیٹا تم تو نانا جان علیہ السلام کی تصویر ہو۔ میں کن آنکھوں سے اس تصویر کو خاک وخون میں تڑپتے دیکھوں گا۔ میری آنکھوں کے نور تم نہ جاؤ مجھے جانے دو۔ یہ میرے خون کے پیاسے ہیں۔ ان کی پیاس صرف میرے خون سے بجھے گی۔ تصویر رسول نے دست بستہ عرض کی بابا جان! میں آپ کے بعد زندہ نہیں رہنا چاہتا۔ مجھے ان ذلیل لوگوں کا قیدی بنا کر نہ چھوڑ جایئے۔ بلکہ بہشت بریں میں جدِ امجد حضور سرور کائنات ﷺ اور بابا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا دیجئے۔ اللہ، اللہ کتنا بڑا امتحان تھا جس سے فاطمہ کا لال صبر واستقامت کے ساتھ گزر گیا۔ فرمایا! بیٹا اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب ﷺ کے ساتھ وعدہ کر چکا ہوں ورنہ تم جیسے گوہر بے بہا کو کون خاک میں ملاتا ہے۔ اچھا بیٹا جاؤ۔ حسین رضی اللہ عنہ نے بھی آج چھاتی مضبوط کر لی ہے۔ دیکھتا ہوں کہ آزمائش کی سل کتنی وزنی ہے حسینوں کے حسین حضرت یوسف علیہ السلام کے محبوب ومطلوب نبی آخر الزمان کے نواسے کا وہ حسین فرزند ہم صورت پیغمبر ان اشقیا میں جا رہا ہے جہاں سے اب تک کوئی واپس نہیں پلٹا تھا۔ اس وقت امام پاک نے یہ نہیں کہا تھا کہ بیٹا میری آنکھوں پر پٹی باندھ دو۔ اب دل چاہتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ویعقوب علیہ السلام آکر سلام کہہ کر انہیں آواز دی جائے کہ خاتم النبیین علیہ السلام کے نواسے کا صبر دیکھئے۔ مظلوم کربلا نے اپنے ہاتھوں سے اٹھارہ برس کے حسین وجمیل جوان کو جنگ کے ہتھیار پہنائے اور گھوڑے پر سوار کرا دیا اور فرمایا بیٹا جنت میں پہنچ کر نانا جان کو میرا سلام کہنا اور میرے بابا علی مرتضیٰ اور میری اماں جان کو بھی میرا سلام

کہنا۔ حضرت علی اکبر نے اپنے ابا جان اور خیمہ میں کھڑی ہوئی ستم رسیدہ بیبیوں کو سلام کہا اور میدان کارزار کی طرف چلے اس وقت امام پاک اور اہل بیت کی پاک بیبیوں اور بچوں پر جو گزری یقیناً اس پر عرش الٰہی ہل گیا ہوگا۔

غرض فوج اشقیاء کے روبرو تشریف لائے نور جبین سے جمال مصطفیٰ چمکا، چہرے کی تجلی نے میدان کارزار کو عالم انوار بنا دیا۔ میدان کربلا میں علی کے پوتے نے میان سے شمشیر آب دار نکالی اس کی چمک سے آنکھیں خیرہ ہوگئیں زبان اقدس سے یہ رجز پڑھا۔

انا علی بن الحسین بن علی نحن اهل بیت اولی بالنبی

میں علی اکبر ہوں حضرت حسین بن علی کا نور نظر، فرزند دلبند، ہم اہل بیت رسول ہیں اور رسول کے بہت زیادہ قرابت دار۔ یاد رکھو! میں تمہیں نیزے سے ٹھیک ٹھیک نشانہ لگاؤں گا اور اپنے باپ کی حمایت میں وہ تیغ زنی کروں گا جیسی ہاشمی عربی جوانوں کی تیغ زنی ہوتی ہے۔ یہ فرما کر ایک نعرہ مارا اور فرمایا ظالمو! اگر اولادِ رسول ﷺ کے خون کی پیاس ہے تو تم میں سے جو بہادر ہو اسے میدان میں بھیجو۔ زورِ بازوئے حیدر دیکھنا ہو تو میرے مقابل آؤ۔ مگر کس کو ہمت تھی کہ آگے بڑھتا، کس کے دل میں تاب وتواں تھی کہ تنہا اس شیر کے سامنے آتا، جب آپ نے دیکھا کہ کوئی ایک آگے نہیں بڑھتا اور ان کو برابر کی لڑائی کی ہمت نہیں کہ ایک کو ایک کے مقابل کریں تو آپ نے گھوڑے کی باگ اٹھائی اور مثل صاعقہ ان پر حملہ کیا جس طرف آپ کا رخ ہوتا دشمن بھیڑ بکریوں کی طرح بھاگتے نظر آتے ایک ایک وار میں کئی کئی سر گرا دیئے ادھر میمنہ پر چمکے تو اس کو منتشر کیا ادھر میسرہ کی طرف پلٹے تو صفیں درہم برہم کر ڈالیں کبھی قلب لشکر میں غوطہ

لگایا تو کشتوں کے پشتے لگا دیے۔ ہر طرف شور برپا ہو گیا، دلاوروں کے دل چھوٹ گئے، بہادروں کی ہمتیں ٹوٹ گئیں۔ شہزادۂ اہل بیت کا حملہ دشمنوں کے لئے عذاب الٰہی تھا۔ دھوپ میں جنگ کرتے کرتے چمنستانِ رسالت کے گل شاداب کو پیاس کا غلبہ ہوا۔ باگ موڑ کر والد ماجد کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کیا ابا جان! پیاس کے غلبہ سے سخت بے تاب ہوں اگر پانی ایک پیالہ مل جائے تو ان سب کو موت کے گھاٹ اتار دوں۔ امام پاک نے اپنے نورِ نظر کی پیاس دیکھی مگر پانی کہاں تھا جو اس تشنۂ شہادت کو دیتے۔ دستِ شفقت سے چہرہ۔۔۔ کا گرد و غبار صاف کیا اور فرمایا بیٹا! اب تمہاری سیرابی کا وقت قریب آ گیا ہے اب ساقیٔ کوثر کے ہاتھ سے کوثر کا جام پینا جس کی لذت نہ تصور میں آ سکتی ہے نہ زبان بیان کر سکتی ہے۔ اس کے بعد تمہیں پیاس کبھی نہ ستائے گی۔ بیٹا جب کبھی میں پیاسا ہو جاتا تھا تو نانا جان محمد مصطفی ﷺ میرے منہ میں اپنی زبان مبارک دے دیا کرتے تھے۔ آج تم اس پیاس کی حالت میں میری زبان چوس لو تمہیں کچھ تسکین ہو جائے گی۔ تشنۂ شہادت فرزند نے باپ کی زبان مبارک کو چوسا نہیں فی الحقیقۃ کچھ تسکین ہوئی۔ دوبارہ رخصت کرتے وقت امام پاک نے اپنی انگوٹھی فرزندِ ارجمند کے منہ میں رکھ دی، شہزادۂ انور نے پھر میدان کا رخ کیا اور لشکر اعداء کے مقابل ہو کر صدا دی۔ ھل من مبارز۔ ہے کوئی جو میرے سامنے آئے عمرو بن سعد نے طارق بن شیث سے کہا بڑے شرم کی بات ہے کہ یہ نوجوان اکیلا ہے اور تم ہزاروں کی تعداد میں ہو تم میں سے کسی کو ہمت نہیں ہوئی کہ اس کے بالمقابل ہو۔ آخر اس نے آگے بڑھ کر حملہ کیا اور تمہاری صفوں کو درہم برہم کر دیا اور تمہارے بہادروں کو تہ تیغ کر دیا وہ بھوکا پیاسا ہے اور تم میں سے کوئی اس کے

مقابلے کی تاب نہیں رکھتا۔ تف ہے تمہارے دعویٰ شجاعت پر اگر کچھ غیرت ہے تو اس نوجوان کا مقابلہ کر کے اس کا کام تمام کر دے۔ اگر تو نے یہ کام انجام دیا تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ تجھ کو موصل کی حکومت دلا دوں گا۔ طارق نے کہا کہ کہیں ایسا نہ ہو فرزند رسول، اولادِ بتول کو قتل کر کے اپنی عاقبت بھی برباد کر لوں اور تو بھی وعدہ پورا نہ کرے۔ ابن سعد نے قسم کھائی اور سخت قول قرار کیا۔ اب طارق بدبخت موصل کی حکومت کے لالچ میں گل بستانِ رسالت کے مقابلہ کے لئے نکلا۔ سامنے پہنچتے ہی اس نے ہم شکل نبی پر نیزے کا حملہ کیا۔ شہزادہ والا تبار نے بہ کمال ہنر مندی اس کا وار رد فرما کر اس کے سینہ پر کینہ پر ایک وار نیزے کا ایسا کیا کہ نیزہ سینہ سے پار ہو گیا اور وہ گھوڑے سے گر گیا۔ شہزادے نے اس کی لاش کو روند ڈالا یہ دیکھ کر اس کے بیٹے عمر بن طارق نے غم و غصہ سے پاگل ہو کر شہزادۂ جمیل پر حملہ کر دیا۔ شہزادے نے اس کے حملہ سے اپنے آپ کو بچا کر ایک ہی ضرب حیدری سے اسکو بھی جہنم رسید کر دیا۔ اس کے بعد اس کا دوسرا بیٹا طلحہ بن طارق اپنے باپ اور بھائی کا بدلہ لینے کے لئے شعلۂ آتشیں بن کر شہزادۂ امام پر ٹوٹ پڑا۔ حسین کے لختِ جگر نے اس کا مقابلہ کیا اور اس کو بھی خاک و خون میں ملا دیا۔ لشکر اعداء پر حیدری شیر کی ایسی ہیبت چھائی کہ سب دم بخود ہو کر رہ گئے۔ ابن سعد نے ایک مشہور بہادر مصراع بن غالب کو فرزند حسین کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ مصراع نے شہزادے پر نیزے سے حملہ کیا، شہزادۂ حسین نے تلوار سے نیزہ قلم کر کے مصراع کے سر پر تلوار سے ایک ضرب حیدری لگائی کہ مصراع دو ٹکڑے ہو کر گر گیا اب کسی کو ہمت نہیں پڑتی تھی کہ تنہا اس شیر کے مقابل آتا۔ آخر ابن سعد نے حاکم بن طفیل بن نوفل کو حکم دیا کہ ایک ہزار سواروں کے ساتھ جگر پارۂ بتول علی اکبر

پر حملہ کرے۔ چنانچہ وہ اشرار آپ کو چاروں طرف سے گھیر کر حملہ آور ہوئے، شہزادہ امام بھی شجاعت و بہادری کے جوہر دکھاتے ہوئے دشمنوں کو خاک و خون میں ملاتے رہے۔ لیکن چاروں طرف سے مسلسل حملوں کی وجہ سے آپ سخت زخمی ہو چکے تھے۔ چمن زہراہ کا یہ پھول اپنے خون میں نہا گیا۔ مظلوم کربلا نے بیٹے کی لاش میدان کربلا پر رکھ کر فرمایا قتل اللہ ماقتلوک یابنی۔

اللہ تعالی نے ان لوگوں کو ہلاک کرے اے میرے فرزند جنہوں نے تجھے قتل کیا یہ لوگ اللہ و رسول کی آبروریزی پر کس قدر دلیر ہیں اے میرے دلبند تیرے بعد دنیا پر خاک ہے۔ لشکر اعداء میں سے حمید بن مسلم کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا ایک خاتون خیمہ سے باہر پردہ اوڑھ کر نکلی وہ یہ پکارتی ہوئی آ رہی تھی یا اخیاہ و یا ابن اخاہ! اے میرے بھیا اور اے میرے بھیا کے فرزند! اور وہ بے تابانہ آ کر علی اکبر کی لاش پر گر گئی میں نے لوگوں سے پوچھا یہ اھل پردہ خاتون کون ہے؟ مجھے بتایا گیا کہ یہ ہمشیرہ حسین زینب بنت فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ ہے جسے اتنی مصیبت میں بھی اپنے پردہ کا خیال ہے اسی دل فگار غم گسار پھوپھی نے شہزادہ امام علی اکبر کو بڑے ناز و نعمت سے پالا تھا روزن خیمہ سے اسی شہزادے کی شہادت کا قیامت خیز منظر دیکھ رہی تھی جب پیارے بھتیجے کو خاک و خون میں تڑپتا دیکھا بے تاب ہو گئیں یارائے ضبط باقی نہ رہا لیکن پردے کا پھر بھی خیال رہا باپردہ خیمہ سے باہر نکل آئیں اور بھتیجے کی لاش کے ٹکڑوں پر گر پڑیں مظلوم کربلا نے دکھیاری بہن کا یہ حال دیکھا تو ہاتھ پکڑ کر خیمہ میں لائے اور فرمایا اے اہل بیت رسول اللہ اللہ تعالی آج تمہارے صبر کی انتہا دیکھنا چاہتا ہے صبر و ضبط سے کام لو اور آج سب کچھ قربان کر کے اس کی رضا حاصل کر لو۔

امام خیمہ سے باہر تشریف لائے اور شہزادہ شہید کی لاش مبارک اور اپنے قلب و جگر کے ٹکڑوں کو اٹھا کر خیمہ کے قریب لا کر رکھ دیا اور آسمان کی طرف نظر اٹھا کر بارگاہ رب العزت میں عرض کیا اے میرے معبود! آج تیرے ایک وفادار بندے نے تیری راہ میں سب سے بڑی نذر پیش کر کے سنت ابراہیمی پوری کی ہے میرے مولا میرا ہدیہ قبول فرما۔

جوں ہی ستم رسیدہ ماں نے اپنے نور نظر کی لاش کو پاش پاش دیکھا تو پھر بھی صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوٹا اور پڑھا۔ اناللہ و انا الیہ راجعون

شہادت علی اصغر

ہمارے بعض بزرگ فرماتے ہیں حسین کی غیرت اس بات کی اجازت نہیں دیتی تھی کہ آپ اشقیاء سے حجت منانے کے لئے ننھے علی اصغر کے لئے پانی مانگتے اس لئے پانی مانگنے والی روایات موضوع اور جھوٹی ہیں آپ علی اصغر کو جام فرات کی بجائے جام شہادت پلانے کے لئے اٹھا لائے اور فرمایا

ستم گہا دھر آ ہنر آزمائیں — تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

روایات کا غلط یا صحیح ہونا خدا کو معلوم ہے تاہم اتنا کتب تواریخ میں ضرور درج ہے علی اصغر کی والدہ ماجدہ حضرت سیدہ رباب نے امام پاک کی خدمت میں عرض کیا میرے سر کے تاج فرط غم ، اور فاقے سے میرا تو دودھ خشک ہو گیا ہے اور پانی کا ایک قطرہ نہیں ذرا اپنے اس لخت جگر کو دیکھو کہ شدت پیاس سے اس کی کیا حالت ہے مجھ سے تو اس کا رونا تڑپنا دیکھا نہیں جاتا میرا تو کلیجہ پاش پاش ہو رہا ہے خدارا اس کو لے جایئے اور

ان پتھر دل ظالموں کو دکھایئے اس کی حالت زار دیکھ کر ضرور کسی کو رحم آئے گا بچوں پر تو کسی کو رحم آجاتا ہے سیدہ رباب کی درخواست پر امام پاک اپنے اس پھول علی اصغر کو جو ابھی کھلنے بھی نہ پایا تھا گود میں اٹھا کر سینے سے لگائے سیاہ دل دشمنوں کے سامنے پہنچے۔ فرمایا اے جفا کار قوم! میں تمہارے نبی کا نواسہ ہوں اور یہ طفل صغیر میرا لخت جگر ہے اگر تمہارے زعم باطل میں میں مجرم ہوں تو اس بچے کا تو کوئی جرم نہیں اس کو تو پانی پلا دو دیکھو پیاس کی شدت سے اس کی کیا حالت ہو رہی ہے دشمنو! میرے ہاتھ میں پانی کا پیالہ نہ دو شاید تمہیں اندیشہ ہو کہ اس میں سے میں بھی پی لوں گا پانی کے دو قطروں سے اس کا خشک گلا تر ہو سکتا ہے اور چند قطروں سے بہتے ہوئے دریائے فرات میں کوئی کمی نہیں آجائے گی بچوں پر تو کافروں کو بھی ترس آجاتا ہے اور تم تو مسلمان کہلاتے ہو کیا تمہیں معلوم ہے کہ یہ بچہ کون ہے؟

افسوس صد افسوس! سنگ دل جفا کار تیرہ بختوں پر کچھ اثر نہ ہوا اور ان کو ذرا رحم نہ آیا بجائے پانی کے ایک بد بخت ملعون حرملہ بن کاہل اسدی نے نشانہ باندھ کر اس زور سے ایک تیر مارا جو علی اصغر کا حلق چھیدتا ہوا امام پاک کے بازو میں پیوست ہو گیا۔

امام پاک نے تیر کھینچا خون کا فوارہ ہمراہ پیکان برآمد ہوا امام پاک نے بچے کا گرم گرم لہو اپنے چلو میں لیا اور آسمان کی طرف پھینکا اور فرمایا۔

اے اللہ جو کچھ یہ لوگ کر رہے ہیں اس پر میں تجھے گواہ بناتا ہوں پروردگار عالم! جس راہ میں اس وقت میں گامزن ہوں اس کی سخت کٹھن منزلیں تیری رحمت ہی سے آسان ہو رہی ہیں بچے نے ایک جھرجھری سی لی اور مظلوم باپ کے ہاتھوں میں تڑپ کر جان دے دی مظلوم باپ نے ننھے شہید کو چوما اور ہاتھ میں لگے ہوئے خون سے ریش

مبارک کو خضاب کر کے فرمایا میرے چاند! تم چلو میں بھی اس ہیئت میں تمہارا خون منہ پر ملے تمہارے پیچھے نانا جان کے پاس آتا ہوں اور ان کو دکھاتا ہوں کہ ان جفا کار بد بختوں نے تمہارا اور میرا کیا حال کیا ہے ادھر خیموں میں حجابیوں کو گمان تھا کہ اعدا ننھے کی حالت زار پر ضرور ترس کھائیں گے اور پانی پلا دیں گے جب انہوں نے اس شگوفہ آرزو کو بھی امام کے ہاتھوں میں خون سے رنگین پایا تو ان کے جگر پھٹ گئے امام نے ننھے شہید کو علی اکبر کے پاس لٹا دیا جوں ہی ماں نے اپنی گود میں تڑپنے والے کو خاک کربلا پر سکون سے لیٹا ہوا دیکھا تو کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

ہو سکتا ہے ننھے علی اصغر شدت پیاس سے نہیں شوق شہادت میں بے تاب ہوں اور دوسری طرف وہ بد بخت ننھے علی اصغر کے قتل کو شاید اپنا کارنامہ سمجھ رہے ہوں مگر چھ ماہ کے اس جنتی پھول نے اپنی جان دے کر یہ بتا دیا کہ لشکر یزید میں شامل بد بخت انسانیت سے بھی عاری ہو گئے تھے اور انہوں نے ظلم و ستم کی انتہا کر دی تھی۔

شہادت تاجدار کربلا امام عالی مقام

اب جگر پارہ بتول، شہزادہ کونین علی کے نور عین مومنوں کے دل کے چین جنتی جوانوں کے سردار مجاہدوں کے قافلہ سالار ابن حیدر کرار شہنشاہ کربلا پیکر صبر و رضا حضرت امام حسین کی شہادت کا وقت آ گیا جب آپ نے میدان جنگ میں جانے کا ارادہ فرمایا تو حضرت سید الساجدین زین العابدین اپنی بیماری کی نقاہت اور کمزوری کے باوجود نیزہ لئے ہوئے حضرت امام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا بابا جان! پہلے مجھے میدان کارزار میں جانے اور اپنی جان کو نثار کرنے کی اجازت دیجئے میرے ہوتے

ہوئے آپ شہید ہو جائیں یہ نہیں ہو سکتا امام عالی مقام نے نور نظر کو اپنی آغوش محبت میں لیا پیار کیا اور فرمایا بیٹا! میں تمہیں کیسے اجازت دے دوں؟

علی اکبر بھی شہید ہو گئے قاسم بھی دنیا سے چلے گئے اور تمام عزیز و اقارب جو ہمراہ تھے سب راہ حق میں نثار ہو چکے میں تمہیں اجازت دے دوں تو خواتین اہل بیت کا کوئی محرم نہیں رہ جائے گا ان بیکساں غریب الوطن کو کون مدینہ پہنچائے گا؟ تمہاری ماؤں بہنوں کی نگہداشت و خبر گیری کون کرے گا؟ میرے پیارے بیٹے! تمہیں زندہ رہنا ہے تمہیں شہید نہیں ہونا ہے ورنہ میری نسل کس سے چلے گی؟ حسینی سادات کا سلسلہ کس سے جاری ہوگا؟ میرے نانا اور بابا کی جو امانتیں میرے پاس ہیں وہ کس کے سپرد کی جائیں گی؟ میرے لخت جگر! یہ ساری امیدیں تمہاری ذات سے وابستہ ہیں دیکھو میری طرح صبر و استقامت سے رہنا راہ حق میں ہر آنے والی تکلیف و مصیبت کو برداشت کرنا اور ہر حالت میں اپنے نانا جان ﷺ کی شریعت اور ان کی سنت کی پیروی کرنا میرے بعد تم ہی میرے جانشین ہو تمہیں میدان جنگ میں جانے کی اجازت نہیں تو ہرگز پھر امام عالی مقام نے ان کو تمام ذمہ داریوں کا حامل کیا اور اپنا عمامہ مبارک اتار کر ان کے سر پر رکھ دیا اور انہیں بستر علالت پر لٹا دیا اب امام پاک اپنے خیمہ میں تشریف لائے صندوق کھولا قبائے مصری زیب تن فرمائی اور تبرکات میں سے اپنے جد امجد ﷺ کا عمامہ مبارک سر پر باندھا سید الشہدا حضرت امیر حمزہ کی ڈھال پشت پر رکھی شیر خدا کی تلوار ذوالفقار گلے میں حمائل کی اور جعفر طیار کا نیزہ ہاتھ میں لیا اس طرح تاجدار کربلا، پیکر صبر و رضا سب کچھ راہ حق میں قربان کرنے کے بعد اب اپنی جان نذر کرنے کے لئے تیار ہو گئے بی بیوں نے جب اس منظر کو دیکھا تو ان کے

چہروں کے رنگ اڑ گئے اور آنکھوں سے موتی ٹپکنے لگے سیدہ زینب نے آنسو بہاتے ہوئے کہا پیارے بھیا! آپ کی ازواج نے درد میں ڈوبی ہوئی آواز سے کہا ہمارے سرتاج! حضرت سکینہ نے روتے ہوئے کہا بابا جان! کہاں جا رہے ہو اس جنگل میں ہمیں کس کے سپرد کر کے جا رہے ہو جن درندوں نے ننھے علی اصغر پر رحم نہیں کھایا وہ ہمارے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔ فرمایا تم لوگوں کا اللہ محافظ و نگہبان ہے پھر آپ نے تمام اہل خیمہ کو صبر و شکر کی وصیت فرمائی۔

امام پاک کی آخری وصیت

رافضیوں کی معتبر کتاب انارۃ الابصار صفحہ ۲۶۷ میں، بحوالہ آفتاب ہدایت صفحہ ۲۹۹ ہے جناب سید الشہداء امام حسین نے کربلائے معلیٰ میں اپنی ہمشیرہ سیدہ زینب کو فرمایا کہ اے بہن جو میرا حق تم پر ہے اسی کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ میری مصیبت مفارقت پر صبر کرو پس جب میں شہید ہو جاؤں تو ہرگز منہ نہ پیٹنا اور اپنے بال نہ نوچنا گریبان چاک نہ کرنا کہ تم زہرا بتول کی بیٹی ہو جیسا انہوں نے پیغمبر خدا کی مصیبت جدائی میں صبر فرمایا تھا اسی طرح تم بھی میری مصیبت جدائی میں صبر کرنا۔ اس کے بعد سب کو آخری دیدار کرا کے گھوڑے پر سوار ہو گئے۔

غریب الوطن اور بے کس مسافروں کا غم زدہ دکھ رسیدہ قافلہ حسرت بھری نگاہوں سے آپ کو دیکھتا رہا پردہ نشینان حرم حسرت و یاس کی خاموش تصویریں بنی ہوئی کھڑی ہیں اور سب کی آنکھوں سے اشک غم کے موتی ٹپکتے رہے مگر کوئی چیز حضرت امام کے پاؤں کی رکاوٹ نہ بن سکی آپ نے سب کو خدا کے حوالے کیا اور دشمنوں کے سامنے پہنچ گئے

کئی دن کے بھوکے پیاسے ہیں اور بیٹوں بھائیوں بھتیجوں اور جان نثار ساتھیوں کے غم سے نڈھال ہیں اس کے باوجود پہاڑوں کی طرح جمی ہوئی فوجوں کے مقابلہ میں شیر کی طرح ڈٹ کر کھڑے ہو گئے اور ایک ولولہ انگیز رجز پڑھی جو آپ کے نسب اور ذاتی فضائل پر مشتمل تھی پھر آپ نے ایک فصیح و بلیغ تقریر فرمائی اس میں آپ نے حمد وصلوۃ کے بعد فرمایا اے لوگو! تم جس رسول کا کلمہ پڑھتے ہو اسی رسول کا ارشاد ہے کہ جس نے حسن وحسین سے دشمنی کی اس نے مجھ سے دشمنی کی تو اے یزیدیو! اللہ سے ڈرو اور میری دشمنی سے باز آجاؤ اگر خدا اور رسول پر واقعی ایمان رکھتے ہو تو سوچو! اس خدائے شہید وبصیر کو کیا جواب دو گے؟ اور رسول اکرم ﷺ کو کیا منہ دکھاؤ گے؟ بے وفاؤ! تم نے مجھے خط بھیج کر بلایا اور جب میں یہاں آیا تو تم نے میرے ساتھ ایسا برا سلوک کیا کہ مظالم کی انتہا کر دی۔ ظالمو! تم نے میرے بیٹوں بھائیوں اور بھتیجوں کو خاک وخون میں تڑپایا چمن زہرا کے پھولوں کو کاٹ ڈالا میرے تمام ساتھیوں کو شہید کر دیا اور اب میرے خون کے پیاسے ہو۔ اپنے رسول کا گھر ویران کرنے والو! اگر قیامت پر ایمان رکھتے ہو تو اپنے انجام پر غور کرو اور اپنی عاقبت پر نظر ڈالو پھر یہ بھی سوچو! کہ میں کون ہوں؟ کس کا نواسہ ہوں؟ میرے والد کون ہیں؟ اور میری والدہ کس کی لخت جگر ہیں میں اسی فاطمہ زہرا کا فرزند ہوں کہ جن کے پل صراط پر گزرتے وقت عرش سے ندا کی جائے گی کہ اے اہل محشر! اپنے سروں کو جھکا لو اور اپنی آنکھوں کو بند کر لو کہ حضرت خاتون جنت ستر ہزار حوروں کے ساتھ گزرنے والی ہیں۔ بے غیرتو! اب بھی وقت ہے شرم سے کام لو اور میرے خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگین نہ کرو۔

امام پاک کی تقریر سن کر یزیدی لشکر کے بہت سے لوگ متاثر ہوئے اور ان کی آنکھوں

سے آنسو جاری ہو گئے لیکن شمر وغیرہ بدبختوں خبیثوں نے کوئی اثر نہ لیا بلکہ جب انہوں نے لشکریوں پر امام پاک کی تقریر دلپذیر کا کچھ اثر دیکھا تو شور وغل مچانا شروع کر دیا کہ آپ یا تو یزید کی بیعت کر لیں یا جنگ کے لئے تیار ہو جائیں اس کے علاوہ ہم اور کچھ سننا نہیں چاہتے امام پاک نے فرمایا اے بدباطنو! مجھے خوب معلوم ہے کہ تمہارے دلوں پر شقاوت وبدبختی کی مہر لگ چکی ہے اور تمہاری ایمانی غیرت مردہ ہو چکی ہے لیکن میں نے یہ تقریر صرف اتمام حجت کے لئے کی ہے تا کہ تم یہ نہ کہہ سکو کہ ہم نے حق اور امام حق کو نہیں پہچانا تھا الحمد للہ! میں نے تمہارا یہ عذر ختم کر دیا اب رہا یزید پلید کی بیعت کا سوال تو یہ مجھ سے ہرگز نہیں ہو سکتا کہ میں باطل کے سامنے سر جھکا دوں امام عالی مقام نے جب دیکھا کہ یہ بدبخت میرے قتل کا وبال اپنی گردن پر ضرور لیں گے اور میرا خون بہانے سے قطعاً باز نہیں آئیں گے تو آپ نے فرمایا اب تم لوگ جو ارادہ رکھتے ہو پورا کرو اور جسے میرے مقابلہ کے لئے بھیجنا چاہتے ہو بھیجو بڑے بڑے مشہور اور بہادر جو شیر خدا کے شیر سے مقابلہ کے لئے مخفوظ رکھے گئے تھے ان میں سے ابن سعد نے سب سے پہلے تمیم بن قحطبہ کو حضرت امام سے جنگ کرنے کے لئے بھیجا جو ملک شام کا نامی گرامی پہلوان تھا۔ وہ غرور وتمکنت ہاتھی کی طرح جھومتا ہوا اور اپنی بہادری کی ڈینگیں مارتا ہوا حضرت کے سامنے آیا اور آتے ہی امام پاک پر حملہ کرنا چاہا ابھی اس کا ہاتھ اٹھا ہی تھا کہ شیر خدا کے شیر نے ذوالفقار حیدری سے ایسا وار کیا کہ اس کا سر جسم سے اڑا دیا اور اس کے غرور کو خاک میں ملا دیا پھر یزید ابطحی بڑے کروفر کے ساتھ آگے بڑھا اور چاہا کہ امام پاک کے مقابل بہادری کا جوہر دکھا کر یزیدی جماعت میں اپنی شاباشی کرے اور انعام واکرام کا مستحق بنے آپ کے بہادران کوہ

شکن میں میری بہادری کا غلغلہ ہے میں روم و مصر میں شہرہ آفاق ہوں بڑے بڑے
بہادروں کو آنکھ جھپکتے موت کے گھاٹ اتارتا ہوں ساری دنیا کے لوگ میری شجاعت
و بہادری کا لوہا مانتے ہیں اور میرے سامنے بھیڑ بکری کی طرح بھاگتے ہیں کسی میں مجھ
سے مقابلہ کی طاقت نہیں آج تم میری قوت اور میرے داؤ پیچ کو دیکھو امام پاک نے
فرمایا تو مجھے جانتا نہیں میں اپنی رگوں میں ہاشمی خون رکھتا ہوں فاتح خیبر مولا علی مشکل
کشا کا شیر دلیر فرزند ہوں تم جیسے نامردوں کی میری نگاہ میں کوئی حقیقت نہیں میرے
نزدیک مکھی اور مچھر سے زیادہ تیری حیثیت نہیں شامی جوان یہ سن کر آگ بگولہ ہوگیا
اور فوراً گھوڑا دوڑا کر آپ پر تلوار کا وار کر دیا اور امام پاک نے اس کے وار کو بیکار کر دیا
اور پھر جھپٹ کر اس کی کمر پر ایسی تلوار ماری کہ وہ ککڑی کھیرے کی طرح کٹ کر دو
ٹکڑے ہو کر منہ کے بل زمین پر گر پڑا ابدر بن سہیل یمنی اس منظر کو دیکھ کر غصہ سے لال
پیلا ہو گیا اور ابن سعد سے کہا تم نے کن گنواروں کو حسین کے مقابلے میں بھیج دیا جو وہ
ہاتھ جم کر مقابلہ نہیں کر سکے میرے چاروں بیٹوں میں سے کسی ایک کو بھیج دے پھر دیکھ
ابھی منٹوں سکنڈوں میں حسین کا سر کاٹ کر لاتے ہیں ابن سعد نے اس کے بڑے
بیٹے کو اشارہ کیا وہ گھوڑا دوڑاتا ہوا امام پاک کے سامنے پہنچ گیا آپ نے فرمایا بہتر ہوتا
کہ تیرا باپ مقابلہ میں آتا کہ وہ تجھے خاک و خون میں تڑپتا ہوا نہ دیکھتا پھر آپ نے
ذوالفقار حیدری سے ایک ہی وار میں اس کا کام تمام کر کے جہنم میں پہنچا دیا آپ نے
جب اپنے مشہور شہسوار بیٹے کو اس طرح ذلت و رسوائی کے ساتھ قتل ہوتا دیکھا تو غیظ
و غضب کا پتلا بن کر دانت پیستے ہوئے گھوڑا دوڑا کر امام کے سامنے آیا اور آتے ہی
نیزہ سے وار کیا آپ نے اس کے نیزہ کو قلم کر دیا اس نے فوراً تلوار سنبھالی اور کہا حسین

اور دیکھنا میں وہ تلوار چلاتا ہوں کہ اگر پہاڑ پر ماروں تو وہ سرمہ بن جائے یہ کہتے ہوئے
امام پر تلوار چلا دی آپ نے اس کے وار کو خالی کر دیا اور اس پر ذوالفقار حیدری کا ایسا
وار بھرپور ہاتھ مارا کہ بدر کا سر کٹ کر گیند کی طرح دور جا گرا۔ اس طرح شام و عراق
کے ایک سے ایک بہادر امام پاک کے مقابل آتے رہے مگر جو بھی سامنے آیا آپ نے
اسے موت کے گھاٹ اتار دیا کوئی ان میں سے زندہ بچ کر واپس نہیں گیا شیر خدا کے
شیر نے تین دن کا بھوکا پیاسا ہونے کے باوجود شجاعت و بہادری کے وہ جوہر دکھائے
کہ زمین کربلا میں بہادران کوفہ و شام کا کھیت بو دیا کسی کے سینہ میں نیزہ مارا اور پار
نکال دیا کسی کو نیزہ کی انی پر اٹھا کر زمین پر پٹخ دیا اس کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں کسی کی کمر پر
تلوار ماری تو وہ دو ٹکڑے ہو کر زمین پر گرا کسی کی گردن پر ذوالفقار حیدری چلائی تو اس
کا سر بیل کی طرح لڑھکتا ہوا چلا گیا اور کسی کے سر پر تلوار آبدار ماری تو وہ زمین تک
کٹ گیا۔

غرض یہ کہ امام پاک نے یزیدیوں کی لاشوں کا انبار لگا دیا بہادران عراق و شام کے
خونوں سے کربلا کے پیاسے ریگستانوں کو سیراب کر دیا بڑے بڑے صف شکن بہادر
کام آئے اور مشہور جنگ جو پہلوان موت کے گھاٹ اتر گئے آپ کی ہیبت و شجاعت
سے دشمنوں کے دل تھرا گئے اور بڑے بڑے مغروروں کے چھکے چھوٹ گئے دشمنوں
کے لشکر میں شور برپا ہو گیا کہ جنگ کا یہ انداز رہا تو ہماری جماعت کا ایک سپاہی بھی نہیں
بچ سکے گا۔ سب کی عورتیں بیوہ ہو جائیں گی اور سارے بچے یتیم ہو جائیں گے
لہذا اب موقعہ مت دو اور چاروں طرف سے گھیر کر یکبارگی حملہ کر دو۔
روسیاہ صفت یزیدی جب دست بدست کی جنگ میں بری طرح شکست کھا گئے تو

انہوں نے یہی طریقہ اختیار کیا کہ ہزاروں نے چاروں طرف سے گھیر کر حملہ کیا اب سینکڑوں تلواریں بیک وقت چمکنے لگیں کئی نیزے آپس میں ٹکرانے لگے اور دشمن بڑھ بڑھ کر امام پر وار کرنے لگے ادھر آپ کی تلوار جلال حیدری کی تصویر لاسیف الاذوالفقار کی تفسیر بنی ہوئی تھی آپ تیغ ابرار کے جوہر دکھا رہے تھے جس طرف حملہ کرتے پرے کے پرے کاٹ ڈالتے اور دشمنوں کے سروں کو اس طرح اڑاتے جیسے بادخزاں کے جھونکے درختوں سے پتے گراتے ہیں ابن سعد کو جب اس طرح کی جنگ میں بھی کامیابی کی امید نظر نہ آئی تو اس نے حکم دیا کہ چاروں طرف سے تیروں کا مینہ برسا دیا جائے اور جب خوب زخمی ہو جائیں تب نیزوں سے حملہ کر دیا جائے تیر اندازوں نے آپ کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور بیک وقت ہزاروں تیر کمانوں سے چھوٹنے لگے اور تیروں کی بارش شروع ہوگئی گھوڑا اس قدر زخمی ہوگیا کہ اس میں کام کرنے کی طاقت نہ رہی مجبوراً امام پاک کو ایک جگہ ٹھہرنا پڑا ہر طرف سے تیر آرہے ہیں اور امام مظلوم کا جسم اقدس تیروں کا نشانہ بنا ہوا ہے نازنین زخموں سے چور اور لہو لہان ہو رہا ہے بیوفا کوفیوں نے جگر پارہ رسول فرزند بتول کو مہمان بلا کر ان کے ساتھ یہ سلوک کیا یہاں تک کہ زہر میں بجھا ہوا ایک تیر آپ کی مقدس جبین پر آ لگا جسے رسول کریم ﷺ نے ہزاروں بار چوما تھا تیر لگتے ہی چہرہ انور پر خون کا دھارا بہہ نکلا آپ غش کھا کر گھوڑے کی زین سے فرش زمین پر آگئے اب ظالموں نے نیزوں سے حملہ کیا شیطان صفت سنان نے ایک ایسا نیزہ ہو شمشیر کے بہتر زخم کھانے کے بعد آپ سجدے میں گر گئے اور راضی برضائے الہی ہو کر واصل بحق ہوگئے ۵۷ سال ۵ ماہ ۵ دن کی عمر میں جمعہ کے دن محرم کی دسویں تاریخ ۶۱ھ مطابق ۶۸۰ء کو امام پاک نے اس دار فانی

سے رحلت فرمائی۔

طبری ۲۵۹ جلد ۶ میں ہے جان نثار بہن سیدہ زینب یہ قیامت خیز منظر دیکھ کر باپردہ خیمہ سے نکل آئیں اور یہ کہتی ہوئی دوڑیں آہ! میرے بھائی میرے سید کاش آسمان زمین پر پھٹ پڑتا اس وقت ابن سعد حضرت امام کے پاس کھڑا ہوا تھا اس سے کہنے لگیں اے عمرو بن سعد ابو عبداللہ قتل کئے جا رہے ہیں اور تو دیکھ رہا ہے گو ابن سعد کی آنکھوں پر جاہ و حشمت کی حرص وطمع نے پردے ڈال دیے تھے پھر بھی قرابت تھی سیدہ زینب کی فریاد سن کر اور حالت دیکھ کر بے اختیار رو دیا کہ رخساروں پر آنسوؤں کی لڑی رواں ہوگئی اور فرط خجالت سے سیدہ زینب کی طرف سے منہ پھیر لیا۔

ضروری نوٹ:۔ متاخرین علمائے حق سیدہ کے خیمے سے باہر آنے والی روایات کو غلط قرار دیتے ہیں۔

نہیں قدم خیام اچوں باہر آئے ڈیکھو حوصلہ عون دی ماں دا

خولی بن یزید ازلی بدبخت ملعون حضرت امام کے سر اقدس کو جسد اطہر سے جدا کرنے کے لئے بڑھا لیکن ہاتھ کانپ گئے تھرا کر پیچھے ہٹ گیا اس کے بھائی شبل یا شبل پلید نے گھوڑے سے اتر کر سر اقدس کو جسد معظم سے جدا کر کے اپنے بھائی خولی کے حوالے کیا بعض مورخین کہتے ہیں کہ شمر لعین کوڑھی (مبروص) تھا اس نے سر مبارک کو کاٹا سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا تھا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک ابلق (مبروص) کتا میرے اہل بیت کے خون میں منہ ڈالتا ہے حضرت امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ اس خواب کی تعبیر پچاس برس کے بعد ظاہر ہوئی جب کہ شمر ذی الجوشن نے حضرت

امام کا خون بہایا حضرت محمد بن عمر بن حسن فرماتے ہیں کہ ہم کربلا میں امام پاک کے ساتھ تھے آپ نے شمر کو دیکھ کر فرمایا اللہ اور اس کا رسول سچا ہے رسول ﷺ نے فرمایا تھا کہ ایک ابلق کتے کو دیکھتا ہوں جو میرے اہل بیت کے خون میں منہ ڈالتا ہے تذکرہ سبط ابن الجوزی میں ہے کہ آپ کے جسد اطہر پر ۳۳ زخم نیزوں کے اور چالیس زخم تلوار کے تھے اور آپ کے پیراہن شریف میں ۱۲۱ سوراخ تیروں کے تھے۔

ظالموں نے میدان کربلا میں ال کا سارا سامان (آپ کا جبہ، پائجامہ، نعلین، عمامہ مبارک، چادر، زرہ، انگوٹھی، تلوار وغیرہ) لوٹ لیا قاتلان حسین ہر سال اس سامان کی نمائش کرتے ہیں۔ اس کے بعد بھی سنگ دل بدبختوں کا جذبہ بغض وعناد ختم نہ ہوا بدبختوں نے حضرت امام کے جسد اطہر کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال کر کے ریزہ ریزہ کر ڈالا۔ اس شقاوت قلبی وسنگدلی پر زمین کانپ اٹھی عرش الٰہی تھرا گیا زمین وآسمان خون کے آنسو رو رہے تھے شجر وحجر سے نالہ وشیون کی صدائیں بلند ہوئیں جن وانس اور ملائکہ آسمانی میں صف ماتم بچھ گئی۔

کربلا کے بیابان میں ظلم وجفا کی آندھی چلی۔ مصطفائی چمن کے غنچہ وگل باد سموم کی نذر ہو گئے علی کا گھر تاراج ہو گیا زہرا کا بہلتا باغ اجڑ گیا ریاض نبوی کا گل سر سبز مسلا گیا اور غریب الوطنی میں بچے یتیم اور بی بیاں بیوہ ہو گئیں حسین صادق جانباز نے اپنے نانا جان کے ساتھ کیا ہوا عہد پورا کیا دین حق پر قائم رہ کر اپنا کنبہ اور اپنی جان راہ خدا میں ایسی ثابت قدمی کے ساتھ نذر کی جس کی مثال نہیں ملتی۔

کربلا میں آل رسول ﷺ پر وہ ظلم عظیم ہوا تھا جس پر زمین وآسمان خون کے آنسو روئے اور کائنات پر تاریکی چھا گئی بصرہ ازدیہ فرماتی ہیں۔

جب حضرت حسین شہید کیے گئے آسمان سے خون برسا صبح کو ہمارے مٹکے گھڑے اور دیگر سارے برتن خون سے بھرے ہوئے تھے (بیہقی، ابونعیم، سر الشہادتین ۳۲، صواعق محرقہ ۱۹۲) حضرت زہری فرماتے ہیں کہ مجھے خبر پہنچی کہ جس دن حضرت حسین شہید کیے گئے اس دن بیت المقدس میں جو پتھر اٹھایا جاتا تھا اس کے نیچے سے تازہ خون پایا جاتا تھا۔

(بیہقی ابونعیم، تہذیب التہذیب صفحہ ۳۵۴ جلد دوم صواعق محرقہ ۱۹۲)

حضرت امام حبان فرماتی ہیں جس دن حضرت حسین شہید کیے گئے اس دن سے ہم پر تین روز تک اندھیرا چھایا رہا اور جس شخص نے منہ پر زعفران (غازہ) ملا اس کا منہ جل گیا اور بیت المقدس کے پتھروں کے نیچے تازہ خون پایا گیا۔

(بیہقی، سر الشہادتین صفحہ ۳۲)

خلف بن خلیفہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت امام حسین شہید کیے گئے تو (۲۷، ۲۸، ۲۹) چاند کی تاریخوں کی بجائے خلاف عادت ۱۰ محرم کو دن کے تارے نظر آنے لگے سورج گرہن ہو گیا اور آسمان سیاہ ہو گیا۔

(تہذیب التہذیب صفحہ ۳۵۴ جلد دوم، صواعق محرقہ)

حضرت حسین کے قتل پر آسمان سرخ ہو گیا اور سورج کو گرہن ہو گیا یہاں تک کہ دن کے وقت تارے نظر آنے لگے اور لوگوں نے گمان کیا کہ قیامت قائم ہو گئی ہے اور شام میں کوئی پتھر نہیں اٹھایا جاتا تھا مگر اس کے نیچے سے تازہ خون دیکھا جاتا تھا۔

(صواعق محرقہ ۱۹۲)

☆...... ابن سیرین فرماتے ہیں کہ بے شک پوری دنیا پر تین دن تک تاریکی چھائی

رہی پھر آسمان پر سرخی ظاہر ہوئی۔ (صواعق محرقہ ۱۹۲)

بے شک آسمان نے خون برسایا اور اس خون کی بارش کی سرخی کپڑوں سے پرزے
پرزے ہونے تک نہ گئی۔ (صواعق محرقہ ۱۹۲)

حضرت علی بن سہر اپنی دادی سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتی ہیں کہ میں حضرت حسین
کی شہادت کے دنوں میں جوان لڑکی تھی کئی روز تک آسمان ان پر رو دیا تھا۔

(بیہقی، سر الشہادتین ۳۳)

بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ سات روز تک آسمان خون کے آنسو رویا اس کے اثر سے
دیواریں اور عمارتیں رنگین ہو گئیں اور جو کپڑا اس سے رنگین ہوا اس کی سرخی پرزے
پرزے ہونے تک نہ گئی۔

☆.....امام سیوطی فرماتے ہیں جب حضرت حسین شہید کیے گئے تو سات دن تک دنیا
تاریک رہی دیواروں پر دھوپ کا رنگ زعفران رہا اور ستارے ایک دوسرے پر ٹوٹ
کر گرتے رہے اور آپ کی شہادت یوم عاشورہ میں ہوئی اس دن سورج گرہن لگ گیا
چھ ماہ تک برابر آسمان کے کنارے سرخ رہے پھر وہ سرخی تو جاتی رہی مگر افق کی سرخی
اب تک برابر موجود ہے اس واقعہ سے پہلے نہیں دیکھی جاتی تھی۔

(تاریخ الخلفاء صفحہ ۸۰ صواعق محرقہ ۱۹۲)

☆.....علامہ ابن جوزی فتح بلہ میں فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کا آسمان کو سرخ کرنا اور خون
کی بارش برسانا اس کے بہت زیادہ ناراض اور غضب ناک ہونے کی علامت ہے
کیونکہ جب کوئی غصہ وغضب میں آتا ہے تو اس کا خون جوش کرتا ہے اور چہرہ سرخ
ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ بلاشبہ جملہ عوارض جسمانی سے پاک اور منزہ ہے لیکن اس نے اپنی

ناراضگی اور غضب کا اظہار اس طرح کیا کہ آسمان کو سرخ کر دیا اور اس سے خون برسایا
اور اس علامت کو قیامت تک کے لئے باقی رکھا چنانچہ ابن سیرین فرماتے ہیں کہ بے
شک آسمان پر شفق کے ساتھ جو سرخی ہوتی ہے وہ امام حسین کی شہادت سے پہلے نہیں
ہوتی تھی۔ (صواعق محرقہ ۱۹۲)

☆.....حضرت ابن عیینہ اپنی دادی سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتی ہیں کہ حضرت حسین
کی شہادت کے وقت ورس (کسم) راکھ ہو گئی اور گوشت ایسا ہو گیا کہ اس میں آگ بھری
ہے۔ (تہذیب التہذیب صفحہ ۳۵۴ جلد دوم ابونعیم سر الشہادتین ۳۳)

☆.....جمیل بن مرہ سے روایت ہے یزید کے لشکریوں نے لشکر امام حسین کے اونٹ
آپ کی شہادت کے روز پکڑ لئے پھر ان کو ذبح کیا اور پکایا تو وہ اندرائن کے پھل کی
طرح کڑوے ہو گئے اور ان کو کوئی نہ کھا سکا۔

(بیہقی، تہذیب التہذیب ۳۵۴ سر الشہادتین ۳۳)

☆..... حضرت ابن عباس فرماتے ہیں میں نے ایک روز دوپہر کے وقت خواب
میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ کے بال مبارک بکھرے ہوئے گرد آلود ہیں (خود
گرد نہیں ڈالی) دست اقدس میں خون بھری ہوئی شیشی ہے میں نے عرض کی میرے
ماں باپ آپ پر قربان ہوں یہ کیا ہے؟ فرمایا اس شیشی میں حسین اور ان کے ساتھیوں
کا خون ہے میں اسے آج صبح سے اٹھا تا رہا ہوں ابن عباس فرماتے ہیں کہ میں نے
اس تاریخ اور وقت کو یاد رکھا جب خبر آئی تو م ہوا کہ حضرت حسین اسی وقت شہید
کیے گئے تھے۔ (بیہقی، احمد حاکم، مشکوٰۃ ۵۷۲ تہذیب التہذیب صفحہ ۳۵۵ جلد دوم)

☆..... حجۃ الاسلام حضرت امام محمد غزالی اپنی کتاب احیاء العلوم کے آخر میں باب مناجات میں فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس ایک روز نیند سے بیدار ہوئے تو کہا انا للہ وانا الیہ راجعون خدا کی قسم! حسین شہید کردیے گئے لوگوں نے تعجب کرتے ہوئے کہا کیسے؟ ابن عباس نے فرمایا کہ میں نے خواب میں حضور ﷺ کو دیکھا ہے آپ کے ہاتھ میں شیشی ہے جو خون سے بھری ہوئی ہے آپ فرمارہے ہیں اے ابن عباس تمہیں نہیں م کہ میرے بیٹے حسین کو قتل کردیا ہے اس شیشی میں اس کا اور اس کے دوستوں کا خون ہے جس کو اللہ تعالیٰ کے پاس لے کے جارہا ہوں اس خواب کے ۲۴ روز بعد حضرت امام حسین کی شہادت کی خبر آئی۔

(البدایہ والنہایہ صفحہ ۳۰ جلد ۸۔ احیاء العلوم للغزالی)

☆..... حضرت سلمی فرماتی ہیں کہ میں ام المومنین حضرت ام سلمہ کے پاس آئی تو وہ رو رہی تھیں میں نے کہا آپ کیوں رو رہی ہیں فرمایا میں نے رسول ﷺ کو خواب میں روتے ہوئے دیکھا ہے اور آپ کے سر مبارک اور ریش اقدس پر گرد وغبار ہے میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ یہ کیا حال ہے فرمایا میں ابھی حسین کی شہادت گاہ پر گیا تھا۔

(مستدرک صفحہ ۱۹ جلد ۴، مشکوۃ تہذیب التہذیب ۲۵۶ جلد دوم البدایہ النہایہ ۲۰۰ جلد ۸)

حقیقت یہ ہے کہ اس طرح کا الم ناک سانحہ اور جان کا وحادثہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر کسی نبی کی اولاد کے ساتھ پیش نہیں آیا پھر اگر زمین وآسمان خون کے آنسو روئیں اور جن وانس تڑپ اٹھیں اور جہان تیرہ وتار ہوجائے تو کون سی تعجب کی بات ہے چنانچہ ام المومنین ام سلمہ فرماتی ہیں میں نے جنات کو حضرت حسین پر روتے ہوئے اور نوحہ کرتے ہوئے سنا ہے وہ کہتے تھے۔ (ترجمہ) اے حسین کے نادان

قاتلو! تمہارے لئے سخت عبرت ناک عذاب کی بشارت ہے تمام اہل آسمان (ملائکہ) تم پر دعائے ضرر کرتے ہیں اور سب انبیاء ومرسلین وغیرہ بھی بے شک تم لعنت کئے گئے ہو حضرت داؤد وموسیٰ اور صاحب انجیل یعنی عیسیٰ علیہم السلام کی زبانوں پر۔

(صواعق محرقہ ۱۹۱، البدایہ والنہایہ صفحہ ۲۰۱ جلد ۸)

انہی سے روایت ہے کہ یا تو میں نے حضور علیہ السلام کی وفات پر جنوں کو نوحہ کرتے ہوئے سنا تھا یا حضرت حسین کی شہادت کے موقعہ پر سنا اور وہ روتے ہوئے کہتے تھے (ترجمہ) (اے آنکھ جتنا ہوسکے رولے پھر شہیدوں پر کون روئے گا ظالم کے پاس ان بے کسوں غریبوں کو موت کھینچ کر لائی ہے) (ابونعیم، سر الشہادتین ۳۲)

خارجیوں کا اعتراض:۔ اشعۃ اللمعات میں ہے کہ ام سلمہ ۵۹ ھ میں فوت ہوئیں اور واقعہ کربلا ۶۱ ھ میں ہوا جب وہ زندہ نہ تھیں تو یہ روایت کیسی؟

جواب:۔ اسی اشعۃ اللمعات میں یہ بھی ہے کہ ام سلمہ کی وفات ۶۲ ھ میں ہوئی ہے اور شیخ محقق نے اپنی دوسری معرکۃ الآراء کتاب مدارج النبوت میں اسی دوسرے قول کی تائید فرمائی ہے (مدارج النبوت ۴۷۶ جلد دوم) البدایہ النہایہ صفحہ ۲۱۵ جلد ۸ میں ہے واقدی کا ۵۹ ھ والا قول غلط ہے وہ احادیث جو ذکر شہادت حسین میں بیان ہوئی ہیں وہ سب اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ام سلمہ حضرت امام عالی مقام کی شہادت کے بعد تک زندہ رہیں۔

☆..... تاریخ الخلفاء صفحہ ۸۹ میں امام سیوطی لکھتے ہیں واقعہ حرہ جو ۶۳ ھ میں ہوا اس کے بعد ام سلمہ کی وفات ہوئی سیرۃ النبی صفحہ ۴۲ جلد دوم میں علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں یہ یقینی

(بات) ہے کہ (ام سلمہ) واقعہ حرہ تک زندہ تھیں میں ہے کہ حارث بن عبداللہ بن ابی ربیعہ اور عبداللہ بن صفوان ام سلمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس لشکر کا حال پوچھا جو زمین میں دھنس جائے گا یہ سوال اس وقت کیا گیا تھا جب یزید نے بن عقبہ کو لشکر شام کے ساتھ مدینہ کی طرف بھیجا تھا اور واقعہ حرہ پیش آیا تھا واقعہ حرہ ۶۲ھ میں پیش آیا ہے اس لئے اس سے پہلے ان (ام سلمہ) کی وفات کی تمام روایتیں صحیح نہیں (سیرت النبی از شبلی) یہ روایت شریف صفحہ ۳۸۸ جلد دوم میں ہے۔

پردے اتارے جانے والی روایتیں غلط ہیں علامہ ناصر علی رضوی لکھنوی عناصر الشہادتین صفحہ ۲۷۱ میں لکھتے ہیں ساری بی بیاں اور مائیں کپڑے پہن کے اور ہاتھ منہ چھپا کے اپنے اپنے کجاووں پر جس طرح مکے سے کربلا میں بحفاظت وعزت تمام آئی تھیں سوار ہوئیں کربلا سے کوفے جانے کو تیار ہوئیں چنانچہ ایک کجاوے میں عابد بیمار اور دوسرے کجاووں میں اہل بیت اطہار بعزت وحرمت سوار ہوئے اور وہ بعضے لکھتے ہیں کہ پردگیان حرم عصمت کو ننگے سر ننگے پاؤں بے پردہ اونٹوں پر سوار کوفے کو روانہ کیا تھا محض غلط ہے معاذ اللہ اگر ایسا ہوتا تو آسمان سے آگ برستی کفار جھلس جاتے زمین پھٹ جاتی اشقیاء دھنس جاتے۔ بلفظہ

☆.....حضرت حبیب بن ثابت فرماتے ہیں میں نے حضرت امام پاک پر جنوں کو روتے اور کہتے ہوئے سنا۔ترجمہ۔اس جبین کو نبی نے چوما تھا، تھی چمک کیا ہی اس کے چہرے پر اس کے ماں باپ برترین قریش، اس کا نانا جہان سے بہتر

(ابونعیم، سرالشہادتین ۲۴ البدایہ والنہایہ صفحہ ۲۰۰ جلد ۸)

پہلے تو یہ لوگ اس (امام) کی طرف وفود لے کر گئے تو وہ کتنے بدترین وفود تھے پھر انہوں

نے اپنے نبی کے نواسے کو قتل کیا اور اس کے سبب ان کا ٹھکانہ جہنم بنا۔

(البدایہ والنہایہ صفحہ ۲۰۰ جلد ۸)

☆.....حضرت احمد بن محمد المسقلی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت امام عالی مقام شہید ہوئے تو انہوں نے رات کے وقت ایک ندا کرنے والے کی ندا کو سنا جس کی صورت کو انہوں نے نہیں دیکھا اس منادی نے کہا۔ (ترجمہ) قوم ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی کونچیں کاٹیں پس ان کی جڑیں کٹ گئیں اور وہ سعادتوں سے محروم ہوگئے اور اللہ تعالیٰ نے حرمت رسول ﷺ کو حرمت ناقہ صالح علیہ السلام سے اعظم و بزرگ و برتر بنایا ہے پھر تعجب ہے کہ وہ ایسے ظلم کے مرتکب ہوئے اور مسخ نہ ہوئے قاتلین ناقۃ اللہ کی طرح ہاں اللہ مہلت دیتا ہے باغیوں منکروں کو

(تہذیب التہذیب صفحہ ۳۰۶ جلد ششم)

جب حضرت امام نے شہادت پائی تو ایک کوا آیا اس نے اپنی چونچ آپ کے خون مبارک سے رنگین کی اور اڑا یہاں تک کہ مدینہ منورہ پہنچ کر حضرت امام کی بیٹی سیدہ فاطمہ صغریٰ کے گھر کی دیوار پر جا بیٹھا اور کہنے لگا

ان الحسین یقتل بکربلا

سیدہ نے سر اٹھا کر اس کو دیکھا اور روتے ہوئے کہا اے کوے تجھ پر افسوس ہے تو کیا خبر دے رہا ہے۔ اس نے کہا حضرت امام کی بیٹی سیدہ کہتی ہیں میں نے کہا کون امام؟ اس نے کہا وہ جو توفیق دیے گئے حق و صداقت کی۔ میں نے کہا حضرت حسین؟ تو اس نے م آواز میں کہا ہاں بے شک حضرت حسین کربلا میں ریت اور ٹیلوں کے درمیان موجود ہیں میں حسین پر روتا ہوں ایسے غم کے ساتھ جو اللہ کو راضی رکھے مع

حصول ثواب کے پھر اس کوے کے بازو ایسے جم گئے کہ اس کو جواب دینے کی طاقت
نہ رہی پھر میں روئی ان مصیبتوں کی وجہ سے جو پسندیدہ اور مقبول حضرت کے بعد مجھ
پر نازل ہوئیں۔ (درر الاصداف، نور الابصار صفحہ ۲۰۶)

☆...... حضرت شیخ نصر اللہ بن یحیٰ جو ثقات معتبرین میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ
میں نے حضرت علی کو خواب میں دیکھا تو عرض کیا اے امیر المومنین آپ لوگوں نے تو
فتح مکہ کے روز فرمایا تھا کہ جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے گا وہ امن میں
ہے اب سفیانیوں نے آپ کے بیٹے حسین کے ساتھ کربلا میں ایسا برا سلوک کیا ہے
جو کسی نے بھی نہیں کیا ہوگا آپ نے فرمایا کیا تو ابن صیفی کے وہ اشعار جانتا ہے جو اس
نے اس معاملے میں کہے ہیں؟ میں نے عرض کیا نہیں فرمایا اس کے پاس جا کر اس
سے وہ اشعار سن میں بڑی حیرانی کے ساتھ بیدار ہوا اور پھر اس کے دروازہ پر پہنچ کر
آواز دی وہ باہر نکلا اور میں نے اس کو اپنا خواب سنایا تو وہ سن کر اتنا رویا کہ اس کی ہچکی
بندھ گئی اور کہنے لگا خدا کی قسم! یہ اشعار میں نے آج رات ہی کہے ہیں اور ابھی تک ان
کو مجھ سے کسی نے نہیں سنا۔ (اشعار کا ترجمہ)

جب ہم مالک اور با اختیار تھے تو معاف کر دینا ہی ہمارا طریقہ و شیوہ رہا اور جب تم
مالک و با اختیار ہوئے تو تم نے خون کی ندیاں بہادیں۔ تم نے قیدیوں کا قتل حلال جانا
اور اکثر ہم جو گزرے قیدیوں پر تو ہم معاف کرتے اور درگزر کرتے رہے ہمارے اور
تمہارے درمیان یہ تفاوت کافی ہے اور بے شک ہر برتن سے وہی ٹپکتا ہے جو اس میں
ہوتا ہے۔ (نور الابصار صفحہ ۱۴۶)

حضرت عامر [illegible] نقل فرماتے ہیں کہ میں نے امام کی شہادت کے بعد حضور علیہ

السلام کو خواب میں دیکھا آپ نے فرمایا اے عامر!

☆...... حضرت براء بن عازب (صحابی) کے پاس جا کر اور ان کو میرا اسلام کہہ اور خبر
دے کہ جن لوگوں نے حضرت امام عالی مقام کو قتل کیا ہے وہ جہنمی ہیں پس میں نے
براء بن عازب کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ خواب سنایا تو انہوں نے فرمایا بے شک
اللہ اور اس کے حبیب نے سچ فرمایا۔

☆...... علامہ حافظ ابن حجر امیر المومنین مولا علی سے روایت نقل فرماتے ہیں کہ حضور
آقا کریم ﷺ نے فرمایا حسین کا قاتل آگ کے تابوت میں ہے اس پر آدھے
جہنمیوں کے برابر عذاب ہے۔ (نور الابصار صفحہ ۱۵۲، اسعاف الراغبین صفحہ ۲۱۰)

حافظ ابن حجر عسقلانی حضرت صالح شام سے روایت فرماتے کہ میں نے حالت
خواب میں دیکھا کہ ایک کالا کتا پیاس کے مارے زبان نکالتا ہے میں نے ارادہ کیا کہ
اس کو پانی پلاؤں تو ہاتف غیبی نے آواز دی خبردار! اس کو پانی نہ پلا یہ حسین کا قاتل ہے
اس کی یہی سزا ہے کہ یہ قیامت تک یوں ہی پیاسا رہے گا (تسوید القوس ف تلخیص
مسند الفردوس) ابن اثیر نے تاریخ کامل میں لکھا ہے ابن سعد نے اپنے مردوں کی نماز
جنازہ پڑھی اور ان کو دفن کیا لیکن حضرت امام اور آپ کے رفقاء جن کی تعداد (ایک
روایت کی رو سے) بہتر تھی اور ان میں سے بیس خاندان بنی ہاشم کے چشم و چراغ تھے
ان سب شہیدوں کو بے گور و کفن پڑے ر دیا اور ان کے سروں کو ابن زیاد بر د
کے پاس بھیج دیا ۱۳ سر بنو کندہ کے پاس تھے اور ان کا سردار قیس ابن اشعث تھا ۲۰
سر بنو ہوازن کے پاس تھے اور ان کے ساتھ شمر ذی الجوشن تھا ۱۷ سر بنو تمیم اور ۱۶ سر بنو
اسد اور سات بنو مذحج کے پاس تھے۔ (تاریخ کامل ابن اثیر)

شہدائے کربلا کے اسمائے گرامی

از کتاب آفتاب ہدایت از مولانا کرم دین صفحہ ۳۱۱، ۳۱۲

۱۔ سید الشہدا حضرت امام عالی مقام سیدنا حسین بن علی بن ابی طالب، ۲۔ حضرت جعفر بن عقیل بن ابی طالب، ۳۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عقیل بن ابی طالب، ۴۔ حضرت عبداللہ بن عقیل بن ابی طالب، ۵۔ حضرت محمد بن ابی سعید بن عقیل بن ابی طالب، ۶۔ حضرت عبداللہ بن   بن عقیل ابن ابی طالب، ۷، ۸۔ حضرت محمد و عون پسران عبداللہ بن جعفر طیار بن ابی طالب (امام پاک کے بھانجے) ۹۔ حضرت ابو بکر بن حسن بن علی بن ابی طالب، ۱۰۔ حضرت عمر بن حسن بن علی بن ابی طالب، ۱۱۔ حضرت عبداللہ بن حسن بن علی بن ابی طالب، ۱۲۔ حضرت قاسم بن حسن بن علی ابن ابی طالب، ۱۳۔ حضرت محمد بن علی بن ابی طالب، ۱۴۔ حضرت عثمان بن علی بن ابی طالب، ۱۵۔ حضرت ابو بکر بن علی بن ابی طالب، ۱۶۔ حضرت جعفر بن علی ابن ابی طالب، ۱۷۔ حضرت عباس علمبردار بن علی بن ابی طالب، ۱۸۔ حضرت عبداللہ بن علی بن ابی طالب، ۱۹۔ حضرت علی اکبر بن حسین بن علی بن ابی طالب، ۲۰۔ شیر خوار حضرت علی اکبر بن حسین بن علی ابن ابی طالب، ۲۱۔ حضرت فیروز امام پاک کے غلام، ۲۲۔ حضرت سعد (مولا علی کے غلام)، ۲۳۔   بن عوسجہ اسدی، ۲۴۔ حبیب بن مظاہر اسدی، ۲۵۔ انس بن کاہد اسدی، ۲۶۔ حبان بن حارث سلیمانی اسدی، ۲۷۔ بشیر بن عمرو حضرمی، ۲۸۔ عمر بن جندب حضرمی، ۲۹۔ جویر ہمدانی، ۳۰۔ ز   بن قیس بجلی، ۳۱۔ بلال بن نافع بجلی ۳۲۔ عبداللہ بن عمر کلبی، ۳۳۔ وہب بن عبداللہ کلبی، ۳۴۔ قیس بن سہر صیداوی، ۳۵۔

عمرو بن خالد صیداوی، ۳۶۔ سعید (آزاد کردہ غلام عمرو بن خالد)، ۳۷۔ عبداللہ بن عروہ بن خراق غفاری، ۳۸۔ عبدالرحمٰن بن عروہ غفاری، ۳۹۔ حر (ابوذر غفاری کے آزاد کردہ غلام)، ۴۰۔ شیث بن عبداللہ، ۴۱۔ قاسط بن ز   ، ۴۲۔ کردوس بن ز   ، ۴۳۔ کنانہ بن عتیق انصاری، ۴۴۔ عمرو بن ضبیعہ، ۴۵۔ عبداللہ بن زید، ۴۶۔ عبداللہ بن یزید قیسی، ۴۷۔ یزید قیسی، ۴۸۔ قعنب بن عمرو نمری، ۴۹۔ سالم (عامر بن مسلم کے آزاد کردہ غلام)، ۵۰۔ ز   بن بشیر جعفی، ۵۱۔ حجاج بن مسروق جعفی، ۵۲۔ بدر بن معقل جعفی، ۵۳۔ مسعود بن حجاج انصاری، ۵۴۔ سیف بن مالک انصاری، ۵۵۔ عامر بن   انصاری ۵۶۔ جوہر بن مالک انصاری، ۵۷۔ ضرغامہ بن مالک انصاری، ۵۸۔ نعیم بن عجلان انصاری، ۵۹۔ ابو ثمامہ انصاری، ۶۰۔ عمار بن ابی سلامہ انصاری، ۶۱۔ شبیب بن حارث انصاری، ۶۲۔ مالک بن سریع لاانصاری، ۶۳۔ محمد بن انس انصاری، ۶۴۔ محمد بن مقداد انصاری، ۶۵۔ قیس بن ربیع انصاری، ۶۶۔ حر بن یزید ریاحی (یزیدی لشکر سے نکل کر آئے)، ۶۷۔ مصعب بن برادر حر، ۶۸۔ علی بن حر بن یزید ریاحی (حر کے بیٹے) ۶۹۔ عروہ (غلام علی بن حر)، ۷۰۔ سلیمان (امام پاک کے آزاد کردہ غلام)، ۷۱۔ قارب (حضرت امام پاک کے آزاد کردہ غلام)، ۷۲۔ ظاہر (آزاد شدہ غلام دین الحق خزاعی)، ۷۳۔ سعد بن ابی ریحانہ، ۷۴۔ مجمع بن عبداللہ عائذی، ۷۵۔ عمار بن حسان بن شریح طائی، ۷۶۔ جندب بن حجر خولانی، ۷۷۔ زید بن زیاد بن مظاہر، ۷۸۔ حباہ بن علی شیبانی، ۷۹۔ حنظلہ بن اسعد شیبانی، ۸۰۔ سالم کلبی (آزاد کردہ غلام بنی مزنیہ)، ۸۱۔ اسلم بن کثیر ۸۲۔ ز   بن سلیم ازدی، ۸۳۔ قاسم بن حبیب ازدی، ۸۴۔ عابس بن حبیب، ۸۵۔ سعد بن عبداللہ، ۸۶۔ مسیح (امام پاک کے آزاد کردہ غلام)، ۸۷۔ شوذب (آزاد کردہ غلام

شاکر)، ۸۸۔ ہاشم بن عتبہ، ۸۹۔ قیس بن منبہ، ۹۰۔ عمار بن حسان، ۹۱۔ زہیر بن حسان، ۹۲۔ حماد بن انس، ۹۳۔ وقاص بن مالک، ۹۴۔ خالد بن عمر، ۹۵۔ شریح بن عبید، ۹۶۔ مالک بن انس اول، ۹۷۔ مالک بن انس ثانی، ۹۸۔ عبداللہ بن سمر، ۹۹۔ یحییٰ بن سلیم، ۱۰۰۔ عمرو بن مطاع، ۱۰۱۔ عاس بن شیث، ۱۰۲۔ عبداللہ بن سعد، ۱۰۳۔ صیاد بن حارث، ۱۰۴۔ عمرو بن صیاد، ۱۰۵۔ سعد بن حنظلہ تمیمی، ۱۰۶۔ یزید مہاجر *

(منقول از رسالہ النجم لکھنؤ کربلا نمبر ۷ محرم الحرام ۱۳۵۶ھ)

کربلا کے میدان میں شام ہوگئی ظلم و جفا کا لشکر منتشر ٹولیوں کی صورت میں ادھر ادھر اپنے طعام وغیرہ میں مشغول تھا وہ بدبخت ایک دوسرے کو داد شجاعت دے رہے تھے اپنے ظلم پر خوش ہو رہے تھے ادھر اہل بیت نبوت کے بقیہ انوار جو چند عورتوں شیر خوار بچوں اور ایک بیمار حضرت زین العابدین پر مشتمل تھے رضائے الٰہی پر صابر و شاکر اشک باری کر رہے تھے۔

رات ہوگئی یہ رات غم زدہ م پس ماندگان امام کے لئے قیامت کی رات تھی رات کا دوسرا پہر شروع ہوا یزید کے لشکری اونگھنے لگے اسیران کربلا کی قافلہ سالار سیدہ زینب اپنے عزیزوں کی مقدس لاشوں کے پاس آئیں اور انتہائی دردمندانہ انداز میں اپنے جذبات اور اپنی بے بسی کا اظہار کیا جب اپنے ماں جائے پیارے بھائی امام عالی مقام کی مقدس لاش کے پاس آئیں تو خود کو قابو نہ پا سکیں اپنے بھائی کے سینے پر منہ رکھ کے اس درد سے آنسو بہائے کہ سب کی ہچکیاں بندھ گئیں۔

ان درندوں نے خانوادہ نبوت کے آخری چشم و چراغ حضرت امام زین العابدین بیمار کو بھی شہید کرنا چاہا لیکن ایک شخص حمید بن کے دل میں اللہ نے رحم ڈال دیا اس

نے ان درندوں کو یہ کہہ کر روک دیا کہ یہ بیمار ہے۔ اس کو قتل نہ کرو ابھی حمید بن مسلم یزیدی سپاہیوں کو یہ کہہ بھی رہا تھا کہ ابن سعد بھی آگیا اس نے کہا خبردار کوئی شخص اہل بیت کے خیموں میں نہ جائے اور نہ کوئی اس بیمار علی عابد سے مزاحم ہو اور جس کسی نے ان کے مال و اسباب وغیرہ میں سے جو کچھ لوٹا ہے واپس کر دے اس کے کہنے پر سپاہیوں نے عابد بیمار سے تو ہاتھ روک لیا لیکن لوٹا ہوا مال کسی نے واپس نہ کیا۔

(طبری صفحہ ۲۶۰ جلد ششم، تاریخ کامل ابن اثیر ۳۲ جلد چہارم)

یزیدی تو سو گئے کچھ پہرے دار جاگتے رہے مگر اہل بیت نبوت کے بقیہ افراد کی آنکھوں میں نیند نہیں صدمے اور غم کے آنسو تھے۔ یہ کیسے صبر والے لوگ تھے ان کی زبانوں پر حرف شکایت نہیں ان کی جبیں شکن آلود نہیں انہوں نے واویلا نہیں کیا گریبان نہیں پھاڑے قضائے الٰہی پر صبر کیا کیونکہ یہی ان کے نانا جان کی تعلیم تھی اور یہی امام پاک کی وصیت تھی یزیدی سمجھ رہے تھے کہ قتل حسین سے وہ کامیاب ہوگئے ہیں لیکن امام پاک نے میدان کربلا میں فتح و شکست کے عنوان ہی بدل دیے تھے اور تاریخ کے صفحات پر یہ نقش کر دیا تھا کہ حق پر ثابت قدم رہتے ہوئے سب کچھ قربان کر دینا اور اپنی جان دے دینا شکست نہیں بلکہ عظیم الشان فتح و کامیابی ہے انہوں نے ذلت کی زندگی پر عزت کی موت کو ترجیح دی اور عزیمت و استقامت کی وہ مثال قائم کی جو رہتی دنیا تک ایک بامقصد اور زندہ یادگار اور آنے والی نسلوں کے لئے قابل تقلید ہے انہوں نے اپنے مقدس خون سے گلشن اسلام کی آبیاری کی اسلام کی حق و صداقت کی گواہی دی اور دین کو اس کی اصل پر باقی رکھا ہر امتحان میں پورے اترے بظاہر خود تو نہ رہے مگر اپنی وہ یادیں چھوڑ گئے تو تابندہ و پائندہ رہیں گی۔

أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ

کوفہ روانگی

صبح کے وقت اہل بیت نبوت کے یہ ستم رسیدہ افراد بحالت اسیری جب لشکر یزید کے ساتھ کوفہ کی جانب چلے تو ان کے سامنے بے گور کفن ان کے پیاروں کی مقدس لاشیں تھیں وہ سب ایک ایک لاش کے قریب جا کر الوداع کہہ رہی تھیں ان کے رونے میں اتنا درد تھا کہ کلیجے پھٹے جاتے تھے حشر برپا ہو گیا تھا سیدہ زینب نے انتہائی درد و کرب کے ساتھ روتے ہوئے کہا یا محمداہ یا محمداہ آپ پر اللہ اور ملائکہ آسمانی کا درود و سلام ہو دیکھیے یہ حسین چٹیل میدان میں اعضاء بریدہ خاک و خون میں آلودہ پڑے ہیں یا محمداہ! آپ کی بیٹیاں قید میں ہیں آپ کی اولاد مقتول پڑی ہوئی ہے ہوا ان پر خاک اڑا رہی ہے یہ دل دوز فریاد سن کر دوست دشمن سب رو دیے۔

(البدایہ والنہایہ صفحہ ۱۹۳ جلد ہشتم طبری ۲۶۲ جلد ششم)

شہدا کی تدفین

جب لشکر یزید کربلا سے کچھ دور چلا گیا تو شہادت کے دوسرے روز اور بقول بعض تیسرے روز قبیلہ بنو اسد جو بستی غاضریہ کہ کنارہ فرات پر واقع تھی کے لوگ آئے اور انہوں نے امام عالی مقام کے تن بے سر کو ایک جگہ اور باقی شہدا کو ایک جگہ دفن کیا۔

(تاریخ کامل ابن اثیر صفحہ ۳۳ جلد چہارم طبری صفحہ ۲۶۱ جلد دوم)

مگر حضرت عباس کہ غاضریہ کی راہ پر جہاں آپ نے شہادت پائی تھی وہیں دفن ہوئے

(عناصر الشہادتین)

مدفن سر اقدس

حضرت امام حسین کے سر اقدس کے مدفن میں اختلاف ہے علامہ قرطبی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ یزید نے اسیران کربلا اور سر انور کو مدینہ طیبہ روانہ کیا اور مدینہ طیبہ میں سر انور کی تجہیز و تکفین کے بعد حضرت سیدہ زہرا بتول یا امام حسن کے پہلو میں دفن کر دیا گیا روافض کہتے ہیں کہ اسیران کربلا نے ۴۰ روز کے بعد کربلا میں آ کر جسد مبارک سے ملا کر دفن کیا۔

بعض مورخین کا قول ہے کہ یزید نے حکم دیا تھا کہ حسین کے سر کو شہروں میں پھراؤ پھر جب عسقلان پہنچے تو وہاں کے امیر نے ان سے لے کر دفن کر دیا جب عسقلان پر فرنگیوں کا غلبہ ہوا تو طلائع بن رزیک جس کو صالح کہتے ہیں نائب مصر نے تیس ہزار دینار دے کر فرنگیوں سے سر انور لینے کی اجازت حاصل کی اور ننگے سر وہاں سے مع اپنے سپاہ و خدام کے بتاریخ ۸ جمادی الآخر ۵۴۸ھ بروز اتوار مصر میں لایا اس وقت بھی سر انور کا خون تازہ تھا اور اس سے کستوری کی سی خوشبو آتی تھی پھر اس نے سبز حریر کی تھیلی میں آبنوس کی کرسی پر رکھ کر اس کے ہم وزن مشک اس کے نیچے اور ارد گرد رکھوا کر اس پر مشہد حسینی بنوایا چنانچہ قریب خان خلیلی کے مشہد مشہور ہے شیخ شہاب الدین ابن الحلبی حنفی فرماتے ہیں کہ میں نے مشہد میں سر مبارک کی زیارت کی مگر میں اس میں متردد اور متوقف تھا کہ سر مبارک اس مقام پر ہے یا نہیں؟ یہاں تک کہ مجھ کو نیند آ گئی میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص بصورت نقیب سر مبارک کے پاس سے نکلا اور حضور پر نور ﷺ کے پاس حجرہ نبویہ میں گیا اور جا کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ احمد بن

حلبی اور عبدالوہاب نے آپ کے بیٹے حسین کے سر مبارک کے مدفن کی زیارت کی ہے
آپ ﷺ نے فرمایا یا اللہ ان دونوں کی زیارت کو قبول فرما اور ان دونوں کو بخش دے
شیخ شہاب الدین فرماتے ہیں کہ اس دن سے مجھے یقین ہو گیا کہ حضرت امام کا سر انور
یہیں ہے پھر میں نے مرتے دم تک سر اقدس کی زیارت نہیں چھوڑی۔

(طبقات الاولیاء للشعرانی)

شیخ عبدالفتاح بن ابی بکر بن احمد شافعی خلوتی اپنے رسالہ نور العین میں فرماتے ہیں کہ
شیخ الاسلام والمسلمین نجم الدین غیطی نے شیخ الاسلام شمس الدین لقانی سے جو اپنے
وقت کے شیخ الشیوخ مالکیہ تھے نقل فرمایا ہے کہ وہ ہمیشہ مشہد مبارک میں سر انور کی
زیارت کو حاضر ہوتے اور فرماتے حضرت امام کا سر انور اسی مقام پر ہے۔ حضرت شیخ
خلیل ابی الحسن قماسی سر انور کی زیارت کے لئے تشریف لایا کرتے تھے جب ضریح
مبارک کے پاس آتے تو کہتے السلام علیکم یا ابن رسول اللہ جواب ملتے
وعلیک السلام یا ابا الحسن ۔ایک دن سلام کا جواب نہ پایا حیران ہوئے
زیارت کر کے واپس آگئے دوسرے روز پھر حاضر ہو کر سلام کیا تو جواب پایا۔ عرض کیا یا
سیدی کل جواب سے مشرف نہ ہوا کیا وجہ تھی؟ فرمایا اے ابوالحسن کل اس وقت میں
اپنے جد امجد ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا اور باتوں میں مشغول تھا۔

امام شعرانی فرماتے ہیں کہ اکابر صوفیہ اہل کشف اس کے قائل ہیں کہ حضرت امام کا
سر انور مصر میں اسی مقام پر ہے شیخ کریم الدین خلوتی فرماتے ہیں کہ میں نے
سرکار دو عالم ﷺ کی اجازت سے اس مقام مشہد اس الحسین فی المصر کی
زیارت کی ہے۔

ایک روایت یہ ہے کہ سر انور یزید کے خزانہ میں رہا جب سلیمان بن عبدالملک اموی کا
دور حکومت آیا تو اس کو اس بات کی خبر ہوئی تو اس نے سر انور کو منگوا کر اس نے خوشبو
لگائی اور کفن دے کر مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا۔

(تہذیب التہذیب صفحہ ۳۵۷ جلد ۲)

چنانچہ امام ابن حجر مکی ہیتمی روایت فرماتے ہیں کہ سلیمان بن عبدالملک نے حضور علیہ
السلام کو خواب میں دیکھا کہ آپ اس کے ساتھ ملاطفت فرما رہے ہیں اور اس کو
بشارت دے رہے ہیں۔ صبح اس نے حضرت امام حسن بصری سے اس کی تعبیر پوچھی۔
آپ نے فرمایا تو نے حضور کی آل سے کوئی بھلائی کی ہے۔ اس نے کہا ہاں۔ میں نے
حسین رضی اللہ عنہ کے سر کو یزید کے خزانہ میں پایا تو میں نے اس کو پانچ کپڑوں
کا کفن دے کر اپنے دوستوں کے ساتھ اس پر نماز جنازہ پڑھ کر اس کو دفن کیا ہے۔
حضرت حسن بصری نے اس سے کہا یہی تیرا کام حضور علیہ السلام کی رضامندی کا
سبب ہوا ہے۔ (صواعق المحرقہ)

علامہ اوکاڑوی علیہ الرحمۃ کا فیصلہ

شام کربلا صفحہ ۲۴۹ میں لکھتے ہیں کہ ناچیز مؤلف عرض کرتا ہے کہ سر انور کے متعلق مختلف
روایات ہیں اور مختلف مقامات پر مشاہد بنے ہوئے ہیں تو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان
روایات اور مشاہد کا تعلق چند سروں سے ہو کہ یزید پلید کے پاس سب شہدائے اہل
بیت کے سر بھیجے گئے تھے تو کوئی سر کہیں اور کوئی سر کہیں دفن ہوا ہو اور نسبت حسن
عقیدت کی بنا پر یا کسی اور وجہ سے صرف امام عالی مقام کی طرف کو دی گئی ہو۔

والله ورسوله اعلم بحقیقة الحال

سرانور پر نور اور سفید پرندے

اہل بیت نبوت کے لئے ہوئے قافلہ کے بقیہ افراد گیارہ محرم کو کوفہ پہنچے جبکہ شہداء کے سران سے پہلے پہنچ چکے تھے امام عالی مقام کے سر خولی بن یزید کے پاس تھا رات کے وقت کوفہ پہنچا قصر امارت کا دروازہ بند ہو چکا تھا یہ سر کو لے کر اپنے گھر آ گیا ظالم نے سرانور کو فرش پر ایک بڑے برتن کے نیچے ڈھانک کر رکھ دیا اور اپنی بیوی ''نوار'' کے پاس جا کر کہا میں تمہارے لئے زمانے بھر کی دولت لایا ہوں۔ وہ دیکھ حسین بن علی رضی اللہ عنہما کا سر تیرے گھر میں پڑا ہے۔ اس نے کہا تجھ پر خدا کی لعنت لوگ تو سونا چاندی لائیں اور تو فرزند رسول کا سر لایا ہے۔ خدا کی قسم! اب میں تیرے ساتھ کبھی نہ رہوں گی نوار یہ کہہ کر اپنے بچھونے سے اٹھی اور جہاں سرانور رکھا تھا وہاں آ کر بیٹھ گئی۔ وہ کہتی ہے خدا کی قسم! میں نے دیکھا کہ ایک نور برابر آسمان سے اس برتن تک مثل ستون چمک رہا تھا اور میں نے دیکھا کہ سفید سفید پرندے اس کے اردگرد منڈلا رہے تھے جب صبح ہوئی تو وہ سر کو ابن زیاد کے پاس لے گیا۔

(طبری صفحہ ۲۶۱ جلد ۶، ابن اثیر صفحہ ۳۳ جلد ۴، البدایہ والنہایہ صفحہ ۱۹۰ جلد ۸)

سر اقدس اور ابن زیاد بدنہاد

الغرض ابن زیاد بدنہاد کا دربار لگا اور لوگوں کے لئے اذن عام ہوا۔ بھرے دربار میں اس کے سامنے امام عالی مقام کا سر اقدس ایک طشت میں رکھ کر پیش کیا گیا۔ اس ظالم کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی وہ آہستہ آہستہ آپ کے لبوں اور دانتوں پر مارتا تھا اور کہتا

تھا کہ میں نے ایسا حسین وجمیل نہیں دیکھا۔ اس مردود کی گستاخی اور بے ادبی پر حضور علیہ السلام کے بوڑھے صحابی زید بن ارقم رضی اللہ عنہ جو اس وقت وہاں موجود تھے تڑپ اٹھے اور درد و کرب کے ساتھ روتے ہوئے فرمایا۔ او ابن مرجانہ یہ لکڑی امام پاک کے لب ہائے مبارک اور دندان شریف سے ہٹا اس خدائے واحد لاشریک کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں بیشک میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ حضور علیہ السلام انہیں لبوں اور دانتوں کو چوما کرتے تھے یہ کہہ کر وہ زار و قطار رونے لگے۔ ابن زیاد نے کہا خدا تجھے بہت رلائے اگر تو بوڑھا نہ ہوتا اور تیری عقل زائل نہ ہو گئی ہوتی اور تو صحابی رسول نہ ہوتا تو میں ضرور تیری گردن سے تیرا سر جدا کر دیتا۔

(طبری صفحہ ۲۶۲ ج ۶، ابن اثیر صفحہ ۳۳ جلد ۴، البدایہ والنہایہ صفحہ ۸۴۹)

حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اس سے بھی زیادہ تجھے غصہ دلانے والی بات سناتا ہوں سن میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ کے دائیں زانو پر حسن اور بائیں زانو پر حسین تھے آپ ان دونوں کے سروں پر ہاتھ پھیرتے تھے اور فرماتے تھے اے اللہ میں ان دونوں کو تیرے مومنین صالحین کے پاس بطور امانت سپرد کرتا ہوں تو اے بدنہاد تو نے امانت رسول خدا ﷺ کے ساتھ یہ کیسا سلوک کیا ہے پھر آپ نے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اے کوفیو! خدا تم سے کبھی خوش نہ ہو تم نے فرزند رسول ﷺ کو قتل کیا اور ابن مرجانہ کو اپنے اوپر مسلط کیا اب یہ تمہارے اچھوں کو مارے گا اور تمہارے بروں کو چھوڑ دے گا۔ یہ کہہ کر حضرت زید روتے ہوئے باہر نکل آئے۔

(ابن ابی الدنیا، صواعق المحرقہ صفحہ ۱۹۰)

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر اقدس

ایک طشت میں رکھ کر ابن زیاد کے سامنے لایا گیا تو اس وقت میں اس کے پاس تھا تو اس نے آپ رضی اللہ عنہ کے حسن و جمال میں کچھ کلام کیا اس کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی کہ وہ آپ کی ناک پر مارتا تھا تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حسین بہت زیادہ مشابہ تھے حضور علیہ السلام کے ساتھ اور آپ نے وسمہ (کالا) خضاب کیا ہوا تھا۔ (ترمذی باب مناقب الحسین، بخاری شریف صفحہ ۵۳ جلد ۱)

روایت ہے کہ جس وقت امام عالی مقام کا سر انور ابن زیاد بدنہاد کے سامنے رکھا گیا تو قاتل نے بڑے فخر کے ساتھ کہا میرے اونٹوں کو سونے اور چاندی سے بھر دو کیونکہ میں نے ایک نامور، بلند مرتبہ سردار کو قتل کیا ہے۔ میں نے اس کو قتل کیا ہے جو بہ لحاظ مادر و پدر اور حسب و نسب سب لوگوں سے بہتر تھا۔ ابن زیاد یہ سن کر غضب ناک ہوا اور کہنے لگا تیرے نزدیک وہ ایسے ہی فضائل والے تھے تو پھر تو نے ان کو قتل کیوں کیا؟ خدا کی قسم تیرے لئے اس کا بہترین صلہ میر طرف سے یہی ہے کہ تجھے بھی انہی کے پاس پہنچا دوں پھر اس کی گردن مار دی۔

(الصواعق المحرقہ صفحہ ۱۹۵، سعادت الکونین صفحہ ۱۱۷، نور الابصار صفحہ ۱۴۴)

ابن زیاد اور اسیران کربلا

پھر اہل بیت کے بقیہ افراد ابن زیاد کے سامنے پیش کئے گئے حضرت سیدہ زینب نے کنیزوں کا سا پرانا اور میلا سا لباس پہن کر اپنی ہئیت بدل دی چہرے پر نقاب تھا آپ کے ارد گرد چند عورتیں تھیں ابن زیاد بدنہاد نے پوچھا یہ باپردہ خاتون کون ہے؟ آپ نے کوئی جواب نہ دیا اس نے دوسری تیسری بار پوچھا پھر بھی آپ نے کوئی جواب نہ دیا

تو ایک عورت نے کہا یہ حسین رضی اللہ عنہ کی بہن زینب بنت علی و فاطمہ رضی اللہ عنہما ہیں۔ یہ سن کر مردود نے کہا خدا کا شکر ہے جس نے تمہیں رسوا کیا اور تمہاری باتوں کو جھٹلایا۔ (معاذ اللہ)

شیرِ خدا کی بیٹی نے فرمایا:۔ خدا کا شکر ہے کہ جس نے ہمیں بوجہ اولادِ محمد ﷺ ہونے کے مکرم و معظم بنایا اور ہمیں پاک کیا جیسا کہ پاک کرنے کا حق ہے نہ کہ جیسا تو کہتا ہے۔ بلاشبہ فاسق و فاجر ہی رسوا ہوں گے اور جھٹلائے جائیں گے۔

ظالم کہنے لگا تم نے دیکھا خدا نے تمہارے اہل بیت کے ساتھ کیسا سلوک کیا ہے۔ سیدہ نے فرمایا ان کے لئے شہادت مقدر ہو چکی تھی اس لئے وہ مقتل میں آئے اور عنقریب وہ اور تم اللہ تعالیٰ کے حضور جمع ہو گے اس وقت وہ اس کے سامنے اس کا انصاف طلب کریں گے۔ یہ دندان شکن جواب سن کر ابن زیاد غضب ناک ہو کر کہنے لگا خدا نے تمہارے اہل بیت کے سرکش اور نافرمان آدمی سے میرے غصہ کو ٹھنڈا کر دیا۔ ظالم کے ان الفاظ نے سیدہ کو تڑپا دیا وہ انتہائی درد کے ساتھ روئیں اور فرمایا میری عمر کی قسم تو نے میرے خاندان کو تباہ کیا اگر اسی سے تیری تسکین اور تیرا دل ٹھنڈا ہوتا تھا تو بیشک ہو گیا۔ ظالم کہنے لگا یہ جرأت اور یہ شجاعت میری عمر کی قسم تمہارے باپ بھی تو بڑے شاعر اور بڑے شجاع تھے۔ سیدہ نے فرمایا عورت کو شجاعت سے کیا واسطہ۔

(طبری صفحہ ۲۶۲ جلد ۶، ابن اثیر صفحہ ۳۳ جلد ۴، البدایہ والنہایہ صفحہ ۱۹۳ جلد ہشتم)

اسی اثناء میں اس ظالم کی نظر امام زین العابدین رضی اللہ عنہ پر پڑی تو کہنے لگا تمہارا

نام کیا ہے۔ آپ نے فرمایا علی بن حسین۔ بدنہاد بولا وہ تو قتل ہو گئے۔ آپ نے فرمایا وہ میرے بھائی علی اکبر تھے۔ پھر آپ کے بلوغ کی تصدیق کروا کر آپ کے قتل کا حکم دیا۔ آپ نے فرمایا ان مستورات کو کس کے حوالے کرو گے۔ جبکہ میرے سوا ان کا کوئی محرم نہیں۔ سیدہ زینب تڑپ گئیں اور زین العابدین سے روتے ہوئے چمٹ گئیں اور فرمایا یہ ایک آسرا بھی ختم کرتے ہو۔ اگر زین العابدین کو قتل کرنا ہے تو ہمیں بھی ان کے ساتھ قتل کر دو۔ لیکن زین العابدین پر مطلقاً کوئی خوف و ہراس طاری نہ ہوا۔ انہوں نے نہایت اطمینان اور وقار کے ساتھ فرمایا: اگر تم لوگ مجھے قتل ہی کرنا چاہتے ہو تو قرابت داری کا لحاظ اور پاس کرتے ہوئے کسی متقی اور شریف آدمی کو ان پردہ دار خواتین کے ساتھ کر دو جو ان کو عزت و شرافت کے ساتھ وطن پہنچا دے۔ زین العابدین کی یہ بات سن کر ابن زیاد دیر تک دونوں باپردہ پھوپھی اور بھتیجے کو تکتا رہا۔ آخر اس بدبخت کا دل پسیج گیا اس نے حکم دیا کہ اس (علی عابد رضی اللہ عنہ) کو مستورات کے ساتھ رہنے کے لئے چھوڑ دو۔

(تاریخ کامل ابن اثیر ۳۴ جلد ۴ البدایہ والنہایہ ۱۹۳ جلد ۸، طبری ۲۶۳ جلد ۶)

مسجد کوفہ میں اعلان فتح اور ابن عفیف کی شہادت

اس کے بعد اعلان ہوا کہ لوگ مسجد میں جمع ہو جائیں جب لوگ جمع ہو گئے تو ابن زیاد نے منبر پر کھڑے ہو کر کہا خدا کا شکر ہے جس نے امیر المومنین یزید کو بن معاویہ اور ان کے ساتھیوں کی مدد کی اور ان کو فتح و نصرت سے نوازا اور (معاذ اللہ) کذاب بن کذاب حسین ابن علی اور ان کے رفقاء کو شکست دی اور قتل کیا (معاذ اللہ) جب بدبخت ملعون

نے مولا علی رضی اللہ عنہ اور امام عالی مقام حسین رضی اللہ عنہ کو کذاب کہا تو حضرت عبداللہ بن عفیف ازدی جو مولا علی رضی اللہ عنہ کے دوستوں میں سے ایک بزرگ تھے اور دونوں آنکھوں سے معذور تھے اور سارا دن مسجد میں ذکر و اذکار اور نماز پڑھنے میں گزارتے تھے وہ بہت بے تاب ہو کر اٹھے اور بھرے مجمع میں کہا او ابن مرجانہ تو بھی کذاب ہے تیرا باپ بھی کذاب تھا۔ تم لوگ اولاد رسول کو قتل کرتے ہو اور باتیں ایسی کرتے ہو جیسے صدیقین ہوتے ہیں۔ ابن زیاد نے کہا اس کو پکڑ لو۔ سپاہیوں نے ان کو گرفتار کر لیا اس وقت تو اس کی قوم کے لوگوں نے ان کو چھڑا لیا بعد میں ابن زیاد نے ان کو بلوایا اور حکم دیا کہ ان کو قتل کر کے ان کی لاش کو لٹکا دیا جائے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

(طبری صفحہ ۳۱۳ جلد ۶، ابن اثیر صفحہ ۳۴ جلد ۴، البدایہ صفحہ ۱۹۱ جلد ۸)

پھر ابن زیاد بدنہاد نے حکم دیا کہ اسیران اہل بیت کو قید خانے میں رکھا جائے اور حسین رضی اللہ عنہ کے سر کو نیزے پر بلند کر کے کوفہ کے گلی کوچوں میں پھرایا جائے چنانچہ امام پاک کے سر انور کو پھرایا گیا۔

رافضیوں کی معتبر کتاب جلاء العیون اور مقتل ابن قما میں مذکور ہے جب اہل بیت نبوت کے بقیہ افراد کوفہ پہنچے تو ان کی حالت زار اور عالم بے کسی کو دیکھ کر اہل کوفہ زور زور سے رونے اور ماتم کرنے لگے ان کے رونے اور ماتم کرنے کو دیکھ کر حضرت امام زین العابدین اور سیدہ زینب اور حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہم نے ان کے سامنے خطبات ارشاد فرمائے جن کا خلاصہ یہ ہے:۔

امام زین العابدین نے بعد حمد و صلاۃ کے فرمایا جو جانتا ہے وہ جانتا ہے جو

نہیں جانتا وہ جان لے کہ میں علی بن حسین بن علی ابن ابی طالب ہوں میں ان کا فرزند ہوں جو فرات کے کنارے بھوکے پیاسے شہید کیے گئے ہیں حالانکہ ان کے ذمے نہ کسی کا خون تھا نہ انہوں نے کسی کا مال لیا تھا میں ان کا فرزند ہوں جن کی ہتک عزت کی گئی مال و اسباب بھی لوٹ لیا گیا ان کے عیال قیدی بنائے گئے۔ میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں بتاؤ! کیا تم نے میرے والد ماجد کو خطوط لکھ کر نہیں بلایا تھا؟ اور کیا تم نے ان سے عہد و پیمان نہیں کیے تھے؟ ضرور کیے تھے پھر تم نے ان کو چھوڑ دیا صرف یہی نہیں بلکہ ان سے جنگ کی اور دشمن کو ان پر مسلط کیا پس تمہارے لئے ہلاکت و بربادی ہو تم نے جہنم کی راہ اختیار کی اور اپنے لئے بہت برا راستہ پسند کیا۔ بولو! تم رسول خدا ﷺ سے کس طرح آنکھ ملاؤ گے اور کیا جواب دو گے؟ جب وہ تم سے فرمائیں گے کہ تم نے میری عزت کو قتل کیا اور میری حرمت کی ہتک کی پس تم میری امت میں نہیں ہو اس وقت ہر طرف سے رونے کی آوازیں بلند ہوئیں اور کوفیوں نے کہا اب ہم ہر طرح آپ کا ساتھ دیں گے اور آپ کے ہر حکم کی تعمیل کریں گے۔ آپ نے فرمایا اے گروہ غدار و مکار تم یہ چاہتے ہو کہ تم مجھ سے بھی ویسا ہی سلوک کرو جیسا کہ تم نے میرے باپ کے ساتھ کیا ہے؟ میں تمہارے قول و اقرار اور دروغ بے فروغ پر کسی طرح بھی اعتماد نہیں کروں گا حاشا و کلا خدا کی قسم! ابھی وہ زخم نہیں بھرے جو کل ہی ہمارے پدر بزرگوار، ان کے اہل بیت اور ان کے رفقاء کے قتل ہونے سے لگے ہیں اور یہ سب کچھ تمہاری غداری و بے وفائی کی وجہ سے ہوا۔ واللہ میرا جگر کباب ہے پھر آپ نے چند اشعار پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے:

تعجب نہیں ہے اگر امام عالی مقام حسین رضی اللہ عنہ قتل کیے گئے اس

لئے کہ ان کے بزرگ بھی جو ان سے افضل تھے قتل ہوئے تھے اے کوفہ والو! خوش نہ ہو ۔۔۔۔۔ ان مظالم کو جو امام حسین رضی اللہ عنہ پر کیے گئے یہ امر اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت عظیم ہے جو بزرگوار نہر فرات پر قتل ہوئے ہیں ان پر میری جان قربان ہو اور جن لوگوں نے ان کو قتل کیا ہے ان کی سزا جہنم ہے۔

حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے حمد و صلاۃ کے بعد فرمایا! اے بے وفا دغا باز کوفیو! کیا اب تم روتے ہو اور ماتم کرتے ہو خدا تمہیں ہمیشہ رلائے اور تمہارا رونا اور ماتم کرنا کبھی موقوف نہ ہو تم بہت زیادہ روو اور تھوڑا ہنسو۔ تمہاری مثال اسی عورت کی سی ہے جو کاتے ہوئے تاگے کو مضبوط ہو جانے کے بعد جھٹکے سے توڑ ڈالے۔ تم نے اپنے ایمان کو دھوکہ اور فریب کا ذریعہ بنایا ہوا ہے۔ تمہاری مثال اس سبزے کی سی ہے جو نجاست کی ڈھیری پر لگا ہو۔ تم میں بجز خود ستائی، شیخی، عیب جوئی، تہمت سرائی اور لونڈیوں کی طرح خوشامد اور چاپلوسی سے کچھ نہیں ملا۔ بلاشبہ تم بہت برے کام کے مرتکب ہوئے ہو۔ تم نے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ذلت حاصل کی اور عیب کمایا اور جہنم کے سزاوار ہوئے تمہارے ماتھے پر بے وفائی اور غداری کا داغ جو لگ چکا ہے وہ کسی پانی سے زائل ہونے والا نہیں۔ اے کوفیو! کیا تم جانتے ہو تم نے کس جگر رسول کو پارہ پارہ کیا اور کس کا خون بہایا ہے۔ تم نے خلاصہ خاندان نبوت اور سردار جوانان اہل جنت اور مینارۂ دین و شریعت کو قتل کیا ہے۔ تم نے اپنے لئے آخرت میں بہت برا توشہ بھیجا ہے۔ تم نے مخدرات عصمت و طہارت دختران خاتون جنت کو (بقول رافضی مصنف جلاء العیون) بے پردہ کیا ہے (حالانکہ دختران زہرا باپردہ رہیں) خدا تعالیٰ تم پر اپنا غضب نازل کرے اور تمہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں داخل کرے۔

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے حمد وصلاۃ کے بعد فرمایا:۔

اے کوفہ والو! تمہارا برا حال ہو اور تمہارے منہ سیاہ ہوں تم نے میرے پیارے بھائی کو بلایا پھر ان کو چھوڑ دیا اور ان کی مدد نہ کی تمہاری بے وفائی اور غداری کی وجہ سے وہ قتل ہوئے۔ ان کا مال واسباب لوٹا گیا اور ان کے اہل بیت قیدی بنے اب تم ان پر روتے ہو خدا تم کو ہمیشہ رلائے۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ تم نے کیا ظلم کیا ہے اور کن گناہوں کا انبار اپنی پشت پر لگایا ہے پھر آپ نے اشعار پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے:۔ تم نے میرے بھائی کو عالم غربت میں چاروں طرف سے گھیر کر بھوکا پیاسا قتل کیا تمہاری مائیں روئیں عنقریب تم اس کی سزا میں آگ میں جلو گے جو شعلہ ور ہو گی۔ تم نے وہ خون بہایا ہے جس کا بہانا اللہ تعالیٰ نے اور قرآن نے پھر حضور پر نور ﷺ نے حرام کیا ہے۔ آگاہ رہو تم کو آتش دوزخ کی بشارت ہے کل قیامت کے دن یقیناً تم ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہو گے اور بیشک میں تمام عمر اپنے بھائی پر غم سے روؤں گی وہ بھائی جو سرکار دو عالم ﷺ کے بعد بعد بہت بہتر تھے۔ ان سے جو پیدا ہوں گے اور یہ آنسو کبھی بند نہ ہوں گے۔ برابر رخساروں پر بہتے رہیں گے اور کبھی خشک نہ ہوں گے۔ (مقتل ابن نما صفحہ ۸۳، جلاء العیون صفحہ ۲۲۳ جلد دوم، کتب روافض)

اس کے بعد ابن زیاد بدنہاد نے اشقیاء کی ایک جماعت کے ساتھ جس میں شمر ذی الجوشن کے خولی بن یزید، زحر بن قیس وغیرہ بھی تھے شہداء کے سروں اور اسیران اہل بیت کو یزید پلید کے پاس اس حالت میں بھیجا کہ زین العابدین کے ہاتھ پاؤں اور گردن میں زنجیریں ڈال دی گئی تھیں کہ راستے میں تشہیر کرتے ہوئے اور سروں کو

نیزوں پر چڑھا کر لوگوں کو بتاتے ہوئے جانا کہ دیکھ لو جنہوں نے حاکم وقت یزید کی مخالفت کی اس کا یہ حشر ہوا ہے تاکہ لوگ ڈر جائیں اور یزید کی مخالفت سے باز رہیں راستہ میں ایک منزل پر اہل کتاب کا ایک دیر (گرجا) آیا یہ لوگ رات گزارنے کے لئے وہاں ٹھہر گئے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ وہ خرے کا شیرہ پینے لگے لیکن علامہ ابن کثیر نے جو روایت نقل کی ہے اس میں ہے کہ وہ خمر (شراب) پینے لگے

(البدایہ والنہایہ صفحہ ۲۰۰ جلد ہشتم، صواعق محرقہ صفحہ ۱۹۲
سر الشہادتین صفحہ ۳۵، نور الابصار صفحہ ۱۴۷، سعادت الکونین صفحہ ۱۲۳)

اتنے میں ایک لوہے کا قلم نمودار ہوا اس نے خون سے شعر لکھا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ: کیا وہ گروہ بھی یہ امید رکھتا ہے جس نے امام حسین کو شہید کیا ہے کہ قیامت کے دن ان کے جد امجد اس گروہ کی شفاعت کریں گے؟ بعض روایات میں ہے کہ یہ شعر پہلے سے دیوار پر لکھا ہوا تھا جب ان بدبختوں نے دیکھا تو دیر کے بعد راہب سے پوچھا کہ یہ شعر کس نے لکھا ہے اور کب کا لکھا ہوا ہے راہب نے کہا یہ شعر تمہارے نبی کے مبعوث ہونے سے پانچ سو برس پہلے کا لکھا ہوا ہے۔

(تاریخ خمیس صفحہ ۲۹۹ جلد دوم، سعادت الکونین صفحہ ۱۲۳
حیوۃ الحیوان الکبری صفحہ ۶ جلد اول)

علامہ ابن کثیر ابن عساکر سے روایت فرماتے ہیں لوگوں کا ایک لشکر بسلسلہ جنگ بلاد روم کی طرف گیا انہوں نے وہاں ایک کیسا میں بھی یہ شعر لکھا ہوا پایا۔

اترجو امة قتلت حسینا   شفاعة جدہ یوم الحساب

کیا وہ گروہ بھی یہ امید رکھتا ہے جس نے امام حسین کو شہید کیا ہے کہ قیامت کے دن ان

کے جدامجد اس گروہ کی شفاعت کریں گے؟

تو ان سے پوچھا کہ یہ شعر کس نے لکھا ہے؟ انہوں نے کہا کہ یہ شعر تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے تین سو سال پہلے کا لکھا ہوا ہے۔

دیر کے راہب نے قافلے میں جب شہداء کے سروں کو نیزوں اور چند بی بیوں اور بچوں باپردہ حالت اسیری ومظلومیت دیکھا تو اس کے دل پر بہت اثر ہوا تو وہ سخت حیران ہو کر بولا تم بہت برے لوگ ہو کیا کوئی اپنے نبی کی اولاد کے ساتھ بھی ایسا سلوک کر سکتا ہے جیسا تم لوگوں نے کیا ہے۔

پھر اس راہب نے اس گروہ اشقیاء سے کہا کہ اگر ایک رات کے لئے تم اپنے نبی کے نواسے کا سر میرے پاس رہنے دو اور ان بی بیوں کی خدمت کا موقعہ دو تو میں تم کو دس ہزار دینار دیتا ہوں وہ درہم ودینار کے بندے اس پر راضی ہو گئے۔ راہب نے ایک صاف ستھرا کمرا بی بیوں کو رات گزارنے کے لئے پیش کیا اور اپنی خدمات پیش کرتے ہوئے کہا کہ تمہیں کسی بھی چیز کی ضرورت ہو تو مجھے بتاؤ اگرچہ میں مسلمان نہیں ہوں لیکن میرے دل میں تمہارے خاندان کی بڑی عزت ہے اس نے صبر کی تلقین بھی کی کہ اللہ والوں کو اللہ کی راہ میں بڑی بڑی تکلیفیں اور مصیبتیں آئی ہیں انہوں نے صبر کیا تو اللہ نے ان کا صبر کو بدلہ بہت اچھا دیا ہے اب تمہارے لئے بھی سوائے صبر کے چارہ نہیں بی بیوں نے اس کی اس ہمدردی کا شکریہ ادا کیا اور اس کو دعائیں دیں۔

راہب نے رقم ادا کرنے کے بعد حضرت امام کا سر اقدس لیا اور اپنے خاص کمرے میں جا کر سر اقدس چہرہ مبارک اور مقدس زلفوں اور داڑھی مبارک کے بالوں پر جو غبار اور خون وغیرہ جما ہوا تھا اس کو دھو کر صاف کیا اور عطرہ کا فور لگا کر معطر کیا اور بڑے ادب

تعظیم کے ساتھ اپنے سامنے رکھ کر زیارت کرنے لگا اس کی اس تعظیم وتکریم اور حسن سلوک کی وجہ سے اللہ تعالی اس سے راضی ہوا اور اس نے اس پر اپنی رحمتوں کے دروازے کھول دیے اس پر گریہ طاری ہوا اور اس کی آنکھوں سے پردے اٹھ گئے اس نے کیا دیکھا کہ اس نور سے لے کر آسمان تک نور ہی نور تھا اس نے سر انور کی کرامت اور انوار وتجلیات کا مشاہدہ کیا تو بے ساختہ اس کی زبان پر جاری ہوا اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمد رسول اللہ چونکہ اس نے دنیا کی دولت قربان کی تھی اللہ تعالی نے اس کو ایمان کی دولت عطا فرمادی اس نے سر انور کا ادب کیا تھا تو ادب کرنے والے بدنصیب وبے ایمان نہیں رہ سکتے اس نے اس کو بانصیب باایمان بنادیا اس نے رسول زادیوں کی دعائیں حاصل کیں تھیں وہ دعائیں رنگ لائیں اور اس کی تقدیر بدل گئی چنانچہ اس نے دیر کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے چھوڑ دیا اور سچے دل سے اہل بیت اطہار کا مطیع وخادم بن گیا۔

یہاں ایک اور سخت حیرت خیز واقعہ ہوا وہ یہ کہ اس گروہ اشقیاء نے لشکر امام عالی مقام اور ان کے خیموں سے جو درہم ودینار لوٹے تھے اور دیکھ بھال کے محفوظ کر لئے تھے اور جو راہب سے لئے تھے ان کو تقسیم کرنے کے لئے جب تھیلیوں کے منہ کھولے تو کیا دیکھا کہ وہ سب درہم ودینار ٹھیکریاں بنے ہوئے تھے اور ان کے ایک طرف یہ آیت وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ کہ اللہ تعالی کو ظالموں کے بداعمال سے غافل مت سمجھو اور دوسری طرف یہ آیت لکھی تھی وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ اور ظلم کرنے والے عنقریب جان لیں گے کہ وہ کس کروٹ پر بیٹھتے ہیں۔

(صواعق محرقہ صفحہ ۱۹۷، سعادت الکونین صفحہ ۱۲۴)

یہ قدرت کی طرف سے ایک سبق ایک تنبیہ تھی کہ بدبختو! تم نے اس فانی دنیا کے لئے
دین چھوڑا اور آل رسول ﷺ پر ظلم وستم کیا یاد رکھو دین تو تم نے چھوڑ ہی دیا اور جس
فانی وبے وفا دنیا کے لئے چھوڑا وہ بھی تمہارے ہاتھ نہیں آئے گی اور تم خسر الدنیا والا
خرہ کا مصداق ہو گے۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم — نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

ڈھول باجے۔

جب یزید پلید کو معلوم ہوا کہ اسیران کربلا اور امام حسین وغیرہ کا سر عنقریب
دمشق پہنچنے والا ہے تو اس نے پورے شہر کو آراستہ کرنے اور سب کو خوشی منانے کا حکم دیا
حضور ﷺ کے ایک صحابی حضرت سہل تجارت کے لئے ملک شام آئے ہوئے تھے
جب دمشق شہر میں داخل ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ سب لوگ خوشی مناتے اور ڈھول
باجے بجاتے ہیں انہوں نے لوگوں سے اس کی وجہ پوچھی تو بتایا گیا کہ اہل عراق نے
حسین ابن علی کے سر کو یزید کے پاس ہدیہ بھیجا ہے تمام اہل شہر اسی کی خوشی منا رہے ہیں
حضرت سہل نے ایک آہ بھری اور پوچھا کہ حضرت حسین کا سر کون سے دروازہ سے
لائیں گے؟ کہا گیا باب الساعة سے آپ اس طرف تیزی سے بڑھے اور بڑی دوڑ
دھوپ کے بعد اہل بیت تک پہنچ گئے آپ نے دیکھا ایک سر جو حضور ﷺ کے سر
مبارک سے بہت زیادہ مشابہ ہے نیزہ پر چڑھا کر رکھا گیا ہے جسے دیکھ کر آپ رو
پڑے اہل بیت میں سے ایک نے پوچھا کہ ہم پر کیوں رو رہے ہو؟ حضرت سہل نے
پوچھا آپ کا نام کیا ہے؟ فرمایا میرا نام سکینہ بنت حسین ہے انہوں نے فرمایا اور میں

آپ کے نانا جان کا صحابی ہوں اگر میرے لائق کوئی خدمت ہو تو حکم فرمایئے حضرت
سکینہ نے فرمایا میرے والد کے سر انور کو سب سے آگے کرا دیجئے تا کہ لوگ ادھر متوجہ
ہو جائیں اور ہم اہل پردہ سے دور رہیں حضرت سہل نے چار سو درہم دے کر حضرت اما
م کے سر مبارک کو مستورات اہل پردہ سے دور کرا دیا۔

(تذکرہ صفحہ ۱۰۷، خطبات محرم صفحہ ۴۳۵)

فائدہ: اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ ایام محرم میں ڈھول باجے بجانا یزیدیوں کا
طریقہ ہے آپ کے محبین کے یہاں تو ڈھول باجوں کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔
البتہ امام کی شہادت کی خوشی میں یزیدیوں نے ڈھول بجایا تھا مگر اب امام عالی مقام کی
محبت کے جھوٹے دعویدار بجاتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں صحیح سمجھ عطا فرمائے اور یزیدیوں
کے طریقے پر عمل کرنے سے بچائے۔

تلاوت قرآن

مناسر الشہادتین صفحہ ۲۷۶ میں ہے ایک بزرگ کہتے ہیں میں نزدیک سر امام حسین کے
تھا اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ لب آپ کے ہل رہے ہیں کان لگایا تو سنا کہ آپ یہ آیت
تلاوت فرما رہے تھے وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ظالموں کے بدعمل سے
اللہ کو غافل گمان نہ کرنا۔

مناسر الشہادتین صفحہ ۲۸۰ میں ہے زید بن ارقم صحابی کہتے ہیں کہ جب سر جان کونین
امام حسین کا میرے دروازے پر آیا اس وقت میں گھر کی کھڑکی میں بیٹھا رو رہا تھا غم
حسین میں بے قرار ہو رہا تھا جب سر مبارک میرے قریب آیا تو میں نے سنا کہ سر امام

حسین نے اسی آیت کو پڑھا اَمۡ حَسِبۡتَ اَنَّ اَصۡحٰبَ الۡكَهۡفِ وَالرَّقِيۡمِ ۙ كَانُوۡا مِنۡ اٰيٰتِنَا عَجَبًا زید
بن ارقم کہتے ہیں کہ جس وقت میں نے یہ آیت مبارکہ اپنے کانوں سے سنی واللہ
میرے تمام بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور میں نے رو کر کہا یا ابن رسول اللہ در
حقیقت آپ کا قصہ اصحاب کہف کے قصے سے بہت ہی عجیب تر ہے اس واسطے کہ
اصحاب کہف کو تو فقط کافروں نے ستایا تھا اور آپ پر تو آپ کے نانا جان کے امتی
کہلانے والوں نے طرح طرح کے ستم ڈھائے اور سر مبارک کو نیزے پر چڑھا کر گلی
در گلی شہر بشہر پھرایا فی الحقیقت آپ کا یہ واقعہ اصحاب کہف کے واقعہ سے عجوبہ تر ہے یہ
بھی تاریخ کی کتابوں میں ہے کہ آپ کے سر اقدس سے یہ آواز آئی میرا قتل ہونا اور
نیزے پر چڑھایا جانا اصحاب کہف اور رقیم سے عجیب تر ہے۔

راقم الحروف فقیر نیر کا ذوق گواہی دیتا ہے کہ امام عالی مقام نے نیزے پر پورا قرآن
پڑھا مختلف لوگوں نے مختلف آیات کی تلاوت کی آواز سنی۔

عناصر الشہادتین صفحہ ۲۸۳ میں ہے جب حران میں پہنچے تو یحیٰی یہودی حرانی یہ دھوم
دھام اور نیزوں پر سرہائے شہدائے عالی مقام دیکھ کر گھبرایا اور اپنے گھر سے نکل کر
باہر استقبال کو آیا اور ان سروں کا نظارہ کرنے لگا ناگاہ اس کی نظر سر شبیر پر پڑ گئی دیکھا
کہ لب ہائے نازک مل رہے ہیں قریب جا کر کان لگایا تو صاف سنا کہ آپ یہ آیت
بآواز حزیں پڑھ رہے ہیں وَسَيَعۡلَمُ الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡۤا اَىَّ مُنۡقَلَبٍ يَّنۡقَلِبُوۡنَ یحیٰی کو بڑا تعجب ہوا اور
پوچھا یہ کس کا سر ہے لوگوں نے کہا فرزند نبی ﷺ کا یعنی حسین ابن علی کا پوچھا ان کی
مادر اور مہربان کا کیا نام تھا کہا فاطمہ زہرا بتول بنت رسول ﷺ پس یحیٰی یہودی نے کہا
کہ اگر دین ان کے نانا کا حق نہ ہوتا تو یہ سب کرامات ان کے سر اقدس سے ظاہر نہ

ہوتیں اور ہم ان باتوں پر باہر نہ ہوتے پس فوراً مسلمان ہو گیا اچھے اچھے کپڑے اور
ہزار درہم حضرت امام زین العابدین کو دیئے اشقیاء نے کہا کہ ارے دشمنان والی شام
کی طرف داری کرتا ہے یہاں سے دور ہو ورنہ تیرا سر اتار لیا جائے گا یحیٰی کا یہ کلام سنتے
ہی شراب شہادت کا نشہ چڑھ گیا فوراً شمشیر آبدار چمکا کے تکبیر کہتا ہوا یزیدیوں پر وار کیا
ایک حملے میں پانچ بدبخت فی النار کئے پھر یحیٰی نے اسی جگہ اشقیاء کے ہاتھ سے
شہادت پائی۔ (عناصر الشہادتین صفحہ ۲۸۳)

عناصر الشہادتین صفحہ ۲۸۳ میں ہے روضۃ الشہداء میں لکھا ہے کہ اس کے بعد حلب کے
پہاڑ کے نیچے قافلہ اترا اس پہاڑ پر ایک بستی بہت آباد تھی رعیت وہاں کی ہر طرح سے
فارغ البال اور دلشاد تھی اور سب کے سب یہودی تھے اور حریر بنتے تھے لوگ دور دور
سے وہاں آتے تھے اور ان کے بنے ہوئے کپڑے خرید کر لے جاتے تھے کوتوال وہاں
کا عزیر بن ہارون نام تھا آدمی نہایت صاحب اکرام تھا جب کچھ رات گزری تو
شیریں دائی حضرت شہر بانو کی ان کے پاس بیٹھا کر زار و قطار رونے لگیں حضرت امام
کے غم میں روز دن سے زیادہ بے قرار ہونے لگیں سبب اس کا یہ تھا کہ جب شہر بانو
مدینے میں تشریف لائیں تو ان کی خدمت میں سو لونڈیاں تھیں جس دن حضرت امام
حسین سے ان کا نکاح ہو پچاس لونڈیاں آزاد کر دیں پھر بروز ولادت حضرت امام
زین العابدین کے چالیس لونڈیاں آزاد کر دیں فقط دس لونڈیاں ان کے پاس رہ گئی
تھیں منجملہ ان کے شیریں بہت بہت خوش رو خوشخو تھیں ایک دن حضرت امام حسین نے
حضرت شہر بانو کے روبرو شیریں کی کچھ تعریف کی حضرت شہر بانو نے کہا کہ شیریں
آپ کی نذر ہے پس حضرت امام عالی مقام نے شیریں کو اسی دم براہ خدا آزاد کر دیا

پھر حضرت شہر بانو نے اسی دم گٹھڑی اپنے کپڑوں کی منگوائی اور شیریں کو خلعت نفیس قیمتی پہنایا امام عالی مقام نے فرمایا کہ تم نے بہت سی لونڈیاں آزاد کیں مگر کسی کو خلعت گرانمایہ پہنایا نہیں مجھے تعجب ہے بتاؤ اس کا کیا سبب ہے؟ حضرت شہر بانو نے فرمایا کہ اے شاہزادے وہ سب میری آزاد کی ہوئی ہیں اور شیریں آپ کی آزاد کی ہوئی ہے شیریں اور میری آزاد کی ہوئی لونڈیاں کے درمیان کچھ فرق ہونا چاہئے آپ بہت خوش ہوئے اور حضرت شہر بانو کو دعا دی مگر شیریں باوجود آزاد ہونے کے ملازمت شہر بانو کی چھوڑتی نہ تھیں دم بھر خدمت سے ان کی منہ موڑتی نہ تھیں پس اس رات شیریں نے دیکھا کہ حضرت شہر بانو نے کپڑے اپنے حسب حال نہیں پہنے ہیں پس شیریں کو وہ خلعت گرانمایہ جس کو حضرت شہر بانو شیریں کو امام عالی مقام کے سامنے پہنایا تھا یاد پڑ گیا امام حسین کی مصیبت اور حضرت شہر بانو کی بیکسی اور غربت پر رونے لگیں جی بگڑ گیا پھر شیریں نے حضرت شہر بانو سے کہا کہ حکم ہو تو اس بستی میں پہاڑ پر جاؤں اور اپنے زیور بیچ آپ کے واسطے کچھ کپڑے خرید لاؤں حضرت شہر بانو نے فرمایا تو جہاں جائے مختار ہے آزاد کردہ لونڈی پر ہمارا کیا اختیار ہے یہ رات گذری کہ شیریں نے اپنے کو پہاڑ پر پہنچایا پھر قلعہ کا پھاٹک بند اس کا حلقہ در ہلایا عزیر بن ہارون مذکور اس وقت خواب دیکھ کر قلعہ کے پھاٹک کے پاس شیریں کے انتظار میں کھڑا تھا اندر سے کہا کہ کون حلقہ در ہلاتا ہے؟ کیا شیریں آئی ہے؟ شیریں نے کہا ہاں کواڑ کھولو غرض عزیر شیریں کو اپنے گھر لائے اور بڑی تعظیم وتوقیر سے پیش آئے شیریں نے کہا مجھے بڑا تعجب ہے کہ تم نے میرا نام کیونکر جانا؟ عزیر نے کہا کہ ابھی میں نے حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو خواب میں دیکھا کہ رو رہے ہیں کسی کے غم میں بے تاب ہو

رہے ہیں آثار تعزیت کے ان پر پیدا ہیں۔ علامات مصیبت کے ان کے چہروں سے ہویدا یعنی (ظاہر) ہیں میں نے عرض کیا حضرت آپ کا کیا حال ہے کس کے واسطے آپ روتے ہیں فرمایا تجھے معلوم نہیں آہ اشقیاء نے محمد ﷺ کے نواسے امام حسین کو کربلا میں بے دردی سے پیاسا شہید کیا ہے اب سر ان کا اور اہل بیت کو کوفے سے یزید پلید کے پاس لئے جاتے ہیں ان ہی کے غم میں ہم لوگ رو رہے ہیں میں نے عرض کی کہ آپ لوگ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو پہچانتے ہیں اور ان کے دین کو حق جانتے ہیں فرمایا وہ نبی برحق ہیں خدا کے حبیب مطلق ہیں جو ان پر ایمان نہ لائے گا جہنم میں جائے گا سارے انبیاء اس سے بیزار ہیں اسی کے شفاعت سے دست بردار ہیں تب میں نے کہا ان کے نبی برحق ہونے کی کوئی علامت بتلایئے پس حضرت موسیٰ وہارون نے فرمایا کہ اٹھ قلعے کے پھاٹک کے پاس منتظر کھڑا رہ ایک آزاد شدہ لونڈی شیریں نام قلعے کے پھاٹک پر آئے گی اور حلقہ پھاٹک کا ہلائے گی پھر پہاڑ کے تلے حضرت حسین کے سر کے پاس جانا اور ہمارا بہت بہت سلام پہنچانا پھر تم ان کے سر اقدس سے ہمارے سلام کا جواب پاؤ گے اور مشرف بہ اسلام ہو جاؤ گے پھر شیریں سے تمہارا نکاح ہوگا پھر میں نیند سے چونک پڑا اور نعرہ الا اللہ مارا اور دوڑا ہوا پھاٹک پر آیا کہ تم نے پھاٹک کے باہر سے پکارا اس واسطے ہم نے جانا کہ تمہارا نام شیریں ہے یہ واقعہ سن کے شیریں فوراً وہاں سے لوٹ آئیں اور سب باتیں اہل بیت اطہار کو آ کر سنائیں اہل بیت یہ حال عجیب سن کے رونے لگے علی الصباح عزیر ہزار درہم لشکریان یزید کو دے کے اہل بیت کی خدمت میں آنے کی اجازت لے کے حضرت امام زین العابدین کے پاس آئے اور بہت سے کپڑے پیش کئے قیمت اور ہزار اشرفیاں نذرانہ

لائے اور امام زین العابدین کے ہاتھ اسلام کی بیعت کی اور صاحب ایمان مسلمان ہوگئے پھر جناب امام عالی مقام کے سر انور کے پاس آکر آنکھوں سے سیلاب خون بہا کر عرض کی کہ آپ کی خدمت میں یہودی سے مسلمان ہو رہا ہوں حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام کا سلام لایا ہوں امام پاک کے سر سے آواز آئی تجھ پر اور ان دونوں پر میری طرف سے سلام پہنچے اور فرمایا کہ اے عزیز قیامت کے دن تو میرے اہل بیت کے ساتھ محشور ہوگا پھر عزیز کا شیریں سے نکاح ہوا اور اس قلعے کے سارے یہودی مسلمان ہوئے۔

عجیب واقعہ:۔ ابوالحتوق کوفی کہتا ہے اثنا ءراہ کوفہ و شام میں واسطے نگہبانی سر ہائے شہدا کے رات بھر پچاس جوانان مسلح کا پہرا رہتا تھا ایک رات میری باری تھی سب پہرے دار سو گئے اور اس شب کو مجھے نیند نہیں آئی تھی اتنے میں آسمان سے ایک آواز عجیب آئی قریب تھا کہ آسمان و زمین پھٹ جاتے پھر میں نے دیکھا کہ ایک آدمی بڑے بڑے لمبے سفید نورانی کپڑے پہنے ہوئے آسمان سے نیچے آیا اور صندوق میں سے امام عالی مقام کے سر کو باہر لائے پھر رو رو کر ان کے منہ پر بوسے دینے لگے۔
میں نے قصد کیا کہ قبل اس کے کہ اور پہرے دار لوگ جاگیں سر امام عالی مقام کا ان سے لے کے صندوق میں بند کردوں گا کہ ناگاہ ایک شخص مجھ پر کڑکا کہ ہاں خبردار آگے مت جاؤ۔ یہ آدم علیہ السلام ہیں واسطے تعزیت فرزند حبیب خدا کے تشریف لائے ہیں۔ پھر دوسری آواز سنی کہ نوح علیہ السلام آئے ہیں پھر سنا کہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل و اسحٰق علیہم السلام تشریف لائے ہیں۔ آخر میں حبیب کبریا

سرور انبیاء محمد مصطفی ﷺ مع صحابہ کبار اور حیدر کرار اور امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حمزہ اور جعفر طیار کے وہاں جلوہ افروز ہوئے اور ایک ایک بزرگ اس سر کو اٹھا اٹھا کے تعظیم کرتے تھے اور آہ۔۔۔۔ دل پر درد سے بھرتے تھے پھر نور کی کرسی آئی اور حضور علیہ السلام نے اس پر نزول اجلال فرمایا اور سارے انبیاء اور صحابہ چاروں طرف آپ کے تھے پھر ایک فرشتہ آیا ایک ہاتھ میں ننگی تلوار برق غضب پروردگار اور دوسرے ہاتھ میں آگ کا گرز خونخوار۔ پھر اس فرشتے نے میرا ہاتھ پکڑا میں نے فریاد کی کہ یارسول اللہ ﷺ میں مسلمان ہوں۔ دوست دار اہل بیت ہوں یہ لوگ مجھے زبردستی سے اپنے ساتھ لئے جاتے ہیں اس فرشتے نے میرے منہ پر ایک طمانچہ مارا کہ میرا حال تباہ ہوگیا اور اس طرف کا منہ سیاہ ہوگیا پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس کو چھوڑ دو فرشتے نے مجھے چھوڑ دیا میں صبح تک بے ہوش پڑا رہا صبح کے وقت آنکھ کھلی تو دیکھا کہ سر حسین بدستور صندوق میں بند ہے اور ان پچاس پہرے داروں کا پتہ نہیں جابجا چاروں طرف صندوق کے راکھ کے تودے لگے ہیں راوی کہتا ہے کہ صبح کو شمر نے ابوالحتوق کو بلا کر پوچھا کہ تیرا منہ ایک طرف کا کالا کیوں ہوگیا ہے۔ ابوالحتوق نے سارا حال شب کا کہہ سنایا پھر ایک ایسی آہ کی کہ شکل اس کی بدل گئی زمین پر گرا جان نکل گئی لوگوں نے دیکھا کہ کلیجہ اس کا کٹ گیا تھا اور پتہ اس کا پھٹ گیا تھا لشکریان یزید یہ حال سن کر بہت گھبرائے اور وہاں سے آگے کو قدم بڑھائے۔

(عناصر الشہادتین)

دوسرا عجیب واقعہ:۔ ابوسعید دمشقی کہتا ہے کہ جب ہم لوگ لشکریان ابن زیاد کے

سر حسین رضی اللہ عنہ کو لئے ہوئے دمشق کے قریب پہنچے تو خبر مشہور ہوئی کہ مسیب خزاعی چاہتے ہیں کہ لشکر جمع کر کے سپاہ ابن زیاد پر چھاپہ ماریں سر اہل بیت اور شہداء کو چھین لے جائیں اور سپاہ شام کی گردنیں اتاریں یہ خبر سن کر سپاہ روسیاہ شام گھبرائی شام کے وقت ایک مقام پر اترے وہاں ایک بت خانہ بہت مستحکم تھا۔ سب کی رائے تھی کہ آج رات بھر اسی بت خانے کے آ کر باآواز بلند پکارا۔ ایک بوڑھے نے جو سردار اس بت خانے کا تھا بت خانے کی چھت پر چڑھ کے دیکھا کہ بہت سے سوار اور پیادے بت خانے کو گھیرے ہیں شمر نعرہ مار رہا ہے بدحواس ہو کر پکار رہا ہے آخر اس بوڑھے نے کہا کہ تم لوگ کون ہو کہاں سے آئے ہو کدھر جاتے ہو۔ شمر نے کہا ہم لوگ لشکریان ابن زیاد ہیں کوفے سے آئے ہیں دمشق میں یزید کے پاس جاتے ہیں۔ بوڑھے نے کہا دمشق میں کس کام کو جاتے ہو۔ شمر نے کہا کہ کربلا میں ایک شخص یزید سے باغی ہو گیا تھا ہم لوگ اس کو اور اس کے ہمراہیوں کو مارے سروں کو سب کے اتار کر نیزوں پر چڑھائے اور ان کے اہل بیت کو بے پردہ اسیر کر کے محملوں میں ان اونٹوں پر بٹھائے دمشق میں یزید کے پاس لئے جاتے ہیں۔ بوڑھے نے نیچے نگاہ کی تو دیکھا کہ نورانی سر اندھیرے میں چاند کی طرح چمک رہے ہیں چہروں پر نور برس رہا ہے پوچھا ان کے سردار کا کونسا سر ہے؟ شمر نے پتہ بتایا پس بوڑھا سر سرور کو دیکھ کر تھرایا۔ پھر کہا میرے بت خانہ کو تم کیوں گھیرے ہو کہا ہم نے سنا ہے کہ کچھ لوگ جمع ہو کر چاہتے ہیں کہ شب کو چھاپہ ماریں اور ان لوگوں کو ہم سے چھین لیں اور گردنوں کو ہماری اتاریں سو رات بھر تم ہم سب کو اس بت خانے میں پناہ دو پھاٹک کھولو۔ بوڑھے نے کہا تم لوگ بہت ہو اس چھوٹے سے بت خانے میں سب کی گنجائش نہیں ہوگی۔ سو تم

سرہائے شہدائے نامدار اور اسیران اہل بیت اطہار کو اندر بت خانے کے لاؤ اور تم بت خانہ کے اردگرد آگ جلاؤ اور رات بھر بیدار رہو سوؤ نہیں باغی اگر آئیں گے تو محروم پھر جائیں گے شمر نے کہا تم نے بہت اچھی بات کہی پس سر مبارک صندوق میں بند کر کے اپنے چند سواروں کو کہا کہ اس صندوق کو لے کر اس بت خانے میں لے جاؤ۔ وہاں رات بھر رہنا ہر طرح سے ہوشیار رہنا۔ مگر واقعہ ابوالخوق سے سب ڈرے ہوئے تھے کوئی بت خانے کے اندر رہنے پر راضی نہ ہوا اتنا کہا کہ اس صندوق کو لے کر اس بت خانے میں لا کے ایک مکان مضبوط میں دھر کے ایک بھاری قفل سے اس کو بند کر کے باہر چلے آئے پھر اس بوڑھے نے پردہ کر کے حضرت عابد اور اہل بیت اطہار کو کجاووں سے ایک مکان عالی شان میں اتارا اور نہایت تعظیم و توقیر سے پیش آیا۔

جب کسی قدر رات گزری اور سب لوگ سو گئے پس وہ بوڑھا اٹھ کر چاروں طرف اس گھر کے جس میں صندوق کے اندر سر امام عالی مقام کا تھا گھومنے لگا شوق دیدار میں سر امام کے حالت وجد میں آ کر جھومنے لگا چاہتا تھا کہ کسی طرح سر حسین رضی اللہ عنہ کو نزدیک سے دیکھ لے اور پیشانی نور پر چند بوسے دے ناگاہ کیا دیکھتا ہے کہ وہ گھر صندوق والا بغیر شمع و چراغ کے روشن ہے بوڑھا گھبرایا کہ یا اللہ یہ روشنی کہاں سے آئی ہے اتفاقاً اس گھر کے داہنے ایک دوسرا گھر تھا اور اس گھر میں جا کر اس روزن سے دیکھنے لگا کہ وہ روشنی دم بدم بڑھتی جاتی ہے یہاں تک کہ اس کے دیکھنے سے اب آنکھ خیرگی کرتی جاتی ہے۔ پھر چھت اس گھر کی پھٹ گئی اور ایک عماری زرنگار سے ایک بی بی صاحبہ بہت سی لونڈیوں کے ساتھ جن کو دنیا کی عورتوں سے کچھ مناسبت نہ تھی اتریں اور وہ لونڈیاں کہتی تھیں کہ ہٹو ہٹو سب کی ماں حضرت حوا آئی ہیں پھر اس طرح

سارہ اور ہاجرہ اور یوسف علیہ السلام کی ماں راحیل اور موسیٰ علیہ السلام کی بہن کلثوم اور آسیہ اور مریم آئیں اس کے بعد ایک عماری زرنگار آئی اس میں حضرت خدیجہ کبریٰ تشریف لائیں اور سب بیبیاں سر سرور کو صندوق سے نکال کر آہ سرد بھرتی تھیں اور رو رو کر زیارت کرتی تھیں ناگاہ یک عماری نورانی نظر آئی کسی نے اس بوڑھے کو للکارا کہ اس روزن سے مت دیکھ۔ سواری سیدہ زہرا رسول کی چوتھی صاحبزادی حسنین کی اماں بتول کی آئی فقیر بے ہوش ہو گیا جب ہوش میں آیا تو دیکھا کہ ایک پردہ آنکھوں کے آگے پڑا ہے کہ اس روزن سے کسی کو دیکھ نہیں سکتا اندر سے فقط اتنا سنتا تھا۔ السلام علیک اے مظلوم مادر اے غریب مغموم مادر نور عین بن اے فرزند حسین من غم مت کھا کل قیامت کے دن اس کا انصاف ہوگا تمہارے خون کے عوض تمہارے دشمنوں کا مطلع صاف اور تمہارے ۔۔۔۔۔۔ کا سارا گناہ معاف ہوگا۔ بوڑھا فقیر ان باتوں کو سن کے بے ہوش ہو گیا جب ہوش میں آیا تو ان عماریوں کا کچھ پتہ نہ پایا۔ پھر اپنے باطل دین سے منہ موڑا۔ پھر قفل اسی مکان اور صندوق کا کسی طور سے توڑے پھر صندوق کے چاروں طرف مرغ بسمل کی طرح لوٹنے لگا۔ سر سرور کو صندوق سے نکال کر مشک و گلاب سے دھو کے بڑی تعظیم سے مصلے پر دھر کے شمع کافوری روشن کر کے دو زانوں بیٹھ کر سر سرور کا نظارہ کرنے لگا اور رو رو کے کہنے لگا سرور دین خاتون جنت تمہاری زیارت کو آتی ہیں معلوم ہوتا ہے کہ آپ ان میں سے ہیں جن کا وصف میں نے تورات اور انجیل میں پڑھا ہے سو للہ مجھے اپنے حال پر حلال سے آگاہ کیجئے اور میری نجات کی بھی کوئی راہ کیجئے۔ پس خدا نے اپنی قدرت دکھائی اور سر حسین رضی اللہ عنہ سے آواز آئی کہ اے بوڑھے میں مظلوم ستم رسیدہ ہوں مسافر

مبتلائے مصائب عجیب ہوں میں شہید کربلا ہوں میں نور دیدۂ مصطفیٰ ہوں میں سرور سینہ مرتضیٰ ہوں جانِ کونین ہوں میں سیدنا حسین ہوں۔

بوڑھے فقیر نے یہ باتیں سن کے اپنے اے چیلوں کو بلایا اور سب کو یہ حال کہہ سنایا وہ بالاتفاق امام زین العابدین کے پاس آئے اور سب مسلمان ہو گئے پھر ہاتھ جوڑ کر کہنے لگے کہ حضور حکم دیجئے کہ ہم لوگ بت خانے کے باہر جا کر اشقیاء پر چھاپا ماریں ان کے سروں کو اتاریں آپ نے فرمایا کہ یہ سب اپنی سزا پائیں گے دوزخ میں جائیں گے پھر صبح ہوتے ہی اشقیاء نے سرہائے شہدائے ابرار و اہل بیت اطہار کو بت خانے سے باہر لا کر دمشق کی راہ لی۔

ایک بوڑھے کا واقعہ:۔ جب قافلہ شہر دمشق میں داخل ہو کے یزید پلید کے پاس جا پہنچے ایک جامع مسجد ملی صحن مسجد ایک بوڑھا بہت لمبی اور سفید داڑھی والا بغل میں قرآن شریف لئے ہاتھ میں تسبیح جبہ پہنے سر پر عمامہ باندھے ٹہل رہا تھا جب اس نے سرہائے شہدائے ابرار اور حضرت عابد بیمار کو دیکھا کہا خدا کا شکر ہے کہ اس نے تمہارے بڑوں کو ہلاک کیا اہل شام کو ان کے فتنے سے پاک کیا۔ حضرت امام زین العابدین نے فرمایا کہ اے بوڑھے تو نے قرآن پڑھا ہے؟ اس نے کہا قرآن کا حافظ ہوں آپ نے فرمایا تیری سمجھ کا خدا کا حافظ ہے۔ تو نے قرآن مجید میں یہ آیت پڑھی ہے قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى اللہ فرماتا ہے اے محبوب فرما دیں میں تم سے تبلیغ کی اجرت اپنے قربیٰ کی محبت کے بغیر اور کچھ نہیں مانگتا۔ سوائے بوڑھے رسول کے قریبی ہم ہی ہیں ہماری محبت سب مسلمانوں پر واجب ہے پھر پوچھا تو نے یہ آیۃ

پڑھی ہے إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا آپ نے
فرمایا اہل بیت نبوت کے ہم ہی لوگ ہیں کہ حق تعالیٰ نے ہم لوگوں کو گناہوں اور
طرح کے عیبوں سے پاک وصاف کیا۔ بوڑھا اس کلام کو سن کے آتش شرم وحیا سے
جل بھن کے سر جھکا کے رونے لگا اور کہنے لگا یا ابن رسول اللہ میری خطا معاف کیجئے
میں نے آپ لوگوں کو پہچانا نہ تھا پھر روبہ قبلہ ہو کر زاروزار رو کے کہنے لگا اے
خداوند! ان حضرات کی دشمنی سے میں بیزار ہوں آہ سرد بھر کے حضرت امام زین
العابدین کے اونٹ کے آگے خاک پر مرغ بسمل کی طرح لوٹنے لگا اور کہتا تھا خداوند
تیری جناب میں اگر توبہ قبول ہوئی ہے تو اس دم میری جان نکال لے۔ عذاب دارین
سے نجات دے پھر توبہ اور دعا اس کی مقبول ہوئی آخر ایک نعرہ مارا اسی دم جان نکل گئی
جنت کو سدھارا اہل بیت یہ حال دیکھ کر رونے لگے۔

دربار یزید:۔ عناصر الشہادتین صفحہ ۲۹۲ میں ہے کہ اس پلید نے پہلے اہل بیت اطہار کو
خاص ایک کمرے میں الگ نظروں سے محفوظ اتروائے اور اس کمرے کے درون پر
طرف سے پردے گروائے بعد اس کے سر ہائے شہداء کو منگایا۔ اب چند روایات
بحوالہ کتب درج کی جاتی ہیں اس کے بعد نتیجہ اخذ کیا جائے گا۔

ابن اثیر صفحہ ۳۴ جلد ۴، طبری صفحہ ۲۶۴ جلد ۶، البدایہ والنہایہ صفحہ ۱۹۱ جلد ۸ میں ہے
زحر بن قیس یزید کے پاس حاضر ہوا تو یزید نے پوچھا کیا خبر لائے ہو؟ زحر نے کہا امیر
المومنین آپ کو مبارک ہو اللہ نے آپ کو فتح ونصرت دی۔ حسین بن علی رضی اللہ
تعالی عنہما بمعہ ساتھیوں کے ہمارے مقابلہ میں آئے ہم نے ان سے کہا کہ

اطاعت اختیار کرو یا جنگ کے لئے تیار ہو جائیں۔ انہوں نے اطاعت سے انکار کر دیا
تو ہم نے صبح ہوتے ہی ان کو ہر طرف سے گھیر کر ان پر حملہ کر دیا۔ جب ہماری تلواریں
ان کے سروں تک پہنچ گئیں تو وہ بھاگنے لگے اور ان کے لئے کہیں جائے پناہ نہیں تھی تو
وہ ہم سے اپنی جانیں بچانے کے لئے اس طرح چھپتے پھرتے تھے جیسے کبوتر شاہین
سے چھپتے ہیں۔ امیر المومنین واللہ پس جتنی دیر ایک اونٹ کے ذبح کرنے میں لگتی ہے
اتنی دیر میں ہم نے ان کے سب آدمیوں کو قتل کر دیا اب ان کی لاشیں برہنہ ان کے
پیراہن اور ان کے رخسار خاک وخون میں آلودہ پڑے ہیں۔ آفتاب کی تپش ان کو
پگھلا رہی ہے ہوا ان پر خاک ڈال رہی ہے ایک سنسان بیابان میں عقاب وگدھیں
ان پر اتر رہی ہیں یہ سن کر یزید (منافقانہ طور پر) آبدیدہ ہو گیا اور منافقانہ طور پر کہا کہ
تمہاری اطاعت سے اس وقت خوش ہوتا جبکہ تم نے حسین رضی اللہ عنہ کو قتل نہ کیا ہوگا
خدا ابن سمیہ (ابن زیاد) پر لعنت کرے واللہ اگر میں ہوتا تو حسین کو معاف کر دیتا خدا
حسین پر رحم کرے زحر کو کوئی انعام نہ دیا۔

دوسری روایت:۔ ابن اثیر صفحہ ۳۵ جلد ۴ میں ہے۔ شمر ذی الجوشن اور محضر بن ثعلبہ
نے دروازے پر کھڑے ہو کر بآواز بلند کہا ہم امیر المومنین کی خدمت میں سب سے
زیادہ بے وقوف اور بدترین شخص کا سر لے کر آئے ہیں (معاذ اللہ) یزید نے یہ سن کر کہ
محضر کی بات نے اس سے زیادہ بے وقوف اور بدترین بیٹا نہیں جنا۔ لیکن وہ قاطع
اور ظالم ہے پھر وہ اندر داخل ہوئے اور سر انور کو یزید کے آگے رکھ کر سارا واقعہ کربلا
بیان کیا۔ یہ سارا واقعہ یزید کی بیوی ہند بنت عبداللہ بن عامر نے بھی سنا وہ چادر اوڑھ

کر باہر آئی یزید نے اپنی بیوی کو حسین پر ماتم کرنے کا حکم دیا سواس نے ماتم کیا۔ پہلا ماتم یزید کے گھر ہوا۔

پھر یزید نے دربار لگایا اور عوام وخواص کو اندر آنے کی اجازت دی۔ لوگ اندر داخل ہوئے سرانور یزید کے سامنے رکھا ہوا تھا اس کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی جس کو وہ آپ کے لب ودندان مبارک پر مارتا تھا اور کہتا تھا اب تو ان کی اور ہماری مثال ایسی ہے جیسا کہ حصین ابن الحمار نے کہا ہے: ترجمہ:۔

یعنی ہماری قوم نے تو انصاف کرنے سے انکار کرنا تھا پس ان تلواروں نے انصاف کر دیا جو ہمارے داہنیں ہاتھ میں تھیں جن سے خون ٹپکتا ہے وہ ایسے لوگوں کی کھوپڑیاں توڑتی ہیں جو ہم پر غالب تھے اور وہ نہایت نافرمان اور ظالم تھے۔

ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے یزید تو اپنی چھڑی حضرت امام پاک کے دانتوں پر اس جگہ مار رہا ہے جس جگہ کو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ چوسا کرتے تھے بیشک اے یزید کل قیامت کے دن جب تو آئے گا تو تیرا شفیع ابن زیاد ہوگا اور یہ حسین آئیں گے تو ان کے شفیع حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہوں گے۔ یہ کہہ کر وہ وہاں سے چلے گئے یزید پلید نے امام پاک کے سرانور سے مخاطب ہو کر کہا اے حسین خدا کی قسم اگر میں تمہارے ساتھ ہوتا تو تمہیں قتل نہ کرتا پھر یزید نے حاضرین سے کہا کیا تم جانتے ہو کہ ان کا یہ انجام کیوں ہوا؟ اس لئے کہ یہ کہتے تھے کہ ان کے باپ علی رضی اللہ عنہ میرے باپ معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کی ماں فاطمہ رضی اللہ عنہا میری ماں سے اور ان کے جد امجد محمد رسول اللہ ﷺ میرے جد سے بہتر تھے۔ لہٰذا خلافت کے مجھ سے زیادہ مستحق تھے۔ ان کے اس قول کا جواب کہ ان کے باپ سے

بہتر تھے یہ ہے کہ ان کے باپ اور میرے باپ نے خدا سے محاکمہ چاہا اور لوگ جانتے ہیں کہ خدا نے کس کے حق میں فیصلہ دیا ان کا یہ کہنا کہ ان کی ماں میری ماں سے بہتر تھیں تو مجھے میری ماں کی قسم بلاشبہ وہ میری ماں سے بہتر تھیں اور ان کا یہ قول کہ ان کے جد امجد رسول اللہ ﷺ میرے دادا سے بہتر تھے تو میں اپنی جان کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ کوئی مسلمان جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے کہ وہ ہم سے کسی کو بھی رسول اللہ ﷺ کے برابر اور ہمسر نہیں ٹھہرائے گا۔ لیکن ان پر جو یہ مصیبت آئی وہ ان کے نہ سمجھنے کی وجہ سے آئی پھر یہ آیت پڑھی قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

اس کے بعد اسیران اہل بیت باپردہ اس کے سامنے پیش کیے گئے حضرت امام پاک کا سرانور اس کے سامنے ہی رکھا ہوا تھا جب امام پاک کی بیٹیوں نے سرانور کو دیکھا تو ان کی آہیں نکل گئیں۔ (ابن اثیر صفحہ ۳۵ جلد ۴)

تیسری روایت:۔ صواعق محرقہ صفحہ ۲۱۸ میں ہے جب سرانور یزید پلید کے پاس لا کر اس کے آگے رکھا گیا تو وہ خوش ہوا اس نے اہل شام کو جمع کیا اس کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی اس سے سرانور کو الٹ پلٹ کرتا تھا اور ابن ـــــ کے اشعار پڑھتا تھا جن کا ترجمہ یہ ہے: اے کاش! آج میرے بزرگ جو غزوہ بدر میں مارے گئے تھے (ابوجہل وغیرہ) زندہ موجود ہوتے تو دیکھتے کہ بیشک میں نے ان سے دوگنے ان کے اشراف کو قتل کر کے بدلہ لیا اور معاملہ برابر برابر کر دیا۔

(صواعق المحرقہ صفحہ ۲۱۸۔ البدایہ والنہایہ صفحہ ۱۹۲ جلد ہشتم، ابن عساکر)

علامہ ابن حجر مکی اور شعبی نے فرمایا: یزید نے دو شعر اس میں اور بڑھائے جو یزید کے صریح کفر پر مشتمل ہیں جن کا ترجمہ یہ ہے: بنی ہاشم ملک سے کھیلتے رہے تو نہ کوئی آسمانی خبر ان کے پاس آئی اور نہ کوئی وحی نازل ہوئی۔ (معاذ اللہ) میں عتبہ کی اولاد سے نہ ہوتا اگر میں اولادِ احمد ﷺ سے اس کا بدلہ نہ لیتا جو کچھ انہوں نے کیا تھا۔

(صواعق محرقہ صفحہ ۱۹۸)

فائدہ: اس روایت سے ثابت ہوا کہ یزید پلید مطلقاً کافر تھا۔ (نیر مجددی)

چوتھی روایت:۔ جب یزید کے سامنے حضرت امام پاک اور ان کے اہل بیت وانصار کے سر رکھے گئے تو اس نے حصین ابن الحمام کے دو شعر پڑھے جن کا ترجمہ دوسری روایت میں لکھا جا چکا ہے۔ تو اس وقت مروان کا بھائی یحیٰ بن حکم یزید کے پاس موجود تھا اس نے دو شعر کہے جن کا ترجمہ یہ ہے: وہ لشکر جو زمین طف کے پہلو میں قتل کیا گیا ہے وہ زیادہ قرابت دار ہیں ابن زیاد جیسے کمینہ غلام اور کھوٹے نسب والے سے سمیہ کی نسل تو سنگ ریزوں کی تعداد سے بھی زیادہ ہوگئی لیکن آل مصطفیٰ ﷺ میں سے آج کوئی باقی نہیں رہا۔ یزید نے یہ سن کر یحیٰ بن حکم کے سینہ پر ہاتھ مارا اور کہا خاموش

(طبری صفحہ ۲۶۵ جلد ۶، البدایہ والنہایہ صفحہ ۱۹۲ جلد ۸، ابن اثیر صفحہ ۳۷ جلد ۴)

راقم الحروف نیر مروان کے بھائی یحیٰ کی بکواس کے جواب میں کہتا ہے اس وقت سمیہ وابن زیاد کی نسل کا نام ونشان تک مٹ گیا ہے آل مصطفیٰ ﷺ دنیا بھر میں ہر جگہ موجود ہے خدا کا وعدہ سچا ہے۔ إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ کوثر کا ایک معنی اولاد رسول بھی ہے پھر یزید کے سامنے امام العابدین خواتین باپردہ اور اطفال اہل بیت کو بحالت اسیری

اور سالی پیش کیا گیا یزید نے امام زین العابدین سے پوچھا تم سے کیا سلوک کیا جائے؟ آپ نے فرمایا اگر اس طرح ہم حضور علیہ السلام اپنے نانا جان کے سامنے پیش ہوتے تو حضور ہم سے کیا سلوک کرتے۔ یزید نے حکم دیا کہ ان کی زنجیریں کھول دو۔ سیدہ زینب نے پردے کی حالت میں فرمایا: تو میرے نانا کے امتی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور میرے ہی نانا کا کلمہ پڑھتا ہے میرے جد امجد اور میرے باپ اور میرے بھائی کے دین ہی سے تو نے اور تیرے باپ دادا نے ہدایت پائی ہے یزید نے کہا او دشمن خدا تو جھوٹ بکتی ہے سیدہ نے فرمایا تو اپنی ظالمانہ بادشی کی وجہ سے ناحق بکتی اور بدزبانی کرتا ہے یزید اس پر شرما کر خاموش ہوگیا۔

(ابن اثیر صفحہ ۳۵ جلد ۴، طبری صفحہ ۲۹۵ جلد ۶

البدایہ والنہایہ صفحہ ۱۹۴ جلد ۸، تہذیب التہذیب صفحہ ۳۵۳ جلد ۲)

فائدہ: راقم الحروف نیر کہتا ہے یزید پلید کا یہ قول اس کے صریح کفر پر دلالت کرتا ہے امام احمد بن حنبل نے یزید کی اس بکواس کی وجہ سے اس پر کفر کا فتویٰ دیا ہے۔

پانچویں روایت:۔ جب حضرت امام کا سر انور یزید کے پاس پہنچا تو وہ خوش ہوا اور اس کے نزدیک ابن زیاد کی قدر ومنزل بہت بڑھ گئی اس لئے اس کو انعام واکرام سے نوازا مگر تھوڑے ہی عرصے کے بعد وہ نادم ہوا کیونکہ اس کو معلوم ہوگیا کہ لوگوں کے دلوں میں میرا بغض اور عداوت پیدا ہوگئی ہے اور لوگ مجھے لعن طعن اور سب وشتم کرنے لگے ہیں پھر وہ ابن زیادہ کو گالیاں دینے لگا خدا کی لعنت ہو ابن مرجانہ پر اس نے حسین کو قتل کر کے مسلمانوں کے دلوں میں میرے بغض وعداوت کا بیج بو دیا اور

ہر نیک و بد آدمی قتل حسین کی وجہ سے میرا دشمن بن گیا۔ خدا ابن زیاد پر لعنت کرے اور اس پر اپنا غضب نازل کرے۔ (ابن اثیر صفحہ ۳۶ جلد ۴)

جب ابن زیاد نے حضرت امام حسین کو بمعہ ان کے رفقاء کے قتل کر دیا تھا اور ان کے سروں کو یزید کے پاس بھیجا تو یزید امام کے قتل سے اولاً تو خوش ہوا اور اس کی وجہ سے ابن زیاد کی قدر و منزلت ان کے نزدیک زیادہ ہو گئی مگر وہ اس خوشی پر زیادہ دیر تک قائم نہ رہا حتیٰ کہ پھر نادم ہوا۔ (البدایہ والنہایہ صفحہ ۲۳۲ جلد ۸)

بیشک یزید نے ابن زیاد پر اس کے فعل کی وجہ سے لعنت تو کی اور اس کو برا بھلا بھی کہا اس وجہ سے کہ کہ آئندہ جب حقیقت ظاہر ہو گی اور بات کھلے گی تو پھر کیا ہو گا۔ لیکن نہ اس نے ابن زیاد کو اس ناپاک حرکت پر معزول کیا اور نہ بعد میں اسے کچھ کہا اور کسی کو بھیج کر اس کا یہ شرمناک عیب اس کو جتایا۔ یعنی کوئی ملامت نہ کی۔

(البدایہ والنہایہ صفحہ ۲۰۳ جلد ۸)

نتیجہ:۔ ان روایات میں ادنیٰ سا غور کرنے سے جو نتیجہ سامنے آتا ہے وہ یہ ہے کہ بلاشبہ یزید نے ابن زیاد پر لعنت اور سب و شتم کیا اور قتل امام پر اظہار افسوس بھی کیا لیکن اس وجہ سے نہیں کہ اس کے نزدیک قتل امام ناجائز اور بہت بڑا ظلم تھا ورنہ اس پر لازم تھا کہ ابن زیاد اور قاتلان حسین سے مواخذہ کرتا اور ان کو اس ظلم کی سزا دیتا جب کہ اس نے ابن زیاد کو انعام و اکرام سے نوازا۔ اس کے اظہار افسوس کی وجہ یہ تھی کہ وہ سمجھتا تھا کہ امام اور اہل بیت نبوت کے دیگر افراد کے ناحق قتل اور ان پر ظلم و ستم کا بدترین سیاہ داغ جو میری پیشانی پر لگ چکا ہے وہ کبھی زائل نہ ہو گا اور دنیائے اسلام قیامت تک مجھے ملامت کرتی رہے گی چنانچہ اس نے اپنی رسوائی کے خطرات کے

پیش نظر صرف زبانی لعنت وغیرہ بھیجی اور ندامت و افسوس کا اظہار بھی کر دیا جس کو رسمی یا سیاسی لعنت و ندامت کہنا چاہیے۔

حقیقت یہی ہے اور روایات معتبرہ سے بھی یہی ثابت ہے کہ یزید پلید کا دامن کسی طرح بھی اس ظلم عظیم سے بری نہیں ہے اس واقعہ ہائلہ کا وہ محرک اور اس میں برابر کا شریک اور پورا ذمہ دار ہے۔ نیز شہادت کے بعد واقعہ حرہ کی لرزہ خیز داستان نے اس بدبخت کی بدبختی اور سیاہ بختی کا پردہ مزید چاک کر کے اس کی خباثت کو بے نقاب کر دیا۔ (شام کربلا صفحہ ۲۳۱)

یزید کے حامیوں کا اعتراض:۔ ابن تیمیہ کے حوالہ سے یزیدیوں نے یزید کا چھڑی سے امام پاک کے دندان مبارک کو ٹھونکا دینا بالکل غلط اور جھوٹ بتایا ہے اور لکھا ہے کہ یہ واقعہ ابن زیاد کا ہے غلط فہم راویوں نے اس کو یزید کی طرف منسوب کر دیا ہے۔

جواب:۔ اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ علامہ ابن کثیر جو خود مخالفین کے نزدیک نہایت معتبر، ثقہ، محدث، مفسر اور مورخ ہیں اور معترضین کے پیشوا ابن تیمیہ کے شاگرد ہیں انہوں نے اس بارے میں تین روایتیں نقل کی ہیں۔

ا:۔ البدایہ والنہایہ صفحہ ۱۹۲ جلد ۸ میں لکھتے ہیں جب حضرت حسین کا سر اقدس یزید بن معاویہ کے آگے رکھا گیا تو اس کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی جس سے وہ آپ کے سامنے دانتوں میں ٹھونکا دیتا تھا پھر اس نے کہا بیشک اس کی اور ہماری مثال ایسی ہے جیسا کہ حصین ابن الحمام المری نے کہا کہ ہماری تلواریں ایسے لوگوں کی کھوپڑیاں توڑتی

ہیں جو ہم پر غالب تھے اور وہ نہایت نافرمان اور ظالم تھے۔ حضرت ابو برزہ اسلمی (صحابی) نے فرمایا خدا کی قسم تو اپنی چھڑی ایسی جگہ پر مار رہا ہے جس جگہ کو میں نے رسول اللہ ﷺ کو چومتے ہوئے دیکھا ہے پھر فرمایا آگاہ ہو جا قیامت کے دن یہ حسین آئیں گے تو ان کے شفیع حضرت محمد ﷺ ہوں گے اور تو آئے گا تو تیرا شفیع ابن زیاد ہوگا۔ پھر وہ کھڑے ہوئے اور وہاں سے چلے گئے۔

۲:۔ اسی روایت کو انہوں نے دوسری سند سے حضرت جعفر سے روایت کیا ہے:

۳:۔ اور اسی روایت کو انہوں نے تیسری سند سے حضرت حسن بصری سے روایت کیا ہے یہی روایت تاریخ طبری صفحہ ۲۶۷ جلد ۶ اور ابن اثیر صفحہ ۳۵ جلد ۴ اور صواعق محرقہ صفحہ ۹۷ میں بھی ہے۔

فائدہ: یاد رہے کہ ابن زیاد نے جب لکڑی دندان مبارک پر ماری تھی اس وقت وہاں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ موجود تھے جنہوں نے ابن زیاد کو اس فعل شنیع سے منع فرمایا۔ لیکن یزید نے جب یہ ناپاک حرکت کی تو اس کو خطاب کرنے والے حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ تھے۔ صواعق محرقہ صفحہ ۱۹۷، سعادۃ الکونین صفحہ ۱۲۷ میں ہے امام ابن حجر مکی روایت نقل فرماتے ہیں اور جب یزید نے حضرت امام حسین کے سر مبارک کے ساتھ بے ادبی کی جیسا کہ گزرا تو اس وقت یزید کے پاس قیصر روم کا سفیر بھی موجود تھا اس نے متعجب ہو کر کہا کہ ہمارے ہاں ایک جزیرہ کے گرجہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کھر کا نشان ابھی تک محفوظ ہے سو ہم ہر سال ہدیے نذرانے اور تحفے لے کر زیارت کو جاتے ہیں اور اس کی اس طرح تعظیم کرتے ہیں جس طرح تم لوگ اپنے کعبہ کی تعظیم کرتے ہو۔ بلاشبہ تم لوگ جھوٹے ہو اور بے

دودہ ہو۔ اسی طرح اس وقت وہاں ایک ذمی (یہودی) بھی موجود تھا اس نے کہا میرے اور داؤد علیہ السلام کے درمیان ستر پشتیں گزر چکی ہیں۔ (یعنی میں ان کی اولاد میں سے ہوں) لیکن اب تک یہودی میری تعظیم اور میرا احترام کرتے ہیں اور تم نے اپنے نبی کے فرزند کو کس طرح بے دریغ قتل کر دیا اس کے بعد یزید پلید نے حکم دیا کہ سروں کو تین روز تک دمشق میں پھراؤ اور شہر کے دروازوں پر لٹکاؤ چنانچہ منہال بن عمرو فرماتے ہیں خدا کی قسم جب امام حسین کے سر کو نیزے کے اوپر چڑھائے گلیوں بازاروں میں پھرایا جا رہا تھا تو میں اس وقت دمشق میں تھا میں نے بچشم خود دیکھا کہ سر مبارک کے سامنے ایک شخص سورۃ کہف پڑھ رہا تھا جب وہ اس آیت پر پہنچا

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا تو اللہ تعالیٰ نے سر مبارک کو گویائی دی اس نے بزبان فصیح کہا اصحاب کہف کے واقعہ سے میرا قتل اور میرے سر کو لئے پھرنا عجیب تر ہے۔

(شرح الصدور صفحہ ۸۸، سر الشہادتین صفحہ ۳۵، نور الابصار صفحہ ۱۳۹)

بیشک حضرت امام کے سر انور کا جسم سے جدا ہونے کے کافی عرصہ بعد بولنا اس واقعہ سے عجیب تر ہے۔

علامہ حافظ امام ابی الخطاب ابن دحیہ نقل فرماتے ہیں کہ جب یزید پلید نے حضرت امام حسین کا سر انور دمشق میں لٹکوایا تو حضرت خالد بن غفراء کہ افاضل تابعین میں سے تھے انہوں نے اپنے آپ کو چھپا لیا اور ایک ماہ تک باہر نہ نکلے ایک ماہ کے بعد جب باہر نکلے تو لوگوں نے ان سے اس عزلت کا سبب پوچھا انہوں نے فرمایا دیکھتے نہیں ہو یہ کیسا دور ہے پھر انہوں نے چند اشعار پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے:

اے محمد علیہ السلام کی پاک بیٹی کے پاک فرزند آہ یہ لوگ تمہارے سرانور کو خون آلودہ لائے اے نواسہ رسول ﷺ انہوں نے آپ کو قتل کر کے گویا اعلانیہ طور پر رسول اللہ ﷺ کو قتل کیا ان ظالموں نے آپ کو سخت پیاس کی حالت میں قتل کیا اور یہ تدبر نہیں کیا کہ آپ کے قتل سے قرآن اور اس کے علوم جاتے رہیں گے۔ یہ بدبخت آپ کو قتل کرکے فخر وغرور میں مبتلا ہیں حالانکہ انہوں نے آپ کے ساتھ تکبیر تسلیل کا خاتمہ کردیا یعنی سرمایہ اسلام ختم ہوگیا۔

(مرج البحرین فی فوائد المشرقین والمغربین، البدایہ والنہایہ صفحہ ۱۹۸ جلد ۸ مختصراً)

پہلا ماتم یزید کے گھر ہوا

اس کے بعد یزید کے حکم سے پہلے تو ان ستم رسیدہ افراد کو ایک الگ مکان میں رکھا گیا بعد میں یزید نے اہل بیت کی عورتوں کو خاص اپنے گھر میں بلالیا اور اپنے گھر کی عورتوں سے کہا کہ ان سے افسوس اور اظہار ہمدردی کرو چنانچہ جب اہل بیت کی بیبیاں نہایت ابتر حالت میں یزید کے گھر آئیں تو یزید کے گھرانے کی کوئی عورت ایسی نہ تھی جو ان سے ملنے نہ آئی ہو اور اس نے ان کی حالت زار پر ماتم نہ کیا ہو چنانچہ تین دن تک یزید کے گھر میں نوحہ اور ماتم بپا رہا۔ (شام کربلا صفحہ ۲۳۵)

یزید کی ندامت

کوئی شامی وحشیوں نے اہل بیت اطہار کا سب ساز وسامان لوٹ لیا تھا مگر پردے کی چادریں محفوظ رہیں اور ابن سعد کے حکم کے باوجود کسی نے کوئی چیز بھی واپس نہ کی یزید نے فرط ندامت اور ہر طرف سے لعن طعن اور نفرت کی وجہ سے اس کی پوری پوری تلافی

کی اور تمام عورتوں کا جس قدر مال ومتاع لوٹ لیا تھا اس سے دوگنا بہ صد اصرار دیا۔

یزید کے اس سلوک پر حضرت سکینہ بنت حسین کہا کرتی تھیں: میں نے کسی کافر کو یزید (کافر) سے بہتر نہیں دیکھا یزید صبح شام کھانے کے وقت حضرت زین العابدین کو بلالیا کرتا تھا ان کے ساتھ عمرو بن حسین بھی تھے جو بہت کم سن تھے یزید نے کہا اے عمرو بن حسین تم میرے بیٹے خالد سے لڑو گے؟ ابن حسین نے کہا یوں نہیں ہاں ایک چھری مجھے دے اور ایک چھری اس کو دے دو پھر میں اس سے لڑوں گا۔ یزید نے اس کو پکڑ کر اپنے ساتھ چمٹا لیا اور بکواس کی آخر طینت کیسے بدل سکتی ہے سانپ کا بچہ سپولیے کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے۔ (ابن اثیر صفحہ ۳۳۶ جلد ۴، طبری صفحہ ۲۶۵ جلد ۶)

اہل بیت کی مدینہ منورہ واپسی

پھر یزید پلید نے اہل بیت رسول ﷺ کو مدینہ منورہ بھجوانے سے پہلے حضرت امام زین العابدین کو بلایا اور (منافقانہ طور پر) کہا خدا ابن زیاد پر لعنت کرے واللہ اگر میں ہوتا تو حسین رضی اللہ عنہ کو قتل نہ ہونے دیتا جو کچھ وہ کہتے میں مان لیتا۔ خواہ اس میں میرا نقصان ہی ہوتا لیکن خدا کو یہ منظور تھا جو تم نے دیکھا بہرحال تمہیں کسی قسم کی ضرورت پیش آئے تو مجھے لکھ دینا۔ پھر یزید پلید نے حضرت نعمان بن بشیر کو بلا کر کہا کہ ان کو ضروری سامان سفر اور شریف قسم کے حفاظتی دستہ کے ساتھ بحفاظت تمام مدینہ منورہ پہنچادو۔ انہوں نے اس خدمت کو بہ طیب خاطر قبول کیا اور بڑے ادب واحترام اور انتہائی آرام کے ساتھ مدینہ پہنچایا۔ مخدرات اہل بیت کے پاکیزہ قلوب ان کے اس شریفانہ سلوک اور حسن خدمت سے بہت متاثر ہوئے اور چاہا کہ حسن سلوک کا ان

کو کچھ صلہ دیا جائے چنانچہ حضرت زینب اور حضرت فاطمہ نے سونے کے دو زیورات جوان کو یزید نے ان کے زیوارت کے بدلے میں دیئے تھے ان کے پاس بھیجے اور زبانی کہلا بھیجا کہ اس وقت ہم معذور ہیں ہمارے پاس ان کے سوا اور کچھ نہیں تمہارے حسن سلوک کا شکرانہ اور صلہ ہے۔ اس کو قبول کرلو۔ حضرت نعمان بن بشیر نے زیورات ان کو واپس کر دیئے اور کہا خدا کی قسم ہم نے دنیاوی منفعت کے لئے خدمت نہیں کی بلکہ خدا کی خوشنودی حاصل کرنے اور تمہارے رسول اللہ ﷺ سے قرابت کی وجہ سے کی ہے۔ (طبری صفحہ ۲۶۶، جلد ۶، ابن اثیر صفحہ ۳۶ جلد ۴)

کربلا سے گزر:۔ علامہ اسحاق اسفرائینی اپنی کتاب نور العین فی شہد الحسین میں لکھتے ہیں کہ جب قافلہ دمشق سے مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہوا تو راستہ میں اہل بیت رسول نے حضرت نعمان سے کہا کہ ہماری آرزو ہے کہ ہمیں براستہ کربلا لے چلیں تاکہ ہم دیکھیں کہ ہمارے عزیزوں کی لاشیں اسی طرح بے گوروکفن پڑی ہیں یا کسی نے دفن کر دیں۔ انہوں نے یہ بات مان لی۔ چنانچہ یہ قافلہ ماہ صفر کی ۲۰ کو کربلا پہنچا اس دن حضرت امام کی شہادت کو چالیس روز گزر چکے تھے جب ان بیبیوں نے پھر اسی مقام کو دیکھا جہاں ان کو پانی کی ایک ایک بوند کے لئے ترسایا گیا تھا جہاں ماں زہرا کو اجاڑا گیا تھا جہاں گلشن رسالت کے لہلاتے ہوئے پھولوں کو تیروں سے چھلنی کیا گیا تھا جہاں راکب دوش رسول اللہ ﷺ کو زخموں سے چور چور کر کے گھوڑے سے گرا کر خاک و خون میں تڑپایا گیا تھا فرزند رسول کے مقدس جسم کو گھوڑوں کے ٹاپوں سے پامال کیا گیا تھا ایک ایک کر کے وہ جاں گسل اور روح فرسا مناظر آنکھوں کے سامنے

آ گئے بے اختیار سب کی ہچکیاں بندھ گئیں سیدہ زینب فرما رہی تھیں یہاں ہمارے خیمے تھے یہاں ہمارے جانور باندھے گئے تھے یہاں ہمارے اونٹوں کے کجاوے رکھے گئے تھے پھر بھرائی ہوئی آواز میں فرمایا یہاں بھائی عباس کے پچھے لیٹے تھے یہاں میرا علی اکبر خاک و خون میں آلودہ ہو گیا تھا یہاں میرا ننھا علی اصغر میرا قسم میرے عون و محمد کے بے سر جسم پڑے تھے اور پھر اپنے پیارے بھائی سیدنا امام حسین کا نام لیتے ہی آنکھوں سے ساون کی جھڑی لگ گئی۔ امام کی قبر انور پر اپنا منہ رکھ کے سیدہ نے سلام کیا اور اس درد سے روئیں کہ روتے روتے بے حال ہو گئیں سب قافلے والوں کے رونے سے ایک قیامت قائم ہو گئی تھی۔ بیبیوں نے اپنے عزیزوں اور سید الشہداء کی قبروں پر جن الفاظ میں اپنے قلبی جذبات کا اظہار کیا ہوگا ہو کون بیان کرسکتا ہے ایک رات ان سب نے وہاں فاتحہ خوانی اور ذکر و تلاوت میں گزاری بوقت رخصت سیدہ زینب ایک بار پھر اپنے بھائی کی مزار پر آئیں اور سلام و دعا پڑھا۔

تذکروں میں لکھا ہے کہ کربلا کے قرب و جوار سے بہت سے لوگ ہیں صفر کو مرقد امام پر جمع تھے کیونکہ چہلم کی فاتحہ کا موقعہ تھا ان لوگوں نے وہاں حلیم کی مثل کھانا تیار کر کے سب کو کھلایا اور اہل بیت رسول سے اپنی عقیدت کا اظہار کیا۔

مدینہ منورہ میں واقعہ ہائلہ کربلا کی خبریں پہنچ چکی تھیں اور جب یہ ستم رسیدہ قافلہ شہر میں داخل ہوا تو اس قافلہ کو دیکھنے کے لئے تمام اہل مدینہ اور بالخصوص ام المومنین ام سلمہ اور امام عالی مقام کے بھائی محمد بن حنفیہ اپنے گھروں سے نکل پڑے۔ حضرت ام لقمان بنت عقیل بن ابی طالب اپنے خاندان کی عورتوں کے ساتھ روتی ہوئی نکلیں اور کہتی تھیں لوگو! کیا جواب دو گے جب حضور علیہ السلام تم سے پوچھیں گے کہ تم نے

نبی آخر الزماں ﷺ کی آخری امت ہو کر میری عترت اور میرے اہل بیت کے ساتھ میرے بعد کیا سلوک کیا ان میں سے کچھ قیدی بنائے اور کچھ خاک و خون میں تڑپائے۔ کیا میرے وعظ و نصیحت کی یہی جزا تھی کہ میری قرابت کے ساتھ برائی کرو۔

(البدایہ والنہایہ صفحہ ۱۹۸ جلد ۸، تاریخ طبری صفحہ ۲۶۸ جلد ۶، نور الابصار صفحہ ۲۰۲)

ام المومنین حضرت ام سلمہ نے فرمایا جن لوگوں نے اولاد رسول ﷺ کے ساتھ ایسا سلوک کیا ہے اللہ تعالیٰ ان پر لعنت کرے اور ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے۔ ام المومنین ام سلمہ، سیدہ زینب اور دوسری عورتوں سے مل کر اس قدر روئیں کہ بے ہوش ہوگئیں سب نے گھروں میں جانے کو کہا۔ سیدنا زین العابدین نے فرمایا بابا جان کی وصیت تھی کہ جب کبھی مدینہ پہنچو سب سے پہلے نانا جان کے روضہ اقدس پر جانا۔ چنانچہ یہ قافلہ سیدھا روضہ رسول ﷺ پر حاضر ہوا۔ حضرت زین العابدین جو ابھی تک خاموش تھے اور صبر و رضا کا پیکر بنے ہوئے تھے جونہی ان کی نظر مزار مقدس پر پڑی اور ابھی اتنا ہی کہا تھا نانا جان اپنے نواسے حسین کا سلام قبول کیجئے کہ وہ بے خود ہوگئے اور وہ اس درد کے ساتھ روئے اور آنکھوں دیکھے حالات بیان کرنے شروع کئے کہ قیامت قائم ہوگئی انہوں نے کہا نانا جان جسے کندھوں پر بٹھاتے تھے جسے پھولوں کی طرح سونگھتے تھے جس بوسے دیتے تھے ظالم یزیدیوں نے اسے تلواروں، نیزوں اور تیروں سے چھلنی کیا اس کا سر جسم سے جدا کیا نانا جان آپ کے نام نہاد امتیوں نے آپ کی اولاد کو انتہائی بے کسی کی حالت میں بھوکا پیاسا شہید کیا ہمارا مال اسباب سب لوٹ لیا۔ مجھے بھی قتل کرنے کی کوشش کی تاکہ آپ کی نسل منقطع ہو جائے میرے ہاتھوں پیروں اور گردن میں طوق ڈالے۔ شہداء کے سروں کو نیزوں کے اوپر

چڑھا کر گلی کوچوں میں پھرایا۔ ہمیں ابن مرجانہ اور یزید کے سامنے بھرے دربار میں کھڑا کیا۔ آپ کی آل کی سخت ہتک اور تذلیل کی گئی۔ ہم بے یار و مددگار شکستہ غم زدہ حالت میں سب کچھ لٹا کے آئے ہیں وہاں سے یہ لوگ خاتون جنت چوتھی دختر رسول مادر حسین سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی قبر اطہر پر جنت البقیع شریف میں گئے اور وہاں بھی حال غم کہا پھر یہ لوگ اپنے گھروں میں آئے۔ عبدالملک بن ابی الحارث السلمی کہتا ہے کہ خدا کی قسم میں نے ہرگز ایسا رونا (آنکھوں سے آنسو بہانا) نہیں سنا جیسا اس دن بنی ہاشم کی عورتیں اپنے گھروں میں حسین پر روئیں۔ (طبری صفحہ ۲۶۸ جلد ۶) کیونکہ رونا رحمت ہے اور جزع فزع اور ماتم حرام ہے یہ ماتم کوفیوں اور یزیدیوں کا طریقہ ہے۔

سیدہ زینب کے شوہر حضرت عبداللہ بن جعفر طیار کو جب ان کے دونوں فرزندوں کی شہادت کی خبر ملی تو ان کے بعض غلام اور احباب تعزیت کے لئے آئے ان کے ایک آزاد کردہ غلام ابو السلاس نے کہا یہ مصیبت ہم پر حسین نے ڈالی حضرت عبداللہ نے ایک جوتا کھینچ کر اس کو مارا اور کہا او بدذات کے بچے تو حسین کی نسبت ایسا کلمہ کہتا ہے خدا کی قسم اگر میں بھی وہاں ہوتا تو میں بھی اپنی جان ان پر فدا کرتا میں اپنے دونوں فرزندوں کی مصیبت کو مصیبت نہیں سمجھتا۔ انہوں نے میرے بھائی میرے ابن عم کی رفاقت میں صبر و رضا کے ساتھ اپنی جانیں قربان کیں خدا کا شکر ہے کہ اس نے شہادت حسین اور غم حسین میں ہمیں بھی شریک کیا اگر ان کی نصرت و حمایت میرے ہاتھ سے نہ ہوئی تو میرے بچوں سے تو ہوئی۔

(طبری صفحہ ۲۶۸، کامل ابن اثیر صفحہ ۳۷ جلد ۴)

امام زین العابدین کی حالت

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام زین العابدین کی واقعہ کربلا کے بعد یہ کیفیت وحالت رہی کہ آپ دن کو روزہ رکھتے اور ساری رات عبادت کرتے جب افطار کے وقت کھانا پانی سامنے آتا تو فرماتے کہ میرے باپ اور بھائی بھوکے پیاسے شہید ہوئے افسوس یہ کھانا پانی ان کو نہ ملا اور رونے لگتے یہاں تک کہ بہ مشکل چند لقمے کھاتے اور چند گھونٹ پانی پیتے ان میں بھی آپ کے آنسو مل جاتے۔ آنکھوں سے کربلا کا تصور اور دل سے باپ بھائیوں کی یاد کبھی محو نہ ہوئی۔ عمر بھر آنکھیں اشکبار رہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر کسی نبی کے فرزند نے حضرت امام حسین اور حضرت امام زین العابدین کا سا صدمہ نہیں اٹھایا۔ یہ انہیں کا صبر واستقلال تھا جو خاص عطائے خداوندی تھا کسی باہمت کا ذکر ہی کیا۔ اس واقعہ جانکاہ اور صدمہ جاں فرسا کے پوری طرح بیان کی زبان وقلم میں تاب نہیں۔

اسیران کربلا: ۔ ۱:۔ حضرت امام زین العابدین ۔۲:۔ حضرت عمر بن حسین ۔ امام حسین کے فرزند۔ ۳:۔ حضرت محمد بن عمر بن علی (امام کے بھتیجے) ۵،۴:۔ حضرت فاطمہ وسکینہ۔ (امام کی صاحبزادیاں) ۷،۶:۔ سیدہ زینب، ام کلثوم (امام کی بہنیں) ۸:۔ شہربانو بنت یزدجرد شاہ ایران فاروق اعظم کا غنیمت کا مال اور امام کی بیوی اور امام زین العابدین کی والدہ۔ ۹:۔ سیدہ رباب (بیوی) سکینہ کی والدہ۔ واقعہ کربلا کے بعد سیدہ رباب ایک برس زندہ رہیں اس مدت میں کبھی سایہ میں نہیں بیٹھیں۔

(نور الابصار صفحہ ۱۹۲)

بعض مورخین کہتے ہیں رباب کربلا میں رہیں پھر مدینہ منورہ تشریف لائیں اور امام کے فراق میں رو رو کر فوت ہوگئیں۔

یزیدی مقتولین کی تعداد

اگر چہ طبری اور ابن اثیر نے ان کی تعداد اٹھاسی لکھی ہے لیکن یہ روایت بالکل غلط ہے۔ اس لئے کہ مخبر صادق نے نہایت وثوق کے ساتھ لکھا ہے کہ مخالفین کے سینکڑوں قتل ہوئے ایک حضرت عباس نے پہلے حملہ میں چالیس یزیدیوں کو فی النار کیا اسی طرح دوسرے ہاشمی جوانوں و فاتح خیبر کے شیر دل بہادروں اور مظہر ہمت وجرأت رسول راکب دوش نبی حضرت امام حسین نے سینکڑوں ملعونوں کو واصل جہنم کیا۔ واللہ ورسولہ اعلم

واقعہ کربلا کے بعد یزید کا کردار

حضرت امام کی شہادت کے بعد یزید نے کوئی اچھا کام نہیں کیا بلکہ اس کی شقاوت وبدبختی اور قساوت دن بدن زیادہ ہوگئی اور اس نے وہ گل کھلائے اور سیاہ کارنامے سرانجام دیئے کہ بندہ انسانیت شرم سے پسینہ پسینہ ہو جاتی ہے اس کے عہد میں اعلانیہ طور پر بدکاریاں ہونے لگیں۔ چنانچہ حرام کاری یعنی زنا ولواطت محرمات سے نکاح سود اور شراب نوشی عام ہوگئی۔ (العیاذ باللہ) اسی وجہ سے لوگ خصوصاً اہل حجاز اس کے مخالف ہوگئے اور انہوں نے اس کی بدکاریوں کی وجہ سے اس کی بیعت توڑ دی۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن حنظلہ غسیل الملائکہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: خدا کی قسم ہم لوگوں نے یزید کی بیعت اس وقت توڑ دی جبکہ ہمیں یہ

خوف ہوا کہ کہیں اس کی بدکاریوں کی وجہ سے ہم پر آسمان سے پتھر نہ برسنے لگیں۔
بلا شبہ وہ ماؤں بیٹیوں اور بہنوں سے نکاح کرتا، شراب پیتا اور نماز نہیں پڑھتا تھا۔

(تاریخ الخلفاء، صواعق محرقہ)

جب یزید نے دیکھا کہ اہل حرمین میرے سخت خلاف ہو گئے اور میری بیعت سے خارج ہو گئے ہیں اور ان کا خروج دوسرے علاقوں کے لوگوں کے خروج کا باعث بنے گا کیونکہ حرمین اسلام کا مرکز اور دل ہیں اور اس طرح میرا اقتدار خطرے میں پڑ جائے گا تو اس نے مسلم بن عقبہ کو بیس ہزار کا لشکر گراں دے کر مدینہ طیبہ اور مکہ مکرمہ پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا۔ اس بدبخت لشکر نے مدینہ منورہ میں وہ طوفان بدتمیزی برپا کیا جس کے تصور سے روح تڑپ اٹھتی ہے۔ ساکنین مدینہ منورہ اور ہمسایگان رسول اللہ ﷺ پر مظالم کی انتہا کر دی۔ قتل و غارت، لوٹ مار اور آبروریزی کی وہ گرم بازاری ہوئی کہ توبہ توبہ۔ اہل حرم سے یزید کی غلامی پر بہ جبر بیعت لی کہ چاہے بیچے چاہے آزاد کرے جو کہتا کہ میں خدا اور رسول کے حکم پر کتاب و سنت کی اطاعت پر بیعت کرتا ہوں اس کو شہید کرتے۔ چنانچہ بہت سے لوگ شہر چھوڑ کر بھاگ گئے اور جو نہیں بھاگے ان میں سے سترہ سو مہاجرین و انصار، صحابہ کبار، تابعین اور سات سو حافظ قرآن اور چھوٹے بڑے اور مستورات سب ملا کر دس ہزار کے قریب شہید ہوئے۔
ان کے گھر لوٹ لئے ظالموں نے تین روز کے لئے مدینہ طیبہ کو مباح قرار دے کر جس بربریت اور درندگی کا مظاہرہ کیا اس کو تفصیلاً ذکر کرنا سخت ناگوار ہے۔ مدینہ طیبہ کی رہنے والی پاک دامن عورتوں کی عزت و آبرو کو لوٹا۔ حضرت ابو سعید خدری جلیل القدر صحابی کی داڑھی کے سب بال اکھاڑ دیئے اور ان کی سخت بے عزتی کی ان تین دنوں

میں مسجد نبوی میں اذان و جماعت نہ ہوئی۔ حضرت سعید بن مسیب تابعی مجنون بن کر مسجد نبوی میں حاضر رہے ظالموں نے ان کو بھی پکڑا اور مسلم بن عقبہ کے پاس لے گئے مسلم بن عقبہ نے کہا اس کی بھی گردن مارو۔ حضرت سعید دیوانوں کی سی حرکتیں کرنے لگے ایک شخص نے کہا یہ تو مجنوں ہے اس سے ان کو چھوڑ دیا۔
جذب القلوب، وفاء الوفا اور مشکوٰۃ شریف میں انہی سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان تین دنوں میں مسجد نبوی شریف میں میرے سوا کوئی نہ تھا اہل شام مسجد میں آتے اور مجھے دیکھ کر کہتے یہ بوڑھا دیوانہ یہاں کیا کر رہا ہے۔ حضرت سعید فرماتے ہیں کہ نماز کے وقت روضہ مقدسہ سے برابر اذان و اقامت اور جماعت کے ہونے کی آواز سنتا تھا۔ چنانچہ میں نے تین دن کی نمازیں اسی جماعت کی اقتداء میں ادا کیں اور کوئی میرے ساتھ نہ ہوتا تھا۔
فائدہ: اس سے علماء نے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے کہ حضور علیہ السلام اپنی مزار مقدس میں زندہ بحیات حقیقی و دنیوی ہیں۔ ایک نوجوان کو اس ابلیسی لشکر نے پکڑ لیا اس کی ماں نے مسلم بن عقبہ کے پاس آ کر فریاد کی اور اس کی رہائی کے لئے بہت منت سماجت کی۔ مسلم نے حکم دیا کہ اس کے لڑکے کو لاؤ۔ جب وہ آیا تو مسلم نے اس کی گردن مار کر اس کا سر اس کی ماں کے ہاتھ میں دے دیا اور کہا کہ تو اپنے زندہ رہنے کو غنیمت نہیں سمجھتی کہ بیٹے کو لینے آئی ہے۔ جب مسلم بن عقبہ ملعون نے اہل مدینہ کو یزید پلید کی بیعت کی بطریق مذکور دعوت دی تو کچھ لوگوں نے جان و مال کے خوف سے بیعت کر لی۔ ایک شخص قبیلہ قریش سے تھا اس نے بوقت بیعت کہا کہ میں نے بیعت کی مگر اطاعت پر معصیت پر نہیں مسلم نے اس کے قتل کا حکم دیا جب اس کو قتل

کردیا گیا تو اس مقتول کی ماں ام یزید بن عبداللہ بن ربیعہ نے قسم کھائی اگر میں
قدرت پاؤں گی تو اس ظالم مسلم کو ضرور زندہ یا مردہ جلاؤں گی چنانچہ جب اس ظالم
نے مدینہ منورہ میں قتل وغارت کے بعد اپنا روئے بر مکہ مکرمہ کی طرف دیا تاکہ وہاں
جاکر عبداللہ بن زبیر اور وہاں کے ان لوگوں کا بھی کام تمام کرے جو یزید کے خلاف
ہیں تو اتفاقاً راستہ میں اس پر فالج گرا اور وہ مر گیا اس کی جگہ یزید پلید کے حکم سے حصین
بن نمیر سکونی قائد لشکر بنا مسلم کو انہوں نے وہیں دفن کردیا جیسا یہ لشکر آگے بڑھ گیا تو
اس عورت کو جس نے مسلم کو جلانے کی قسم کھائی تھی کو مسلم کے واصل جہنم ہونے کا پتہ
چلا تو وہ چند آدمیوں کو ہاتھ لے کر اس ملعون کی قبر پر آئی تاکہ اس کو قبر سے نکال کر
جلائے اور اپنی قسم پوری کرے گئے جونہی قبر کھودی تو کیا دیکھا کہ ایک اژدھا اس کی گردن
سے لپٹا ہوا اس کی ناک کی ہڈی پکڑے چوس رہا ہے یہ دیکھ کر سب کے سب ڈرے اور
اس عورت سے کہا کہ خدا تعالیٰ نے خود ہی اس کے اعمال کی سزا اس کو دے رہا ہے اب
تو اس کو رہنے دے اس عورت نے کہا ہرگز نہیں خدا کی قسم! میں اپنے عہد اور قسم کو ضرور
پورا کروں گی اور اس کو جلا کر اپنے دل کو ٹھنڈا کروں گی مجبور ہو کر سب نے کہا اچھا پھر
اس کو پیروں کی طرف سے نکالنا چاہئے جب ادھر سے مٹی ہٹائی تو کیا دیکھا کہ اسی
طرح پیروں کی طرف بھی ایک اژدھا لپٹا ہوا ہے پھر سب نے بس اس عورت سے کہا
اب اس کو چھوڑ دے اس کیلئے یہی عذاب کافی ہے مگر اس عورت نے نہ مانا اور وضو
کر کے دو رکعت نماز ادا کی اور اللہ تعالیٰ کے حضور ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی الٰہی تو خوب
جانتا ہے کہ اس ظالم پر میرا غصہ تیری رضا کے لئے ہے مجھے یہ قدرت دے کہ میں اپنی
قسم پوری کروں اور اس کو جلاؤں یہ دعا کر کے اس نے ایک لکڑی سانپ کی دم پر ماری

وہ بھی چلا گیا چنانچہ انہوں نے مسلم کی لاش کو قبر سے نکالا اور جلا دیا۔
اس مردود مسلم بن عقبہ نے قتل وغارت اور ہتکِ حرمتِ مدینہ میں اس قدر زیادتی اور
اسراف کیا کہ اس کے بعد اس کا نام ہی مُسرف مشہور ہوگیا۔

احادیث مبارکہ کا ترجمہ:۔ ۱:۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور
علیہ السلام نے فرمایا جس نے کسی مسلمان کو اذیت پہنچائی تو در حقیقت اس نے مجھے
اذیت پہنچائی جس نے مجھے اذیت پہنچائی اس نے در حقیقت اللہ کو اذیت پہنچائی۔
(سراج منیر شرح جامع صغیر صفحہ ۲۸۰ جلد ۸)

۲:۔ مولا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار نے فرمایا: جس نے میرے ایک بال کو
بھی اذیت پہنچائی اس نے حقیقت میں مجھے اذیت پہنچائی اور جس نے مجھے اذیت
پہنچائی اس نے اللہ کو اذیت پہنچائی ابونعیم کی روایت میں یہ بھی ہے کہ اس پر اللہ کی
لعنت ہو۔ (سراج منیر شرح جامع صغیر ۲۷۹ جلد ۳)

۳:۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:
جو شخص اہل مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو اس طرح پگھلائے گا
جس طرح نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔ (مسلم صفحہ ۴۴۵ جلد ۱)

۴:۔ ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ جو شخص بھی اہل مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ
کرے گا اس کو دوزخ کی آگ میں ۔۔۔۔۔۔ کی طرح پگھلا دے گا۔
(مسلم شریف صفحہ ۴۴۱ جلد ۱)

۵:۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جو اہل مدینہ کو

ڈرائے گا اللہ اس کو قیامت کے دن ڈرائے گا اور ایک روایت میں ہے کہ اس پر اللہ کا غضب اور لعنت ہے۔ (صحیح ابن حبان، سراج منیر صفحہ ۲۸۸ جلد ۳)

۶:۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سرکار ﷺ نے فرمایا: جو اہل مدینہ کو ظلم سے خوف زدہ کرے اللہ اس کو خوف زدہ کرے گا اور اس پر اللہ اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے قیامت کے دن اس کی فرض عبادت قبول ہوگی نہ نفل۔

(وفاء الوفاء صفحہ ۳۲، جذب القلوب صفحہ ۳۲)

۷:۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا جو اہل مدینہ کو اذیت دے گا اللہ اس کو اذیت دے گا اور اس پر اللہ اور فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے نہ اس کا فرض قبول ہوگا نہ نفل۔ (سراج منیر صفحہ ۲۸۰ جلد ۳)

ان احادیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ جو کسی مسلمان کو اذیت پہنچائے اس نے درحقیقت اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کو اذیت پہنچائی خصوصاً جو اہل مدینہ کو ڈرائے اذیت پہنچائے بلکہ ان سے برائی کا ارادہ بھی کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو نار جہنم میں پگھلا دے گا اور اس پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے اور اس کی کوئی عبادت اور نیکی قبول نہیں۔ یزید پلید اور اس کے اعوان و انصار نے اہل بیت نبوت اور اہل مدینہ منورہ کی وہ توہین و تذلیل کی اور ان کو ایسی تکلیف و اذیت پہنچائی کہ اس کے تصور ہی سے روح تڑپ اٹھتی ہے لہٰذا بلاشبہ یزید اور اس کے اعوان و انصار مستحق لعنت ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا

(احزاب)

ترجمہ:۔ بیشک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو اذیت پہنچاتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں اللہ کی لعنت ہے اور ان کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ آیت ابن ابی منافق اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ جبکہ انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی تو حضور ﷺ نے خطبہ دیا اور فرمایا کون میری مدد کرتا ہے اس شخص کے بارے میں جس نے میری بیوی پر تہمت لگا کر مجھے اذیت پہنچائی۔ مقام غور ہے کہ جس نے حضور ﷺ کی اہلیہ محترمہ کو ستایا اس نے اللہ و رسول کو اذیت پہنچائی اور مستحق لعنت ہوا تو یزید پلید اور اس کے اعوان و انصار نے اہل بیت نبوت اور صحابہ اور تابعین اور اہل مدینہ کے ساتھ جو کچھ کیا وہ تو اس کے مقابلہ میں بہت ہی زیادہ ہے اور اس کے بعد مکہ مکرمہ میں جو کچھ ہوا وہ ملاحظہ فرمائیں۔

مکہ مکرمہ پر حملہ:۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما مدینہ منورہ سے ہجرت کر کے مکہ مکرمہ میں آ گئے وہ حرم کی پناہ میں سکون و اطمینان کی زندگی گزار رہے تھے۔ جب اہل حجاز یزید کی حرکات بد کی وجہ سے اس سے سخت متنفر ہو گئے تھے تو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے اہل مکہ کو جمع ہونے کی دعوت دی اور ان کے سامنے ایک موثر تقریر فرمائی جس کا خلاصہ یہ ہے: اہل عراق خصوصاً اہل کوفہ ایسے غدار اور بدکار اور بدترین ہیں کہ انہوں نے فرزند رسول ﷺ کو بلایا کہ ان کی نصرت و امداد کریں گے اور ان کو اپنا فرمانروا بنائیں گے مگر ان غداروں نے ایسا نہ کیا بلکہ وہ یزید کے ساتھ مل گئے اور پھر خود فرزند رسول سے لڑنے کے لئے میدان میں

آ گئے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے ذلت کی زندگی پر عزت کی موت کو ترجیح دی دشمن کے انبوہ کثیر کے سامنے گردن اطاعت نہ جھکائی خدا تعالیٰ ان پر رحم فرمائے اور ان کے قاتلوں کو ذلیل کرے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو کچھ ان لوگوں نے کیا ہے اس کے بعد کیا ہم ان لوگوں سے کسی طرح مطمئن ہو سکتے ہیں؟ اور ان کی اطاعت قبول کر سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ خدا کی قسم! بلاشبہ انہوں نے ایسے شخص کو قتل کیا ہے جو قائم اللیل اور صائم النہار تھا جو ان سے ان امور میں حکومت کا زیادہ حقدار تھا اور اپنے دین اور فضیلت و بزرگی میں ان سے بہت زیادہ بہتر تھا۔ خدا کی قسم وہ قرآن کے بدلے گمراہی پھیلانے والا نہ تھا اللہ تعالیٰ کے خوف سے اس کے گریہ و بکا کی کوئی انتہا نہ تھی۔ وہ روزوں کو شراب کے پینے سے نہیں بدل کرتا تھا اور نہ اس کی مجلس میں ذکر الٰہی کی بجائے شکاری کتوں کا ذکر ہوتا تھا۔ (یہ باتیں ابن زبیر نے یزید کے متعلق کہیں تھیں پس عنقریب یہ یزیدی لوگ جہنم کی وادی غی میں جائیں)

(ابن اثیر صفحہ ۴۰ جلد ۴ طبری ۲۷۳ جلد ۶)

عبداللہ بن زبیر کی بیعت:۔ اس تقریر کے بعد لوگ ان کی طرف دوڑے اور کہا کہ آپ اپنی بیعت کا اعلان کریں چنانچہ انہوں نے اعلان کر دیا۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے سب لوگوں سوائے دو آدمیوں کے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ انہوں نے یزید کے تمام عاملوں کو مکہ و مدینہ سے نکال دیا اور حجاز مقدس سے یزید کو ان حالات کی خبر ہوئی تو اس نے ایک بہت بڑا لشکر مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ پر حملہ کرنے کے لیے بھیجا اس لشکر نے مدینہ منورہ میں جو کچھ کیا وہ آپ پڑھ چکے ہیں۔

اب اس لشکر شریر نے حصین بن نمیر کی قیادت میں مکہ مکرمہ پہنچ کر حملہ کیا اور چونسٹھ روز تک برابر مکہ مکرمہ کا محاصرہ کر کے لوگوں کو قتل کرتے رہے اور منجنیقوں سے اس قدر سنگ باری کی کہ صحن کعبہ معظمہ کو پتھروں سے بھر دیا۔

انہوں نے کعبۃ اللہ پر منجنیقیں نصب کر دیں اور کعبہ پر سنگ باری کی یہاں تک کہ آگ لگ گئی اور کعبۃ اللہ کا غلاف اور دیواریں جل گئیں اور سنگ باری کرتے وقت شعر پڑھتے تھے جس کا ترجمہ یہ ہے:

یہ منجنیق مثل موٹے کف دار اونٹ کے ہے جس سے ہم اس مسجد کی دیواروں پر سنگ باری کر رہے ہیں چنانچہ اس سنگ باری سے مسجد الحرام کے ستون ٹوٹ گئے اور دیواریں شکستہ ہو گئیں۔

عمرو بن حوطۃ السدوسی شعر پڑھتا تھا جس کا ترجمہ یہ ہے:۔

ذرا منجنیق کو دیکھو وہ کیسے صفا و مروہ کے درمیان لوگوں کو نشان بنا رہی ہے۔

(البدایہ والنہایہ صفحہ ۲۲۵ جلد ۷، ابن اثیر صفحہ ۴۹ جلد ۴)

غرض ان بے دینوں لعینوں نے انتہائی بربریت اور درندگی کا مظاہرہ کیا۔ حرم شریف کے باشندے دو ماہ تک سخت مصیبت میں مبتلا رہے کعبہ معظمہ کئی روز تک بے لباس رہا اور اس کی چھت جل گئی دیواریں شکستہ ہو گئیں۔ یہ انتہائی شرمناک والمناک اور دل سوز واقعات ربیع الاول ۶۴ھ کے شروع میں ہوئے اور اس ماہ کے آخر میں جبکہ ابھی کعبہ میں جنگ جاری تھی بدبخت و بدنصیب یزید ملعون کے مرنے کی خبر آئی جونہی اس کی ہلاکت کی خبر آئی حضرت عبداللہ بن زبیر نے باآواز بلند پکارا اے شامیو تمہارا طاغوت (شیطان) ہلاک ہو گیا ہے۔ یزید کی موت کی خبر سے اہل شام کی ہمتیں ٹوٹ

گئیں اور حوصلے پست ہو گئے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر کے ساتھیوں کے حوصلے بلند
ہو گئے چنانچہ وہ شامیوں پر ٹوٹ پڑے اور شامی لشکر خائب وخاسر ہو کر بھاگا اور اہل
مکہ کو اس لشکر شریر کے ظلم و شر سے نجات ملی۔

یزید ملعون نے تقریباً ساڑھے تین برس تک حکومت کی اور اڑتیس یا انتالیس سال کی عمر
میں قریہ حُوارین میں اس کی موت واقع ہوئی۔ اس کی موت پر ابن عراوہ نے کچھ
اشعار کہے جن کا ترجمہ یہ ہے:

اے بنی اُمیہ تمہارے بادشاہ کی لاش حُوارین میں پڑی ہوئی ہے اس کی
موت نے ایسے وقت میں آ کر اس کو مارا جبکہ اس کے تکیہ کے پاس کوزہ اور سر بہ مُہر
لباب مشکیزہ شراب بھرا رکھا ہوا تھا اور ایک مغنیہ سارنگی لئے ہوئے اس نشہ سے مست
ہونے والے پر رو رہی تھی۔ (طبری صفحہ ۴۳ جلد ۷، ابن اثیر صحہ ۶۱ جلد ۴)

قریہ حوارین سے یزید کی لاش کو دمشق میں لایا گیا اس کے بیٹے خالد یا معاویہ ثانی نے
اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ مقبرہ باب الصغیر میں اسے دفن کیا اب اس کی قبر دمشق کا
مزبلہ (روڑی) ہے۔

معاویہ اصغر۔ یزید کے واصل جہنم ہونے کے بعد لوگوں نے یزید کے بیٹے معاویہ
کے ہاتھ پر بیعت کی یہ نوجوان فطرۃً نرم دل نیک سیرت اور دین و مذہب کا پابند تھا
چونکہ یہ بنی امیہ کی بدعنوانیوں سے بیزار اور بددل تھا۔ اس لئے اس نے لوگوں کے
درمیان ایک خطبہ دیا کہ میں حکومت نبھانے کی قوت اور اہلیت نہیں رکھتا اور مجھے تم
میں کوئی حضرت عمر بن خطاب سا نظر نہیں آتا کہ تم پر خلیفہ مقرر کروں اور نہ ہی اہل

شوریٰ نظر آتے ہیں کہ یہ معاملہ ان پر چھوڑ دوں لہٰذا تم اپنے معاملات کو خود بہتر سمجھتے
ہوئے جسے چاہو اپنے لئے منتخب کر لو۔ یہ کہہ کر وہ حکومت سے دستبردار ہو گیا اور
اپنے اس مکان میں چلا گیا اور بیمار ہو گیا چالیس روز کے بعد اس مکان سے اس کی
لاش ہی نکلی بعض کہتے ہیں اس کو زہر دیا گیا۔

(طبری صفحہ ۴۴ جلد ۷، کامل ابن اثیر صفحہ ۵۱ جلد ۴)

قاتلوں کا انجام:۔ علماء حق فرماتے ہیں کہ جتنے لوگ بھی حضرت امام پاک رضی
اللہ عنہ کے مقابلے میں آئے یا اس واقعہ شہادت سے راضی وخوش ہوئے عذاب
آخرت کے علاوہ دنیا میں بھی وہ اپنے اعمال بد کی سزا کو پہنچے۔ ان میں سے کوئی بھی
ایسا نہ تھا جس نے دنیا ہی میں عذاب الٰہی نہ دیکھا اور سزا نہ پائی ہو۔ ان میں سے بعض
تو بری طرح مارے گئے بعض اندھے اور روسیاہ ہو گئے بعض مبروص اور کوڑھی ہو گئے
اور بعض سخت عبرت ناک بلاؤں اور بیماریوں میں مبتلا ہو کر ہلاک ہوئے۔

حضرت عامر بن سعد البجلی فرماتے ہیں کہ حضرت امام پاک کی شہادت کے بعد میں
نے خواب میں حضور ﷺ کو دیکھا آپ نے فرمایا: اے عامر میرے صحابی براء بن
عازب کے پاس جا کر میرا اسلام کہو اور خبر دے کہ جنہوں نے میرے بیٹے حسین کو قتل
کیا ہے وہ دوزخی ہیں پس میں نے براء بن عازب کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ خواب
بیان کیا انہوں نے سن کر فرمایا اللہ کے رسول ﷺ نے سچ فرمایا۔

(سعادت الکونین صفحہ ۱۵۴)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ مولا علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور

ﷺ نے فرمایا حسین رضی اللہ عنہ کا قاتل ایک آگ کے تابوت میں ہوگا اس پر اہل دنیا کے نصف کا عذاب ہوگا۔ (انوار الابصار صفحہ ۱۵۲)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ حضرت محمد ﷺ کی طرف وحی بھیجی کہ میں نے یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کے عوض ستر ہزار افراد مارے اور حبیب تیرے نواسے کے عوض ستر ہزار اور ستر ہزار مارنے والا ہوں۔

(المستدرک صفحہ ۱۷۸، تہذیب التہذیب صفحہ ۳۵۴ جلد ۲
البدایہ والنہایہ صفحہ ۲۰۱ جلد ۸، صواعق محرقہ صفحہ ۱۹۷)

حضرت ابو الشیخ فرماتے ہیں کہ ایک مجلس میں چند آدمی بیٹھے ہوئے آپس میں یہ باتیں کر رہے تھے کہ حضرت امام کے قتل میں جس کسی نے بھی قاتلوں کی اعانت کی وہ مرنے سے پہلے ضرور کسی نہ کسی آفت و بلا میں مبتلا ہوا تو ایک بوڑھا بولا میں نے بھی قاتلوں کی اعانت کی تھی مجھے کچھ بھی نہیں ہوا یہ کہہ کر وہ چراغ کی بتی درست کرنے کے لئے اٹھا تو اس کو آگ لگ گئی اور وہ زور زور سے پکارنے لگا آگ آگ مگر کسی نہ سنی یہاں تک کہ اس نے فرات میں غوطہ لگایا پھر بھی آگ نہ بجھی وہ اسی آگ میں جل کر مرگیا۔ (صواعق محرقہ صفحہ ۱۹۲)

اس قسم کی ایک اور روایت حافظ ابن حجر عسقلانی اور سبط ابن الجوزی نے سُدی سے نقل فرمائی ہے سبط ابن الجوزی نے امام واقدی سے روایت فرمائی ہے کہ ایک بوڑھا جو لشکر یزید میں مگر اس نے کسی کو قتل نہیں کا تھا وہ اندھا ہوگیا اس سے اس کا سبب پوچھا گیا تو اس نے بتایا کہ میں نے خواب میں حضور ﷺ کو دیکھا کہ آپ غضب ناک حالت میں آستین چڑھائے ہوئے شمشیر بکف کھڑے ہیں اور آپ کے آگے فرش

چرمی بچھا ہوا ہے جس پر امام پاک کے دس قاتل ذبح ہوئے پڑے تھے پھر آپ نے مجھے لعنت ملامت کی پھر آپ نے خونِ حسین سے آلودہ ایک سلائی میری آنکھوں میں پھیر دی اسی وقت سے میں اندھا ہوگیا۔

(الصواعق المحرقہ صفحہ ۱۹۳، نور الابصار صفحہ ۱۴۷، اسعاف الراغبین صفحہ ۱۱۳)

یزیدی لشکر کے ایک سپاہی نے امام پاک کے سر انور کو اپنے گھوڑے کی گردن میں لٹکایا تھا تو چند روز کے بعد لوگوں نے اس کو سخت سیاہ رو دیکھا تو پوچھا کہ تو بہت خوبصورت اور خوش رنگ تھا تجھے کیا ہوا اس نے کہا جس دن سے میں نے حضرت حسین کے سر کو اپنے گھوڑے کی گردن سے باندھ کر لٹکایا اس دن سے ہر روز رات کو دو آدمی میرے پاس آتے ہیں اور میرے دونوں بازو پکڑ کر مجھے ایسی جگہ لے جاتے جہاں بہت سی آگ ہوتی ہے اس آگ میں مجھے منہ کے بل ڈال کر پھر نکال لیتے ہیں اس وجہ سے میرا منہ سیاہ ہوگیا ہے جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو۔ راوی کہتے ہیں کہ وہ نہایت بری حالت میں مرا۔ (صواعق محرقہ صفحہ ۱۹۴)

امام ابن حجر ہیتمی فرماتے ہیں ایک بوڑھے نے حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ کے آگے ایک طشت رکھا ہے جس میں خون تھا اور لوگ آپ کے سامنے پیش کئے جا رہے تھے آپ ان کی آنکھوں میں اس خون سے لگا رہے تھے یہاں تک کہ میں بھی پیش ہوا اور میں نے عرض کیا میں مقابلے میں نہیں گیا تھا آپ نے فرمایا تو اس کی خواہش تو رکھتا تھا پھر آپ نے انگلی سے میری طرف اشارہ کیا پس میں اس وقت سے اندھا ہوگیا۔ (صواعق محرقہ ۱۹۴)

حضرت احمد ابو رجاء العطاردی نے فرمایا لوگو! اہل بیت نبوت میں سے کسی کو برا نہ کہو۔

کیونکہ ہمارا ایک پڑوسی تھا جو جہنم میں سے تھا اور کوفہ سے آیا تھا اس نے کہا تم نے اس (معاذ اللہ) فاسق ابن فاسق حسین بن علی کو نہیں دیکھا کہ اللہ نے اس کو قتل کر ڈالا۔ (معاذ اللہ) پس اسی وقت اللہ نے آسمان سے دو تارے اس کی آنکھ میں مارے تو اس کی بصارت جاتی رہی۔ (تہذیب التہذیب صفحہ ۳۵۵، جلد ۲)

علامہ الباذری حضرت منصور سے روایت فرماتے ہیں کہ انہوں نے شام میں ایک شخص کو دیکھا جس کا چہرہ خنزیر جیسا تھا انہوں نے اس سے اس کا سبب پوچھا تو اس نے کہا کہ وہ ہر روز حضرت علی رضی اللہ عنہ پر ایک ہزار مرتبہ اور جمعہ کے روز چار ہزار مرتبہ ان پر اور ان کی اولاد پر لعنت کیا کرتا تھا۔ (معاذ اللہ) تو ایک رات اس نے خواب میں حضور ﷺ کو دیکھا اور اس نے طویل خواب کا ذکر کیا اس میں یہ بھی تھا کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے اس کی حضور کی بارگاہ میں یہ شکایت کی تو حضور ﷺ نے اس پر لعنت کی اور اس کے منہ پر تھوک دیا تو اس کا منہ خنزیر جیسا ہو گیا اور وہ لوگوں کے لئے ایک درس عبرت بن گیا۔ (صواعق محرقہ صفحہ ۱۹۴)

جب معرکہ کربلا میں بے دین اشقیاء نے اہل بیت نبوت پر پانی بند کر دیا اور سب شدت پیاس سے بہت بے تاب ہوئے تو ایک بدبخت نے امام پاک کو مخاطب کر کے کہا اس کو دیکھو یہ شخص اپنے آپ کو گویا جگر گوشہ آسمان سمجھتا ہے مگر یہ ایک قطرہ بھی اس کے پانی سے نہیں چکھے گا یہاں تک کہ پیاسہ ہی مرے گا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس کے لئے دعائے ضرر فرمائی اے اللہ اس کو پیاسہ ہی مارنا اس کے بعد اس کی یہ حالت ہو گئی کہ بہت زیادہ پانی پینے کے باوجود بھی سیراب نہ ہوتا یہاں تک کہ پیاس کی حالت ہی میں مر گیا۔ (کامل ابن اثیر صفحہ ۲۲ جلد ۴، الصواعق المحرقہ صفحہ ۱۹۵)

اس بدبخت نے ننھے علی اصغر رضی اللہ عنہ ننھے کے حلق میں تیر پیوست کیا تھا وہ ایسے مرض میں مبتلا ہوا کہ اس کے منہ اور پیٹ میں سخت حدت اور گرمی پیدا ہو گئی گویا کہ آگ سی لگی رہتی اور پشت کی طرف بہت سردی پیدا ہو گئی چنانچہ اس کے منہ اور پیٹ پر تو پانی چھڑکتے، برف رکھتے اور پنکھا ہلاتے اور اس کی پشت کی طرف آگ جلاتے مگر کسی طرح بھی چین نہ پاتا اور چیخ چیخ کر کہتا پیاس پیاس تو اس کے لئے ستو پانی اور دودھ لایا جاتا اگر اس کو پانچ گھڑے بھی پلائے جاتے تو وہ پی جاتا اور پھر بھی پیاس پیاس کہہ کے چیختا آخر اسی طرح پیتے پیتے اس کا پیٹ پھٹ گیا۔

(الصواعق المحرقہ صفحہ ۱۹۵)

حضرت ابو محمد سلیمان الاعمش کوفی تابعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حج بیت اللہ کے لئے گیا دوران طواف میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ غلاف کعبہ کے ساتھ چمٹا ہوا یہ کہہ رہا تھا کہ اے اللہ مجھے بخش دے اور میں گمان کرتا ہوں کہ تو مجھے نہیں بخشے گا میں اس کی بات پر بہت متعجب ہوا کہ سبحان اللہ العظیم اس کا کیسا گناہ ہے کہ جس کی بخشش کا اس کو گمان نہیں خیر میں خاموش رہا اور طواف میں مصروف رہا دوسرے پھیرے میں سنا وہ پھر یہی کہہ رہا تھا میری حیرانی میں اضافہ ہوا میں نے طواف سے فارغ ہو کر اس سے کہا کہ تو ایسے عظیم مقام پر ہے جہاں بڑے سے بڑا گناہ بھی بخشا جاتا ہے تو اگر تو اللہ عزوجل سے مغفرت اور رحمت مانگتا ہے تو اس سے امید بھی رکھ کیونکہ وہ بڑا رحیم و کریم ہے اس شخص نے کہا اے اللہ کے بندے تو کون ہے؟ میں نے کہا میں سلیمان الاعمش ہوں اس نے کہا اے سلیمان تم مانگو اور امید بھی رکھو میں بھی کبھی تمہارے ہی جیسا خیال رکھتا تھا لیکن اب نہیں۔ یہ کہا اور میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے ایک

طرف لے گیا اور کہا میرا گناہ بہت بڑا ہے۔ میں نے کہا کیا بڑا گناہ پہاڑوں آسمانوں، زمینوں اور عرش سے بھی بڑا ہے؟ کہنے لگا ہاں میرا گناہ بڑا ہی ہے۔ سنو! میں تمہیں بتاتا ہوں وہ بڑی عجیب بات ہے جو میں نے دیکھی ہے میں نے کہا سناؤ اللہ تم پر رحم کرے اس نے کہا اے سلیمان میں ان ستر آدمیوں میں سے ہوں جو حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے سر کو یزید کے پاس لائے تھے پھر یزید نے اس سر کو شہر کے باہر لٹکانے کا حکم دیا پھر اس کے حکم سے اتارا گیا اور سونے کے طشت میں رکھ کر اس کے سونے (نیند) کی جگہ رکھا گیا آدھی رات کے وقت یزید کی بیوی اٹھی تو اچانک اس نے دیکھا کہ ایک نورانی شعاع امام کے سر سے کر آسمان تک چمک رہی ہے وہ یہ دیکھ کر سخت خوفزدہ ہوئی اور اس نے یزید کو جگایا اور کہا اٹھ کر دیکھو میں ایک عجیب منظر دیکھ رہی ہوں۔ یزید نے کہا میں بھی دیکھ رہا ہوں جو تم دیکھ رہی ہو جب صبح ہوئی اس نے سر مبارک نکالنے کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ نکالا گیا اور خیمہ دیبائے سبز میں رکھا گیا اور اس کی نگرانی کے لئے ستر آدمی مقرر ہوئے میں بھی ان میں تھا پھر ہمیں حکم ہوا جاؤ کھانا کھاؤ۔ یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا اور کافی رات گزر گئی تو ہم سو گئے۔ اچانک میں جاگ پڑا اور دیکھا کہ آسمان پر ایک بڑا بادل چھایا ہوا ہے اور اس میں سے پہاڑ کی سی گرج اور پروں کے ہلنے کی سی آواز آ رہی ہے پھر وہ بادل قریب ہوتا گیا یہاں تک کہ زمین سے مل گیا اور اس میں سے ایک مرد نمودار ہوا جس پر جنت کے حلوں میں سے دو حلے تھے اور اس کے ہاتھ میں ایک فرش اور کرسیاں تھیں اس نے وہ فرش بچھایا اور اس پر کرسیاں رکھ دیں اور پکارنے لگا اے ابوالبشر اے آدم صلی اللہ علیک تشریف لائے ہیں پس ایک بڑے بزرگ نہایت حسین و جمیل تشریف لائے

اور سر مبارک کے پاس کھڑے ہو کر کہا سلام ہو تم پر اے ولی اللہ، سلام ہو تم پر اے بقیۃ الصالحین، تم زندہ رہے تو سعید ہو کر اور تم شہید ہوئے تو طرید یعنی خلف ہو کر پیاسے رہے حتی کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ہم سے ملا دیا اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے اور تمہارے قاتل کے لئے بخشش نہیں تمہارے قاتل کے لئے کل قیامت کے دن دوزخ کا بہت برا ٹھکانہ ہے۔

یہ فرما کر وہ وہاں سے ہٹے اور ان کرسیوں میں سے ایک کرسی پر بیٹھ گئے تھوڑی دیر کے بعد ایک اور بادل آیا وہ اسی طرح زمین سے مل گیا اور میں نے سنا کہ ایک منادی نے ندا کی اے نبی اللہ اے نوح علیہ السلام شریف لائے ناگاہ ایک صاحب وجاہت زردی مائل چہرہ جنت کے حلوں میں دو حلے پہنے ہوئے تشریف لائے اور انہوں نے بھی وہی الفاظ کہے اور ایک کرسی پر بیٹھ گئے پھر ایک بڑا بادل آیا اور اس میں سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نمودار ہوئے انہوں نے بھی وہی کلمات فرمائے اور ایک کرسی پر بیٹھ گئے اسی طرح حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے اور اسی طرح کے کلمات ارشاد فرما کر کرسیوں پر جا بیٹھے پھر ایک بہت بڑا بادل آیا اس میں سے نبی آخر الزماں محمد مصطفیٰ ﷺ اور باپردہ حضرت زہرا اور امام حسن اور ملائکہ نمودار ہوئے پہلے حضور ﷺ کے پاس تشریف لے گئے اور سر کو سینے سے لگایا اور بہت روئے پھر زہرا بتول کو دیا انہوں نے بھی سینے سے لگایا اور بہت روئیں پھر حضرت آدم علیہ السلام نے حضور ﷺ کے پاس آ کر تعزیت کی۔ سلام ہو پاکیزہ فطرت و خصلت والے پاک فرزند پر اللہ آپ کو بہت زیادہ اجر دے اور آپ کو فرزند حسین کے اس امتحان میں احسن صبر دے۔ اسی طرح حضرت نوح، حضرت

ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہم السلام نے بھی تعزیت فرمائی۔
پھر حضور ﷺ نے ان انبیاء کرام علیہم السلام سے فرمایا کہ آپ گواہ رہیں خود اللہ ہی کافی گواہ ہے۔ میرے نام نہاد امتیوں نے میرے بعد میری اولاد کو اس طرح قتل کر کے مجھے یہ بدلہ دیا ہے پھر ایک فرشتے نے آپ کے قریب آ کر عرض کیا اے ابوالقاسم ﷺ اس واقعہ سے ہمارے دل پاش پاش ہو گئے ہیں میں آسمان دنیا کا موکل ہوں اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی اطاعت کا حکم دیا ہے اگر آپ مجھے حکم دیں تو میں ان لوگوں پر آسمان ڈھا دوں اور ان کو تباہ کر دوں پھر ایک اور فرشتہ نے آ کر عرض کیا اے ابوالقاسم ﷺ میں دریاؤں کا موکل ہوں اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی اطاعت کا حکم دیا ہے اگر آپ فرمائیں تو میں ان پر طوفان برپا کر کے ان کو تباہ و برباد کر دوں آپ نے فرمایا اے ملائکہ ایسا کرنے سے باز رہو۔

امام حسن رضی اللہ عنہ نے کہا نانا جان یہ جو سوئے ہوئے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جو میرے بھائی کے سر کو لائے ہیں اور یہی نگرانی پر مقرر ہیں تو حضور ﷺ نے فرمایا اے میرے رب کے فرشتو ان کو قتل کر دو میرے بیٹے کے قتل کے بدلے میں۔ تو خدا کی قسم ابھی کچھ دیر ہی گزری تھی کہ میں نے دیکھا وہ میرے سب ساتھی قتل کر دیے گئے پھر ایک فرشتے نے مجھے بھی قتل کرنا چاہا تو میں نے پکارا اے ابوالقاسم مجھے بچایئے اور مجھ پر رحم فرمایئے۔ اللہ آپ پر رحم فرمائے تو آپ نے فرشتہ سے فرمایا اسے رہنے دو (تا کہ لوگوں کو یہ واقعہ سنا سکے) پھر آپ نے میرے قریب آ کر فرمایا تو ان ستر آدمیوں میں سے ہے جو سر لائے تھے میں نے کہا ہاں۔ پس آپ نے اپنا ہاتھ میرے کندھے پر ڈال کر مجھے منہ کے بل گرا دیا پھر فرمایا خدا تجھ پر رحم نہ کرے اور نہ تجھے بخشے اللہ تیری ہڈیوں

کو بھی جہنم میں جلائے تو یہ وجہ ہے کہ میں اللہ کی رحمت سے ناامید ہوں۔ حضرت اعمش نے یہ سن کر فرمایا او بدبخت مجھ سے دور ہو کہیں تیری وجہ سے مجھ پر بھی عذاب نہ نازل ہو جائے۔

(نورالابصار صفحہ ۱۴۹)

امام ابن حجر عسقلانی نے حضرت صالح شام سے روایت نقل فرمائی وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حلب میں خواب دیکھا کہ ایک کالا کتا پیاس کے مارے زبان نکالتا ہے میں نے ارادہ کیا کہ اس کو پانی پلاؤں کہ اتنے میں ہاتف غیبی سے آواز دی خبردار! اس کو پانی مت پلا یہ قاتل حسین بن علی رضی اللہ عنہما ہے۔ اس کے لئے قیامت تک یہ سزا ہے کہ اسی طرح پیاسا ہی رہے۔

(تسوید القوس فی تلخیص مسند الفردوس)

امام جلال الدین سیوطی محاضرات ومحاورات میں لکھتے ہیں کہ کوفہ میں ایک سال چیچک نکلی اس میں ڈیڑھ ہزار ان لوگوں کی اولاد اندھی ہو گئی جو قتل امام میں شریک تھے۔

(نورالابصار صفحہ ۱۵۲)

ابن عیینہ اپنی دادی ام ابی سے روایت کرتے ہیں کہ دو آدمی جعفین میں سے قتل حسین میں شریک تھے ان میں سے ایک کو اس قدر پیاس لگتی کہ ہرگز نہ بجھتی۔ حضرت سفیان فرماتے ہیں ان میں سے دوسرے کے بیٹے کو دیکھا کہ وہ پاگل تھا۔

(تہذیب التہذیب صفحہ ۳۵۴ جلد ۲، سر الشہادتین صفحہ ۳۳، صواعق محرقہ صفحہ ۱۹۳)

کوفیوں کی ندامت:۔ اکثر کوفی اپنی بے وفائی پر بہت زیادہ نادم تھے اور چاہتے تھے کسی طرح اس غلطی کی تلافی ہو جائے اور بدنامی کا داغ دھل جائے چنانچہ توابین

نے حضرت سلیمان بن صود کے ہاتھ پر اس بات پر بیعت کی کہ خونِ حسین کا انتقام لیں گے شروع شروع میں تو حضرت سلیمان بن صود کے ساتھ بہت زیادہ لوگ جمع ہوگئے بعد میں اکثر ساتھ چھوڑ گئے اور مخلصین کی تعداد کم ہوگئی مگر یہ لوگ اپنے عہد پر قائم رہے اور انہوں نے یہ طے کیا سب سے پہلے ابن زیاد سے جنگ کی جائے بعد میں دوسرے لوگوں سے نپٹا جائے یہ لوگ ابن زیاد کے مقابلے کے لئے نکلے راستہ میں یہ لوگ کربلا میں حضرت امام کے مرقد منور پر حاضر ہوئے اور زاری وتضرع کے ساتھ توبہ واستغفار کے طالب ہوئے جب یہاں سے روانہ ہوکر شام کے قریب پہنچے اور ابن زیاد کو ان کے آنے کی خبریں ملیں تو اس نے حصین بن نمیر کو بارہ ہزار فوج کے ساتھ مقابلہ کے لئے بھیجا مختصر یہ ہے جنگ ہوئی اور سلیمان کے ساتھیوں نے باوجود قلیل ہونے کے ہزاروں شامیوں کو تہ تیغ کیا۔ ابن زیاد کی طرف سے برابر لشکر اور مدد پہنچتی رہی آخر حضرت سلیمان حصین بن نمیر کے ہاتھوں شہید ہوئے اور اسی طرح ان کے رفقاء بھی قتل ہوتے رہے اور چند باقی جو رہ گئے تھے وہ اپنی شکست یقینی سمجھ کر رات کے وقت بھاگ نکلے پھر مختار ابن عبیدہ ثقفی نے جو اپنے دل میں حب رکھتا تھا خونِ حسین رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کے لئے علم بلند کیا اور اپنے آپ کو محمد بن حنفیہ کا خلیفہ ظاہر کر کے کہا کہ انہوں نے مجھے حکم دیا کہ میں خونِ حسین رضی اللہ عنہ کا بدلہ لوں اس لئے لوگو میرا ساتھ دو لوگوں نے اس پر اعتماد نہ کیا اور حضرت محمد بن حنفیہ سے اس کی تصدیق کی تو اگرچہ وہ مختار کو اچھا نہیں سمجھتے تھے مگر انہوں نے فرمایا بلاشبہ ہم پر خونِ حسین رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینا واجب ہے اس سے لوگوں کو تسلی ہوگئی اور وہ مختار کے جھنڈے تلے جمع ہونے لگے اور یہ تحریک کافی زور پکڑ گئی اس وقت حضرت عبداللہ

بن زبیر رضی اللہ عنہ کی طرف سے عبداللہ بن مطیع حاکم کوفہ تھے انہوں نے اس تحریک کو روکنے کی کافی کوشش کی یہاں تک کہ چند بار لڑائی بھی ہوئی لیکن ہر بار حاکم کوفہ کی فوج کو شکست ہوئی آخر ابن مطیع نے قلعہ کا دروازہ بند کر لیا اور اپنی شکست کا اعتراف کر کے امان طلب کی ان کو امان دے دی گئی۔ چنانچہ وہ بصرہ چلے گئے اور مختار کو عراق، کوفہ، خراسان اور اس کے اطراف وجوانب پر تسلط اور جملہ خزائن حکومت پر قبضہ حاصل ہوگیا تو اس نے اپنی حکومت کا اعلان کر دیا اور لوگوں سے اچھی طرح پیش آنے لگا اور کہتا میں خلیفۃ المہدی (مہدی کا خلیفہ) ہوں۔

مختصر یہ کہ اس نے لوگوں سے کہا مجھے ہر اس شخص کا پتہ بتاؤ جو ابن سعد کے لشکر میں تھا اور امام حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں گیا تھا یا جوان کے قتل سے خوش ہوا تھا لوگوں نے بتانا شروع کیا اور مختار نے اس کو مارنا اور سولی پر لٹکانا شروع کر دیا اس طرح سینکڑوں آدمیوں کو مارا۔

عمرو بن سعد:۔ ایک دن مختار نے اپنے دوستوں سے کہا کہ کل میں ایک ایسے شخص کو ماروں گا جس سے تمام مسلمان اور فرشتے مقربین بھی خوش ہوں گے اس وقت اس کے پاس ہیثم بن اسود نخعی بیٹھا تھا وہ سمجھ گیا کہ مختار کا ارادہ عمرو بن سعد کو مارنے کا ہے چنانچہ اس نے ایک آدمی کو عمرو بن سعد کے بلانے کے لئے بھیجا۔ عمرو بن سعد نے اپنے بیٹے حفص کو بھیج دیا جب وہ آیا تو مختار نے اس سے پوچھا تیرا باپ کہاں ہے؟ اس نے کہا گھر میں ہے مختار نے کہا اب ۔۔۔۔۔۔۔ کی حکومت چھوڑ کر کیوں گھر بیٹھا ہوا ہے امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے دن کیوں نہ گھر بیٹھا۔ پھر اس نے اپنے خاص

محافظ ابو عمرہ کو بھیجا کہ ابن سعد ملعون کو قتل کر کے اس کا سر کاٹ کر لے آؤ۔ وہ گیا اور اس نے ابن سعد کو واصل جہنم کیا اور اس کا سر کاٹ کر اپنی قبا میں چھپا کر لے آیا اور مختار کے آگے لا کے رکھ دیا مختار نے حفص بن عمرو بن سعد سے کہا پہچانتے ہو یہ کس کا سر ہے؟ اس نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ پڑھ کر کہا ہاں یہ میرے باپ کا سر ہے اور اب ان کے بعد زندگی میں کچھ مزا نہیں۔ مختار نے کہا سچ کہتے ہو حکم دیا اس کو بھی واصل جہنم کرو۔ وہ بھی قتل ہوا مختار نے کہا عمرو بن سعد کا سر حسین رضی اللہ عنہ کے سر کا بدلہ ہے اور حفص کا سر علی اکبر بن حسین رضی اللہ عنہما کے سر کا۔ اگر چہ یہ دونوں کے برابر نہیں ہو سکتے۔ خدا کی قسم اگر میں ایک تہائی قریش کو بھی قتل کر دوں تو وہ سب حسین رضی اللہ عنہ کی ایک انگلی کے برابر بھی نہیں ہو سکتے۔

مختار نے ان دونوں سروں کو حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا اور ساتھ ہی لکھ بھیجا کہ جس جس پر مجھے قدرت حاصل ہوئی ہے اس کو میں نے قتل کر دیا ہے اور جو باقی رہ گئے ہیں وہ بھی اللہ کی پکڑ سے نہیں بچ سکتے اور جب تک ان کے ناپاک وجود سے زمین کو پاک نہ کر دوں ان کی تلاش سے باز نہ رہوں گا۔

(تاریخ طبری صفحہ ۱۲۷ جلد ۷، تاریخ کامل ابن اثیر صفحہ ۹۴ جلد ۴
البدایہ والنہایہ، ابن کثیر صفحہ ۲۷۳ جلد ۴)

امام ابن سیرین فرماتے ہیں ایک دن مولا علی رضی اللہ عنہ نے عمرو بن سعد سے فرمایا اس وقت تیرا کیا حال ہوگا جب کہ تو ایک ایسے مقام پر کھڑا ہوگا کہ تجھے جنت و دوزخ کے درمیان اختیار دیا جائے گا پس تو دوزخ ہی کو اختیار کرے گا۔

(تاریخ کامل ابن اثیر صفحہ ۹۴ جلد ۴)

علامہ ابن کثیر امام واقدی سے نقل فرماتے ہیں ایک دن حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما تشریف فرما تھے کہ آپ کا غلام اس حالت میں آیا کہ اس کی دونوں ایڑیوں پر خون بہہ رہا تھا حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا یہ کس نے تیرے ساتھ ایسا کیا ہے؟ اس نے کہا آپ کے بیٹے عمرو نے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے اللہ اس کو قتل کر اور اس کا بھی خون بہا اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی دعا قبول ہوتی تھی۔ (البدایہ والنہایہ صفحہ ۲۷۳ جلد ۸)

خولی بن یزید:۔ خولی وہ بد بخت انسان تھا جس نے حضرت امام کے سر انور کو جسم اقدس سے جدا کیا تھا اس بد بخت کی گرفتاری کے لئے مختار نے معاذ بن ہانی اور اپنے محافظ خاص ابو عمرہ کو چند ساتھیوں کے ساتھ بھیجا انہوں نے آ کر خولی کے مکان کا محاصرہ کر لیا اس بد بخت کو معلوم ہوا تو یہ اپنے مکان کے اندر ایک جگہ چھپ گیا اور بیوی سے کہہ دیا کہ تم لاعلمی کا اظہار کر دینا۔ معاذ نے ابو عمرہ سے کہا تم آواز دو۔ آواز سن کر خولی کی بیوی باہر نکلی انہوں نے کہا تمہارا شوہر کہاں ہے؟ اس نے زبان سے تو کہا مجھے معلوم نہیں وہ کہاں ہے اور ہاتھ کے اشارے سے اس کے چھپنے کا مقام بتا دیا۔ اس جگہ پہنچے اور اس کو گرفتار کر لیا۔ اسے مختار کے سامنے پیش کیا گیا اس نے اس کے قتل اور جلانے کا حکم دیا۔ چنانچہ اس بد بخت کو پہلے قتل کیا گیا اور پھر جلا دیا گیا۔

فائدہ: خولی کی بیوی عیوف بنت مالک بن نہاد حجرت موت کی رہنے والی تھی جس دن سے خولی ملعون حضرت امام کا سر لایا تھا اس دن سے وہ اس کی جانی دشمن ہو گئی تھی۔

(طبری صفحہ ۱۲۷ جلد ۷، ابن اثیر صفحہ ۹۴ جلد ۴، البدایہ والنہایہ صفحہ ۲۷۲ جلد ۸)

شمر ذی الجوشن:۔ مسلم بن عبداللہ الضبابی کہتا ہے کہ ہم شمر ذی الجوشن کے ہمراہ تیز رو گھوڑوں پر سوار ہو کر کوفہ سے نکلے۔ مختار کے غلام زربی نے ہمیں آلیا اور شمر پر حملہ آور ہوا۔ شمر اس کے حملے کو روکتا رہا آخر شمر نے ایک ایسا وار کیا کہ اس کی کمر توڑ دی۔ جب مختار کو معلوم ہوا تو اس نے کہا اگر یہ مجھ سے مشورہ کرتا تو میں اس کو اس طرح شمر پر حملہ کرنے کا حکم نہ دیتا۔ شمر وہاں سے چل کر کوفہ اور بصرہ کے تقریباً درمیان دریا کے کنارے واقع ایک گاؤں کلتانیہ میں پہنچا اور ایک دیہاتی مزدور کو بلا کر اس کو مار پیٹ کر مجبور کر دیا کہ میرا یہ خط مصعب بن زبیر تک پہنچائے۔ اس خط پر یہ پتہ لکھا تھا شمر ذی الجوشن کی طرف سے امیر مصعب بن زبیر کے نام۔ وہ مزدور اس خط کو لے کر روانہ ہوا۔ راستہ میں ایک بڑا گاؤں آباد تھا اس میں پہنچ کر وہ مزدور اپنے ایک جاننے والے مزدور دوست سے ملا اور اس سے شمر کی سختی اور زیادتی کی شکایت کر رہا تھا اتفاق سے اسی گاؤں میں مختار کے محافظ دستے کا رئیس ابو عمرہ چند سپاہیوں کے ساتھ جنگی چوکی قائم کرنے کے لئے آیا ہوا تھا عین اس وقت جبکہ وہ دونوں باتیں کر رہے تھے مختار کا ایک سپاہی عبدالرحمٰن بن عبید وہاں سے گزرا اس نے اس مزدور کے ہاتھ میں شمر کا وہ خط دیکھا اور پتہ پڑھ کر مزدور سے پوچھا کہ شمر کہاں ہے؟ مزدور نے بتا دیا اس سپاہی نے فوراً آکر ابو عمرہ کو بتایا۔ یہ اسی وقت اپنے سپاہیوں کے ساتھ اس کی طرف چلے۔

مسلم بن عبداللہ کہتا ہے میں نے شمر سے کہا ہمیں یہاں سے چلے جانا چاہیے کیونکہ یہاں مجھے خوف سا محسوس ہوتا ہے۔ شمر نے کہا میں تین دن سے پہلے یہاں سے نہیں جاؤں گا میں یہ سمجھتا ہوں کہ تمہیں یہ خوف مختار کذاب کی وجہ سے محسوس ہو رہا ہے

اور تم مرعوب ہو گئے ہو چنانچہ رات کو میں گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سن کر جاگ پڑا اور اپنی آنکھیں مل رہا تھا کہ اتنے میں انہوں نے آکر تکبیر کہی اور ہماری جھونپڑیوں کو گھیرے میں لے لیا۔ ہم تو اپنے گھوڑے وغیرہ چھوڑ کر پیدل ہی بھاگ نکلے اور وہ سب شمر پر ٹوٹ پڑے اور وہ کپڑے اور زرہ وغیرہ بھی نہ پہن سکا ایک پرانی سی چادر اوڑھے ہوئے صرف نیزی ہاتھ میں لے کر ان کا مقابلہ کرنے لگا تھوڑی ہی دیر کے بعد میں نے تکبیر کی آواز کے ساتھ سنا کہ اللہ نے خبیث کو واصل جہنم کیا پھر اس کے بعد انہوں نے اس کی لاش کو کتوں کے آگے پھینک دیا۔

(طبری صفحہ۱۲۱ جلد۷، ابن اثیر صفحہ۹۲ جلد۴، البدایہ والنہایہ صفحہ۲۷۰ جلد۸)

مالک بن اعین الجہنی بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن دباس جس نے محمد بن عمار بن یاسر کو قتل کیا تھا اس نے قاتلان حسین میں سے چند آدمیوں کے نام مختار کو بتائے جن میں عبداللہ بن سعد بن النزال الجہنی مالک بن النسر البدی اور حمل بن مالک المحاربی بھی تھے اور یہ قادسیہ میں رہتے تھے مختار نے اپنے سرداروں میں ایک سردار ابو نمر مالک بن عمرو النہدی کو ان کی گرفتاری کے لئے بھیجا اس نے وہاں پہنچ کر ان کو گرفتار کر لیا اور مختار کے سامنے پیش کیا مختار نے ان سے کہا: اے اللہ اور اللہ کی کتاب اور اللہ کے رسول اور آل رسول ﷺ کے دشمنو! حسین ابن علی رضی اللہ عنہما کہاں ہیں۔ میرے سامنے حسین رضی اللہ عنہ کا حق ادا کرو ظالمو! تم نے ان کو قتل کیا جن پر نماز میں تمہیں درود پڑھنے کا حکم دیا گیا تھا۔ انہوں نے کہا اللہ آپ پر رحم فرمائے ہمیں زبردستی بھیجا گیا تھا حالانکہ ہم پسند نہیں کرتے تھے اب ہم پر احسان فرمائیں اور ہمیں چھوڑ دیں۔ مختار نے کہا کیا تم نے اپنے نبی کے نواسے پر احسان کیا اور ان کو چھوڑا اور

ان کو پانی پلایا؟

پھر مختار نے مالک البدی سے کہا تو نے ان کی ٹوپی اتاری تھی؟ عبداللہ بن کامل نے کہا جی ہاں اسی نے اتاری تھی۔ مختار نے حکم دیا اس کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کاٹ کر چھوڑ دو تاکہ یہ اسی طرح تڑپ تڑپ کر مر جائے۔ چنانچہ اس کے حکم پر عمل کیا گیا اور تڑپ تڑپ کر مرا اور دوسرے دونوں یعنی عبداللہ الجہنی کو عبداللہ بن کامل نے ۔۔۔۔ حمل بن مالک المحاربی کو سعر بن ابی سعر نے مختار کے حکم سے قتل کر دیا۔

(طبری صفحہ ۱۲۴ جلد ۷، ابن اثیر صفحہ ۹۲ جلد ۴)

حکیم بن طفیل الطائی:۔ اس نے کربلا میں حضرت عباس علمبردار کے لباس اور اسلحہ پر قبضہ کیا تھا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو تیر مارا تھا یہ کہا کرتا تھا کہ میرا تیر ان کے پاجامے میں لگا تھا جس سے ان کو کوئی ضرر نہ پہنچا تھا۔ مختار نے عبداللہ بن کامل کو اس کی گرفتاری کے لئے بھیجا اس نے جا کر گرفتار کر لیا حکیم کے گھر والے عدی بن حاتم کے پاس جا کر فریادی ہوئے کہ اس کو چھڑائیں۔ مختار عدی کی قدر اور احترام کرتا تھا عدی مختار کے پاس برائے سفارش آئے۔ سپاہیوں کو راستہ میں معلوم ہوا تو انہوں نے عبداللہ بن کامل سے کہا کہ مختار عدی کی سفارش قبول کریں گے اور یہ خبیث بچ جائے گا حالانکہ آپ اس کے جرم سے بخوبی واقف ہیں بہتر یہ ہے کہ ہم اس کو مختار کے پاس نہ لے جائیں اور قتل کر دیں۔ ابن کامل نے اجازت دے دی۔ چنانچہ اس کو ایک مکان میں لے گئے اور کہا تو نے ابن علی کا لباس اتارا تھا ہم تیرا لباس اتارتے ہیں چنانچہ انہوں نے اس کے سب کپڑے اتار دیئے۔ اور برہنہ کر دیا پھر کہا تو نے امام

حسین رضی اللہ عنہ کو تیر مارا تھا اب ہم تجھے تیروں کا نشانہ بناتے ہیں یہ کہہ کر اس کو تیروں سے فی النار کر دیا۔ ادھر عدی مختار کے پاس پہنچے مختار نے ان کا احترام کیا اور آنے کی غرض پوچھی۔ عدی نے بیان کی۔ مختار نے کہا ابو طریف تم حسین رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کی سفارش کرتے ہو؟ عدی نے کہا اس پر جھوٹا الزام ہے۔ مختار نے کہا اگر یہ سچ ہے کہ ہم اس کو چھوڑ دیں گے ابھی یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ ابن کامل نے آ کر حکیم کے قتل کی اطلاع دی۔ مختار نے کہا تم نے اس کو میرے پاس لائے بغیر اتنی جلدی کیوں قتل کر دیا۔ دیکھو یہ عدی اس کی سفارش کے لئے آئے ہیں اور یہ اس بات کے اہل ہیں کہ ان کی سفارش قبول کی جائے۔ ابن کامل نے کہا آپ کے شیعوں نے نہ مانا۔ میں مجبور ہو گیا۔ عدی نے ابن کامل کو برا بھلا کہا۔ ابن کامل بھی جواب دینے لگے مگر مختار نے اس کو خاموش رہنے کی ہدایت کی عدی ناراض ہو کر آ گئے۔

(طبری صفحہ ۱۳۸ جلد ۸، ابن اثیر صفحہ ۹۴ جلد ۴، البدایہ والنہایہ صفحہ ۲۷۲ جلد ۴)

ابو سعید الصیقل کہتے ہیں کہ سعر الحنفی نے مختار کو چند قاتلان حسین کا پتہ بتایا۔ مختار نے عبد اللہ بن کامل کو ان کی گرفتاری کے لئے بھیجا۔ اس نے ان میں سے زیاد بن مالک عمران بن خالد، عبدالرحمن بن ابی خشکارۃ البجلی اور عبداللہ بن قیس الخولانی کو گرفتار کیا اور مختار کے سامنے پیش کیا مختار نے ان سے پوچھا اے صالحین اور جنت کے نوجوان کے سردار کے قاتلو! بیشک آج تم سے اللہ بدلہ لے گا بیشک وہ ورس یعنی وقت آج تمہارے لئے بڑا منحوس دن لے کر آتی ہے وہ ورس یعنی وقت جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھی جس پر انہوں نے قبضہ کیا تھا مختار نے حکم دیا سر بازار ان کی گردنیں مارو پس ان کے ساتھ ایسا ہی کیا گیا۔ (طبری صفحہ ۱۲۵ جلد ۷، ابن اثیر صفحہ ۹۴ جلد ۴)

زید بن رقاد:۔ اس بد بخت نے حضرت عبداللہ بن مسلم بن عقیل کو تیر امارا تھا جو ان کی پیشانی میں لگا تھا انہوں نے اپنی پیشانی کو بچانے کے لئے اس پر اپنا ہاتھ رکھا تھا مگر تیر ایسا لگا کہ ہاتھ بھی پیشانی کے ساتھ پیوست ہو گیا اور جدا نہ ہو سکا۔ اس وقت ان کی زبان سے نکلا اے اللہ جس طرح ان دشمنوں نے ہمیں حقیر و ذلیل کر کے قتل کیا ہے تو بھی ان کو ذلیل کر کے قتل کر۔ پھر اسی ظالم نے ایک اور تیر مارا جو حضرت عبداللہ کے پیٹ میں لگا تھا اور وہ شہید ہو گئے۔ وہ بد بخت کہا کرتا تھا کہ میں اس نوجوان کے پاس آیا وہ تیر جو اس کے پیٹ میں لگا تھا وہ تو میں نے آسانی سے نکال لیا۔ مگر وہ تیر جو پیشانی میں لگا تھا اس کو نکالنے کی بہت کوشش کی تیر تو نکل آیا مگر پیکان نہ نکل سکا۔ مختار نے عبداللہ بن کامل کو اس بد بخت کی گرفتاری کے لئے بھیجا ابن کامل نے اپنے دستہ کے ساتھ آ کر اس کے مکان کا محاصرہ کر لیا۔ یہ بد بخت زید بڑا بہادر آدمی تھا تلوار لے کر مقابلہ کے لئے نکلا لوگ اس پر ٹوٹ پڑے ابن کامل نے کہا اس کو نیزہ یا تلوار سے نہ مارو بلکہ تیروں اور پتھروں سے ہلاک کرو۔ لوگوں نے اس قدر اس پر تیر برسائے اور پتھر مارے کہ وہ گر پڑا۔ ابن کامل نے کہا دیکھو اگر اس میں جان باقی ہو تو اس کو لاؤ چونکہ اس میں ابھی جان باقی تھی تو لوگ اس کو لائے ابن کامل نے آگ جلوائی اور اس کو فی النار کر دیا۔

(طبری صفحہ ۱۲۹ جلد ۷، ابن اثیر صفحہ ۹۵ جلد ۴، البدایہ والنہایہ صفحہ ۲۷۴ جلد ۴)

عمرو بن صبیح:۔ یہ بد بخت کہا کرتا تھا کہ میں نے حسین رضی اللہ عنہ کے رفقا کو تیروں سے زخمی کیا تھا کسی کو قتل نہیں کیا تھا۔ مختار نے آدھی رات کے وقت اس کی گرفتاری کے

لئے پولیس کو بھیجا یہ اس وقت اپنے مکان کی چھت پر اپنی تلوار تکیے کے نیچے رکھے بے خبر سو رہا تھا۔ پولیس نے چپکے سے چھت پر چڑھ کر اس کو پکڑ لیا اور اس کی تلوار بھی قبضہ میں لے لی۔ کہنے لگا خدا اس تلوار کا برا کرے یہ مجھ سے کس قدر قریب تھی اور اب کس قدر دور ہو گئی ہے۔ پولیس نے اس کو مختار کے سامنے لا کر پیش کیا۔ اس نے حکم دیا صبح تک اس کو قید میں رکھو۔ جب صبح ہوئی اور دربار عام لگا اور بہت سے لوگ جمع ہو گئے تو اس کو لایا گیا اس نے بھرے دربار میں کہا اے گروہ کفار و فجار اگر میرے ہاتھ میں تلوار ہوتی تو تمہیں معلوم ہو جاتا کہ میں بزدل اور کمزور نہیں ہوں۔ یہ بات میرے لئے مسرت کا باعث ہوتی کہ میں تمہارے علاوہ کسی اور کے ہاتھ سے قتل ہوتا کیونکہ میں تم لوگوں کو بدترین خلائق سمجھتا ہوں۔ کاش! اس وقت بھی تلوار میرے ہاتھ میں ہوتی اور میں تھوڑی دیر تک تمہارا مقابلہ کرتا اس کے بعد اس نے اپنے پاس کھڑے ہوئے ابن کامل کی آنکھ پر مکا مارا۔ ابن کامل نے ہنس کر اس کا ہاتھ پکڑا اور کہنے لگا یہ شخص کہتا ہے کہ میں نے آل محمد ﷺ کو نیزوں سے زخمی کیا ہے اب اس کے بارے میں آپ ہمیں حکم دیجئے۔ مختار نے کہا نیزے لاؤ اور اس کا نیزوں سے گھائل کرو۔ چنانچہ اس کو نیزے مار مار کر ہلاک کر دیا گیا۔ (طبری صفحہ ۱۲۹ جلد ۷، ابن اثیر صفحہ ۹۵ جلد ۴)

موسیٰ بن عامر کہتے ہیں: بیشک مختار نے قاتلان حسین رضی اللہ عنہ کو تلاش کر کر کے میرے پاس لاؤ کیونکہ جب تک میں ان کے ناپاک وجود سے پوری زمین اور شہر کو پاک نہ کر دوں گا مجھے کھانا پینا اچھا نہیں لگتا۔ (طبری صفحہ ۱۲۴ جلد ۷)

مختار کے اس جذبے اور خون حسین رضی اللہ عنہ کے انتقام لینے کی وجہ سے عوام

وخواص کثیر تعداد میں اس کے ساتھ اور اس کے معتقد ہو گئے تھے۔ مختار جب عمرو بن شمر ذوی الجوشن اشقیاء اور خولی بن یزید وغیرہ جیسے کے قتل سے فارغ ہوا تو اب اس کو ابن زیاد بد نہاد کی فکر ہوئی کیونکہ واقعہ کربلا کی یزید کے بعد سب سے زیادہ ذمہ داری اس پر عائد ہوتی تھی۔ اس بدبخت کا وجود اس کو بہت زیادہ کھٹکتا تھا جب تک وہ اس کو ختم نہ کر لیتا اس کو کیسے چین آ سکتا تھا۔ چنانچہ اس نے ابراہیم بن مالک بشتر کو ایک زبردست اور تجربہ کار فوج کثیر کے ساتھ اس کے مقابلے کے لئے بھیجا۔ ادھر ابن زیاد کو بھی معلوم ہوا تو وہ بھی لشکر کثیر کے ساتھ مقابلہ کے لئے آیا شہر موصل سے پانچ کوس کے فاصلے پر دریا کے کنارے پر دونوں لشکروں کے درمیان خوب جنگ ہوئی آخر شدید جنگ کے بعد ابن زیاد کے لشکر کو شکست ہوئی۔ شکست خوردہ لشکر مع ابن زیاد بھاگا۔ ابراہیم اشتر نے ان کا تعاقب کرنے اور ان کو مارنے کا حکم دیا چنانچہ ابن زیاد کے بہت سے لوگ مارے گئے اور خود یہ بدنہاد بھی مارا گیا۔ ابراہیم نے اس کا سر جسم سے جدا کیا اور لاش کو جلا دیا۔ جب ابن زیاد کا سر کوفہ میں آیا تو مختار نے دربار عام کیا اور ابن زیاد کے سر کو پیش کرنے کا حکم دیا جب سر پیش ہوا تو اتفاق سے اس دن بھی ۶۷ھ کا یوم عاشورہ تھا۔ مختار نے کوفیوں سے کہا دیکھو آج سے چھ سال پہلے اسی جگہ اس بدبخت کے سامنے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر پیش ہوا تھا اور آج اس کا سر میرے سامنے رکھا ہے۔ میں نے خون حسین رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے میں کوئی کمی نہیں کی ہے۔ ابن زیاد اور دیگر رؤسا کے سروں کو بطور نمائش کے ایک جگہ رکھا یا تو لوگوں نے دیکھا کہ ایک پتلا سا سانپ آیا اور اس نے سب سروں کو دیکھا اور پھر ابن زیاد کے سر میں داخل ہو کر ناک کے نتھنے سے اور ناک سے داخل ہو کر منہ سے نکلا اور

کئی مرتبہ ایسا کیا۔ چنانچہ حضرت عمارہ بن عمیر فرماتے ہیں کہ جب ابن زیاد اور اس کے ساتھیوں کے سر لائے گئے تو مسجد کے میدان میں ترتیب سے رکھے گئے میں جب ان کے قریب پہنچا تو وہاں جو لوگ تھے وہ کہہ رہے تھے کہ وہ آ گیا وہ آ گیا تو اچانک ایک سانپ آیا اور وہ سروں میں پھرنے لگا حتی کہ ابن زیاد کے نتھنوں میں داخل ہو گیا۔ تھوڑی دیر ٹھہر کر پھر نکلا اور چلا گیا یہاں تک وہ غائب ہو گیا۔ پھر لوگ کہنے لگے وہ آ گیا وہ آ گیا پس اس سانپ نے اسی طرح دو تین بار کیا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(ترمذی شریف باب المناقب)

حضرت مغیرہ فرماتے ہیں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ابن مرجانہ (ابن زیاد) کی ماں نے اپنے بیٹے سے کہا او خبیث تو نے نواسہ رسول ﷺ کو قتل کیا ہے خدا کی قسم تو کبھی بھی جنت کو نہیں دیکھے گا۔

(تہذیب التہذیب صفحہ ۳۵۷ جلد ۲، ابن اثیر صفحہ ۱۰۲ جلد ۴)

ابن زیاد کے قتل کے وقت ابن مفرغ نے اشعار کہے جن کا ترجمہ یہ ہے: جب موتیں کسی ظالم و جابر کے پاس آتی ہیں تو وہ حاجبوں اور دروازوں کے پردے چاک کر دیتی ہیں یعنی رسوا کر دیتی ہیں۔ میں اس خبیثہ کے بچے اور اس فرومایہ و ناکس کے بچے کی موت کے وقت کہتا ہوں کہ شکر ہے وہ ہلاک ہوا تو ان بدبختوں میں سے جن کے مردوں کو دفن کے وقت زمین بھی قبول نہیں کرتی اور ملبوس نجاست وغلاظت کو کیسے قبول کرے۔

(ابن اثیر صفحہ ۱۰۳ جلد ۴)

عمر بن الحباب السلمی نے لشکر ابن زیاد کی مذمت میں کہا جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔ وہ لشکر جو اپنے قیام کے دوران شراب نوشی اور زنا کو جمع کرے وہ طاقت ور دشمن کے

مقابلے میں فتح مند نہیں ہو سکتا۔ (ابن اثیر صفحہ ۱۰۴ جلد ۴)

حقیقت یہ ہے کہ مختار نے شہدائے کربلا کے مقدس خون کا خوب بدلہ لیا۔ ہزاروں دشمنانِ اہل بیت کو تہ تیغ کیا اور چن چن کر واصل جہنم کیا اور کسی کے ساتھ کسی قسم کی کوئی رعایت نہ کی۔ یہاں تک کہ شمر ملعون ایک روایت کے مطابق اس کا بہنوئی تھا اور دوسری روایت کے مطابق حضرت عباس بن علی رضی اللہ عنہما کا ماموں تھا اس کی پھوپھی یا بہن مولا علی رضی اللہ عنہ کی بیوی تھی اور شمر کا بیٹا مختار کا بھانجا تھا اس کی گردن مارنے کا بھی حکم دیا جب اس نے یہ عذر پیش کیا کہ میں تو معرکہ کربلا میں شریک ہی نہ تھا میرا کیا قصور ہے؟ مختار نے کہا بیشک تو شریک تو نہ تھا مگر تو فخر کیا کرتا تھا کہ میرے باپ نے حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا ہے۔

مختار کا دعوی نبوت

مختار نے قاتلان حسین کے بارے میں جو شاندار کردار ادا کیا تھا افسوس کہ وہ اس عظیم نیکی کو اپنے حق میں قائم نہ رکھ سکا اور اس پر شقاوت ازلی غالب ہوئی اور اس نے نبوت کا دعوی کر دیا اور کہا کہ میرے پاس جبرائیل امین وحی لاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے مجھ میں حلول کیا ہے (معاذ اللہ) اور اس کے کذاب ہونے کی خبر حضور پر نور عالم ماکان یکون ﷺ نے پہلے ہی دے دی تھی کہ بے شک عنقریب ثقیف میں ایک کذاب اور ایک ہلاک کرنے والا ہوگا چنانچہ ترمذی شریف میں تو باب ماجاء فی ثقیف کذاب و مبیر قائم ہے اور صحیح مسلم شریف میں بھی حدیث موجود ہے شارحین حدیث کا اس پر اتفاق ہے کہ ثقیف کے کذاب سے مراد مختار اور مبیر سے مراد حجاج بن یوسف

ہے حضرت ابوبکر بن شیبہ فرماتے ہیں کہ کسی نے حضرت عبداللہ بن عمر سے کہا کہ مختار کہتا ہے کہ مجھ پر وحی آتی ہے فرمایا سچ کہتا ہے پھر یہ آیت پڑھی اِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓـئِهِمْ کہ بے شک شیاطین اپنے دوستوں کی طرف (ابلیسی) وحی کیا کرتے ہیں کذافی عقد الفرید مختار نے احنف بن قیس کو خط لکھا کہ ہم اپنی قوم کو دوزخ کی طرف لے جا رہے ہو وہاں سے واپسی ناممکن ہے اور مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ تم لوگ میری تکذیب کرتے ہو تو اگر تم میری تکذیب کرتے ہو تو مجھ سے پہلے رسولوں کی بھی تکذیب کی گئی ہے اور میں ان سے بہتر نہیں (طبری صفحہ ۱۴۳۲ جلد ۷ البدایہ والنھایہ صفحہ ۲۷۵ جلد ۷) عیسیٰ بن دینار فرماتے ہیں کہ میں نے ابو جعفر حضرت امام محمد باقرؓ سے مختار کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنے باپ علیؓ بن حسینؓ (زین العابدین) کو دیکھا کہ کعبۃ اللہ کے دروازے پر کھڑے ہوئے مختار پر لعنت کر رہے تھے ایک شخص نے ان سے کہا اللہ مجھے آپ پر نثار کرے آپ اس شخص پر لعنت کر رہے ہیں جو آپ ہی لوگوں کے معاملے میں ذبح کیا گیا آپ نے فرمایا بلا شبہ وہ کذاب تھا کیونکہ وہ اللہ اور اس کے رسول پر جھوٹ باندھا کرتا تھا (طبقات ابن سعد صفحہ ۲۱۳ جلد ۵) امام جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں اور عبداللہ بن زبیر کی خلافت کے ایام میں مختار کذاب جس نے نبوت کا دعوے کیا تھا خروج کیا تھا تو ابن زبیر نے اس کے مقابلہ کے لئے ۶۷ھ میں لشکر تیار کر کے بھیجا جس نے اس ملعون کو شکست دے کر قتل کیا (تاریخ الخلفاء صفحہ ۸۲) بعض لوگ جب اس قسم کی کوئی بات سنتے یا پڑھتے ہیں تو حیران ہو جاتے ہیں کہ اللہ تعالے نے جس شخص کو اپنے حبیب ﷺ کے اھلبیت کے دشمنوں سے انتقام لینے کے لئے منتخب کیا وہ گمراہ کذاب اور ملعون کیسے ہو

سکتا ہے ملعون کذاب کو بھی کیا ایسا شاندار کارنامہ ادا کرنے کی توفیق حاصل ہو سکتی ہے؟

اس شبہ کا ازالہ:۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ایسا ہونا شرعاً یا عقلاً کسی طرح بھی محال اور ناممکن نہیں۔ دیکھئے ابلیس لعین کتنا بڑا عابد و زاہد اور عالم و فاضل تھا بالآخر ملعون ہو گیا۔ بلعم بن بعور کیسا زاہد و عابد اور مستجاب الدعوات تھا آخر قعر مذلت میں گر گیا اور کتے کی شکل میں دوزخ میں جائے گا۔ اسی طرح بہت سے لوگ ایسے ہوئے ہیں جنہوں نے بڑے بڑے شاندار کارنامے انجام دیئے اور آخر قسمت کی بدنصیبی کا شکار ہو کر تباہ و برباد ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو وحی فرمائی کہ میں نے یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کے قتل کے عوض ستر ہزار افراد قتل کرائے تھے اور تمہارے نواسے کے عوض ان سے دوگنے قتل کراؤں گا۔ تاریخ شاہد ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے خون ناحق کا بدلہ لینے کے لئے اللہ تعالیٰ نے بخت نصر جیسے ظالم بدترین خلائق کو مقرر فرمایا۔ جو خدا ہونے کا دعویٰ کرتا تھا اسی طرح حضرت امام رضی اللہ عنہ کے خون ناحق کا بدلہ لینے کے لئے اللہ تعالیٰ نے مختار ثقفی جیسا کذاب نبوت کا دعویٰ کرنے والا بدترین خلق مقرر فرمایا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَكَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (القرآن پارہ ۸ آیت ۱۲۹)

ترجمہ:۔ اور اسی طرح ہم مسلط کرتے ہیں بعض ظالموں کو بعض ظالموں پر بوجہ ان کرتوتوں کے جو وہ کرتے رہتے تھے۔ یعنی ظالموں کو ہی ظالموں پر مسلط کر کے پھر ظالموں ہی کے ہاتھوں ظالموں کو ذلیل و خوار اور تباہ و برباد کرتے ہیں۔

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں: بیشک اللہ تعالیٰ اس دین اسلام کی مدد فاجر یعنی بدکار

آدمی کے ذریعے سے بھی کرالیتا ہے۔ (سراج منیر شرح جامع الصغیر صفحہ ۱۷۳)

جزع فزع کی ممانعت بحوالہ کتب روافض:۔

کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ میں کا جابجا مومنوں کو صبر کی ترغیب دی گئی ہے اور جزع فزع سے منع کیا گیا ہے ائمہ اہل بیت کی بھی یہی تعلیم ہے اگر ان سے سچی عقیدت و محبت ہے اور ان کے سچے پیرو ہیں تو ہمیں ان کی تعلیم پر عمل کرنا چاہیے۔ چنانچہ روافض کی کتاب فروع کافی صفحہ ۱۲۱ میں ہے: جابر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوجعفر محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ جزع کیا ہے؟ فرمایا: ویل، اور بلند آواز سے چیخ مارنا۔ یعنی واویلا اور شور کرنا اور منہ پر طمانچہ مارنا اور سینہ زنی کرنا اور ماتھے کے بال نوچنا اور جس نے رونے کی مجلس (عزا) کو قائم کیا بلا شبہ اس نے صبر کو ترک کیا اور ہمارے طریقہ کو چھوڑ کر غیر طریقہ اختیار کیا اور جو صبر کرے اور اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ پڑھے اور اللہ تعالیٰ عزوجل کی حمد کرے اور جو کچھ اللہ نے کیا اس پر راضی رہے اس کا اجر و ثواب اللہ کے ذمہ کرم پر واقع ہو گیا اور جو ایسا نہ کرے جبکہ اس پر کوئی قضا واقع ہو تو وہ برا آدمی ہے اور اللہ تعالیٰ اس کا اجر و ثواب برباد کر دیتا ہے۔ (فروع کافی)

اس روایت میں جزع فزع سینہ زنی کی ممانعت اور صبر کا حکم ہے۔

فروع کافی صفحہ ۱۲۱ میں دوسری روایت میں ہے: امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں بیشک صبر و تکلیف و مصیبت دونوں مومن کو پیش آتے ہیں جب مومن کو تکلیف و مصیبت آتی ہے تو وہ صبر کرتا ہے اور بیشک جزع اور تکلیف و مصیبت دونوں کافر کو بھی

پیش آتے ہیں تو جب کافر کو مصیبت آتی ہے تو وہ جزع فزع کرتا ہے۔ (فروع کافی)
اسی روایت میں امام صادق رضی اللہ عنہ نے مومن اور کافر کی شناخت بیان فرمائی۔
مومن مصیبت کے وقت صبر ہی کا مظاہرہ کرتا ہے اور کافر پہ وقتِ مصیبت جزع فزع کرتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ صبر مومن کا شیوہ ہے اور جزع فزع کافر کا۔

۳:۔صافی شرح اصول کافی صفحہ ۱۷۱ میں امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے: فرمایا صبر بمنزلہ سر ایمان ہے جب سر ہی نہ رہے تو جسم بھی نہیں رہتا۔ اسی طرح جب صبر جاتا رہتا ہے ایمان بھی نہیں رہتا یعنی صبر اور ایمان دونوں لازم وملزوم ہیں۔
(صافی شرح اصول کافی)

۴:۔نہج البلاغہ میں ہے: مولا علی نے حضور ﷺ کے وصال پر غسل کے موقع پر فرمایا: گو آپ ﷺ نے ہمیں صبر کرنے کا حکم نہ دیا ہوتا اور جزع وفزع سے منع نہ کیا ہوتا تو ہم آپ کی وفات پر اتنا روتے کہ بدن کی رطوبت خشک ہو جاتی۔ (نہج البلاغہ)

فائدہ: مولا علی نے ایسے غم کے الم ناک موقع پر بھی صبر کیا اور جزع فزع نہیں کیا کیونکہ دین مصطفیٰ ﷺ میں اس کی ممانعت تھی۔

۵:۔فروغ کافی صفحہ ۱۱۹ جلد ۱ میں ہے: جب مولا علی شہید ہوئے تو امام حسین مدینہ میں تھے حضرت امام حسین نے ان کو خط کے ذریعے اطلاع دی جب انہوں نے خط پڑھا فرمایا کیسی بڑی مصیبت پیش آئی ہے لیکن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: کہ تم میں سے جس کو کوئی مصیبت پیش آجائے اس کو چاہیے کہ وہ میری وفات کی مصیبت یاد کرلے کیونکہ رسول کی وفات سے بڑھ کر مسلمان کے لئے کوئی اور بڑی مصیبت نہ ہوگی اور آپ ﷺ نے سچ فرمایا۔ (فروع کافی)

جب سرکار کی وفات والی اعظم مصیبت پر صبر کا حکم ہے تو پھر کسی اور مصیبت پر بے صبری، جزع فزع اور سینہ زنی کب جائز ہو سکتی ہے۔

۶:۔نہج البلاغہ صفحہ ۱۵۸ جلد ۳: مولا علی فرماتے جب مصیبت کے وقت اپنا ہاتھ اپنی ران پر مارے اس کے اعمال برباد ہو جاتے ہیں۔ ۷:۔فروع کافی صفحہ ۱۲۱ جلد اول میں امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو مسلمان مصیبت کیوقت اپنا ہاتھ اپنی ران پر مارتا ہے تو وہ اپنا اجر وثواب برباد کر دیتا ہے۔

۸:۔انہی سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں میت پر چیخنا چلانا اور کپڑے پھاڑنا لائق اور مناسب نہیں ہے۔ (فروع کافی صفحہ ۱۲۲ جلد اول)

دوسری روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں۔ لیکن لوگ اس کو نہیں سمجھتے اور صبر بہتر ہے۔

۹:۔فروع کافی صفحہ ۱۲۲ جلد اول میں ہے: العلا بن کامل کہتے ہیں: کہ میں امام صادق علیہ السلام کے پاس بیٹھا تھا ایک مکان سے ایک چیخنے والی کے چیخنے کی آواز آئی حضرت امام (ناراض ہوکر) کھڑے ہوگئے پھر بیٹھ گئے اور انا اللہ پڑھ کر وہی حدیث بیان فرمائی جو اوپر مذکور ہوئی پھر فرمایا بیشک ہمیں یہی محبوب اور مطلوب ہے کہ ہماری جانوں اور ہماری اولاد میں اور ہمارے مالوں میں خیر وعافیت رہے۔ لیکن جب کوئی قضا واقع ہو جائے تو پھر ہم وہی پسند کریں جو اللہ نے ہمارے لئے پسند کیا ہے۔

۱۰:۔انارۃ البصائر صفحہ ۲۹۷ جلد ۴ میں ہے: امام حسین رضی اللہ عنہ نے کربلا میں اپنی ہمشیر حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے فرمایا: بہن! جو میرا حق تم پر ہے اسی کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ میری مفارقت کی مصیبت پر صبر کرنا پس جب میں شہید ہو جاؤں تو ہرگز اپنا منہ نہ پیٹنا اور اپنے بال نہ نوچنا اور گریبان چاک نہ کرنا کہ تم زہرہ بتول کی بیٹی

ہو جیسا انہوں نے پیغمبر خدا کی جدائی کی مصیبت میں صبر فرمایا تھا اسی طرح تم بھی میری مصیبت میں صبر کرنا۔ اب دیکھئے پیغمبر خدا ﷺ نے اپنی وفات کے وقت سیدہ زہرہ بتول کو کیا وصیت فرمائی۔ چنانچہ ۱۱: فروع کافی صفحہ ۲۱۴ جلد ۲، حیاۃ القلوب صفحہ ۲۵۲ جلد ۲ میں ہے: ابن بابویہ بسند معتبر امام محمد باقر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول نے اپنی وفات کے وقت اپنی بیٹی حضرت فاطمہ سے فرمایا کہ اے بیٹی جب میں انتقال کر جاؤں تو اپنا منہ نہ پیٹنا بال نہ بکھیرنا، واویلا نہ کرنا اور مجھ پر نوحہ نہ کرنا اور نہ نوحہ گروں کو بلانا۔ اسی وصیت کے مطابق ہی سیدہ نے کہا: اس کے خلاف نہ کیا حضرت عالی مقام بھی سیدہ زینب سے فرما رہے ہیں کہ آپ کی والدہ ماجدہ کی طرح تم بھی میری مصیبت میں صبر کرنا چنانچہ انہوں نے بھی وصیت کے مطابق کیا۔

۱۲: جلاء العیون اردو صفحہ ۱۷۸ میں ہے: امام پاک نے فرمایا: اے خواہر نیک اختر خدا سے خوف لازم ہے قضائے حق تعالیٰ پر راضی رہنا چاہیے واضح ہو کہ سب اہل زمین شربت ناگوار مرگ نوش کریں گے اور ساکنان آسمان بھی باقی نہ رہیں گے مگر ذات حق تعالیٰ باقی ہے اور سب معرض زوال وفنا میں ہیں۔ خدا سب کو مار ڈالے گا اور پھر زندہ کرے گا فقط اسی کو بقا ہے۔ دیکھو ہمارے پدر و مادر اور برادر شہید ہوئے اور سب سے بہتر تھے۔ جناب رسول خدا ﷺ کہ اشرف المخلوقات تھے دنیا میں رہے اور بہ جانب سرائے باقی رحلت فرمائی۔ اسی طرح بہت سے مواعظ اپنی خواہر سے بیان کر کے وصیت کی اور کہا اے خواہر گرامی تم کو میں قسم دیتا ہوں کہ جب میں شہید ہو کر بہ عالم بقا رحلت کروں گریباں چاک نہ کرنا اور منہ نہ نوچنا، واویلا نہ کرنا۔

صفحہ ۲۰ جلد اول میں ہے: بہ صبر و شکیبائی حکم فرما کے بہ وعدہ ثواب ہائے غیر متناہی الٰہی

تسکین دے کو ارشاد فرمایا چادریں سر پر اوڑھ لو اور آمادہ لشکر مصیبت و بلا ہو کر خدا ہی تمہارا حامی ناصر ہے۔ شر اعداء سے تم کو وہی نجات دے گا اور عاقبت بخیر کرے گا اور تمہارے دشمنوں پہ انواع عذاب و بلا مبتلا کرے گا اور تمہیں ان بلاؤں، مصیبتوں کے عوض دنیا و عقبیٰ میں بہ انواع نعمت و کرامت ہائے بے اندازہ سرفراز فرمائے گا ہرگز ہرگز صبر و شکیبائی سے دستبردار نہ ہونا اور کلام ناخوش زبان پر نہ لانا کہ موجب نقص ثواب ہوگا۔

۱۳: جامع عباسی اردو مطبوعہ مطبع یوسفی دہلی کے صفحہ ۲۶۷ میں ہے مکروہ ہے سیاہ لباس پہننا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے ایک نبی کے پاس وحی بھیجی کہ مومنوں سے کہہ دے کہ میرے دشمنوں کا لباس نہ پہنیں یعنی کالے کپڑے

۱۴: من لا یحضرہ الفقیہ صفحہ ۵۱ میں ہے حضرت امام جعفر صادق سے سوال کیا گیا کہ سیاہ ٹوپی پہن کر نماز درست ہے؟ فرمایا سیاہ ٹوپی پہن کر نماز نہ پڑھے کیونکہ سیاہ لباس دوزخیوں کا ہے اور امیر المومنین حضرت مولا علی نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ کالے کپڑے نہ پہنو کیونکہ یہ فرعون کا لباس ہے۔ (من لا یحضرہ الفقیہ کتاب روافض)

یہ ائمہ اہل بیت کے بارہ ارشادات ان کے مبارک عدد کے مطابق اثنا عشریوں کی خدمت میں خود ان کی نہایت معتبر کتب سے ہدیہ میں ان میں بارہ ارشادات میں واضح طور پر بارہ ہی ہدایات ہیں۔

۱۔ مصیبت کے وقت صبر و شکیبائی ہرگز نہ چھوڑو کہ مصیبت پر صبر ہی مومن کا شیوہ اور نشانی ہے۔ ۲۔ مصیبت کے وقت جزع و فزع یعنی چیخنا چلانا واویلا و شور کرنا کافروں کا شیوہ اور نشانی ہے۔ ۳۔ مصیبت کے وقت منہ نہ پیٹو۔ ۴۔ سینہ زنی (ماتم) نہ کرو۔ ۵۔ بال

ل نہ بکھیرو۔٦۔بال نہ نوچو۔٧۔ننگے سر نہ ہو۔٨۔رانوں پر ہاتھ نہ مارو۔٩۔
کپڑے نہ پھاڑو گریباں چاک نہ کرو۔١٠۔زبان پر کلام ناخوش یعنی رضائے الٰہی
کے خلاف کلمات نہ لاؤ۔١١۔مجالس عزا یعنی رونے کی مجلسیں قائم نہ کرو کہ یہ سب صبر
ورضا کے خلاف ہیں اور اسلام میں صبر ورضا کا حکم ہے۔١٢۔کالے کپڑے نہ پہنو کہ یہ
دوزخیوں کا اور فرعون کا لباس ہے۔

اب دیکھئے کون ہٹ دھرمی ضد اور جہالت کو چھوڑ کر آئمہ کرام کی سچی
عقیدت اور محبت وپیروی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان ہدایات پر عمل کرتا ہے اور کون
تاویلات فاسدہ کر کے اپنا ایمان اور اعمال تباہ کرتا ہے۔ بعض لوگوں نے نہایت
ناانصافی کرتے ہوئے لکھ دیا ہے کہ صحیح روایات کے ساتھ بھی ذکر شہادت بیان کرنا
تشبہ بالروافض کی وجہ سے حرام ہے نیز حدیث میں مرثیوں کے پڑھنے کی ممانعت آئی
ہے۔ اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ اول تو ذکر شہادت حسنین کریمین کرنا ہرگز ہرگز
روافض کا شعار نہیں بلکہ اہل سنت وجماعت بھی ذکر شہادت کرتے ہیں البتہ خوارج
اس کے ذکر کی تمنا وہ نہیں کرتے بلکہ ذکر شہادت سے جلتے ہیں اور اسے سخت ناپسند
کرتے ہیں تو ذکر شہادت سے روکنے والے خوارج سے مشابہت کرنے والے
ٹھہرے۔ دوم روافض تو صحیح روایات کے ساتھ ذکر شہادت کرتے ہی نہیں وہ تو اکثر
جھوٹی روایتیں بیان کرتے ہیں اور اہل بیت اطہار کے متعلق ایسی باتیں کرتے ہیں جو
ان کی شان رفیع کے ہرگز لائق نہیں ہوتیں اور وہ مرثیے بھی ایسے پڑھتے ہیں جن
میں احوال واقعی نہیں ہوتے بلکہ جھوٹ اور بہتان زیادہ ہوتا ہے نیز وہ صحابہ کرام کی
توہین وتکفیر کیا کرتے ہیں علاوہ ازیں ان کی مجالس مجلس میں نوحہ ماتم اور بہ تکلف رلانا

وغیرہ ہوتا ہے اور اہل سنت کی محافل میں شان صحابہ کرام بھی بیان ہوتی ہے اور روافض
کے الزامات اور بہتانات کا جواب بھی ہوتا ہے اور ذکر شہادت صحیح روایات کے ساتھ
ہوتا ہے اور ماتم وغیرہ بالکل نہیں ہوتا تو مشابہت کیسے ہوئی؟ اور حدیث میں جن
مرثیوں کی ممانعت ہے وہ وہی ہوتے ہیں جن میں واہی تباہی غلط باتیں اور اس قسم
کے ذکر ومواعظ کی ہرگز ممانعت نہیں ہے حسنین کریمین جیسے محبوبوں کے مصائب پر
بوجہ درد محبت دل بھر آئے اور بلا قصد واختیار رقت طاری ہوجائے اور آنکھوں میں
اشک جاری ہوجائیں تو یہ رونا بھی عین رحمت اور علامت محبت ایمان ہے البتہ جزع
فزع اور سینہ کوبی وغیرہ بلاشبہ حرام وناجائز ہے۔

مختار اور راجح قول کے مطابق :۔امام اعظم کے نزدیک یزید پر لعنت جائز ہے
اگرچہ آپ کا مشہور قول توقف ہے جسے یزیدی مولوی اپنا سہارا سمجھتے ہیں لیکن کتب
متعددہ کے حوالہ جات سے ثابت ہے کہ امام اعظم بھی یزید پر لعنت بھیجتے ہیں چنانچہ
دیوبندی مولوی عبدالرشید اپنی کتاب حادثہ کربلا کا پس منظر صفحہ ٣٦٦ میں بحوالہ فتاوی
عزیزیہ مطبوعہ مجتبائی دہلی صفحہ ١٠٠ جلد اول لکھتا ہے امام ابوحنیفہ سے یزید پر لعنت کے
بارے میں توقف کی تصریح ثابت نہیں بلکہ ان سے جو کچھ منقول ہے وہ تعارض
روایات کے وقت کا قول ہے یزید کے بارے میں خود ان کی تصریح آگے آرہی ہے کہ
اس پر لعنت جائز ہے۔

٢۔ الشان الشیبہ من ارتکاب الغیبہ از مولانا عبدالحی فرنگی محلی صفحہ ٦٠ طبع ١٣٩٧
ھ شائع کردہ مکتبہ عارفین کراچی یزید پر لعنت کے سلسلہ میں امام احمد کی جو رائے ہے

(یعنی یزید پر) لعنت جائز ہے وہی حضرت امام اعظم ابو حنیفہ سے مطالب المومنین میں منقول ہے یعنی امام اعظم بھی یزید پر لعنت کے جواز کے قائل ہیں۔

۳۔الاختیار صفحہ ۱۴۲ جلد دوم میں ہے اکابر حنفیہ میں امام ابو بکر احمد بن علی جاص الرازی جنہوں نے ہمیشہ امام ابو حنیفہ کے قول پر ترجیح دی نے احکام القرآن میں یزید کو لعین ہی لکھا۔

۴۔خلاصۃ الفتاوی صفحہ ۳۰ جلد چہارم میں حنفیوں کے چوٹی کے امام طاہر بن احمد عبد الرشید بخاری لکھتے ہیں میں نے شیخ امام زاہد قوام الدین صفاری سے سنا ہے وہ اپنے والد بزرگوار سے نقل کرتے ہیں کہ یزید پر لعنت کرنا جائز ہے لاباس باللعن علی یزید۔

۵۔فتاوی بزازیہ بر حاشیہ عالمگیری صفحہ ۳۴۴ جلد سوم میں عظیم حنفی محقق ابن بزاز کردری لکھتے ہیں یزید اور اسی طرح حجاج پر لعنت کرنا جائز ہے اور امام قوام الدین صفاری سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ یزید پر لعنت کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں کردری کہتے ہیں حق یہ ہے کہ یزید پر لعنت اس کے کفر کی شہرت پر اس کی گھناؤنی شرارت کی متواتر خبروں کی بنا پر جس کی تفصیلات معلوم ہیں لعنت ہی کی جائے گی۔

۶۔عظیم حنفی عالم بحر العلوم فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت صفحہ ۲۲۳ جلد دوم میں لکھتے ہیں۔یزید پلید کے ایمان میں بھی شک ہے جو طرح طرح کی خبیث حرکتیں اس نے کیں ہیں سب معروف ہیں۔

۷۔امام ربانی مجدد الف ثانی حنفی کا مسلک:۔مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب

نمبر ۲۵ حصہ چہارم میں ہے یزید پر لعنت کرنے سے امام اعظم یا دوسرے بعض بزرگوں کے توقف کا مطلب قطعاً یہ نہیں کہ وہ مستحق لعنت بھی نہیں ارشاد خداوندی ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذاء دیتے ہیں ان پر اللہ نے دنیا اور آخرت میں لعنت کی ہے۔

۸۔حیات الحیوان صفحہ ۲۲۵ جلد دوم، یزید پر لعنت کرنے کے بارے میں سلف صالحین امام ابو حنیفہ امام مالک اور امام احمد بن حنبل کے دو قسم کے قول میں ایک تصریح کے ساتھ یعنی اس کا نام لے کر لعنت کرنا دوسرا تلویح کے ساتھ یعنی بغیر نام لئے اشارۃً جیسے اللہ تعالی امام کے قاتلوں اور دشمنوں پر لعنت کرے لیکن ہمارے نزدیک ایک ہی قول ہے یعنی تصریح نہ کہ تلویح۔

۹۔حنفیوں کے چوٹی کے امام علامہ علی قاری شرح شفا صفحہ ۵۵۶ جلد دوم میں لکھتے ہیں یزید، ابن زیاد اور انہی کی مثل دوسرے لوگوں پر لعنت جائز ہے امام احمد بن حنبل تو یزید کے کفر کے قائل ہیں۔

۱۰۔حنفی مفسر سید محمود احمد آلوسی تفسیر روح المعانی پارہ ۲۶ صفحہ ۷۲ میں لکھتے ہیں میرے (حنفی امام) کے نزدیک یزید جیسے شخص معین پر لعنت کرنا جائز ہے اور درست ہے اس جیسا کوئی بھی فاسق متصور نہیں ہو سکتا اور ظاہر یہی ہے کہ اس نے توبہ نہیں کی اس کی توبہ کا احتمال اس کے ایمان کے احتمال سے بھی کمزور تر ہے یزید کے ساتھ ابن زیاد ابن سعد اور اس کی جماعت کو بھی لاحق و شامل کیا جائے گا پس اللہ تعالی کی لعنت ہو ان سب پر اور جو بھی ان کی طرف مائل ہو قیامت تک اور اس وقت تک کہ کوئی بھی آنکھ ابو عبد اللہ حسین رضی اللہ تعالی عنہ پر آنسو بہائے۔

۱۱۔ فتاوی عبدالحیٔ صفحہ ۸ جلد سوم مطبوعہ لاہور میں علامہ عبدالحیٔ لکھنوی دیوبندی (یزیدی دیوبندی عبرت پکڑیں) لکھتے ہیں

ترجمہ ملخصا:۔ یہ سخن محض باطل ہے کہ اس نے قتل حسین کا حکم نہیں دیا تھا اور نہ وہ آپ کے اور آپ کے اہل بیت کے قتل کے بعد خوش ہوا۔ (حقیقت یہ ہے کہ)

۱۲،۱۳۔ حنفیوں کے چوٹی کے امام تفتازانی شرح عقائد نسفی صفحہ ۱۱۷ مطبوعہ لاہور میں فرماتے ہیں امام احمد شارح بخاری ارشاد الساری شرح بخاری صفحہ ۱۰ جلد پنجم میں فرماتے ہیں بعض علمائے اہل سنت نے یزید پر لعنت کا اطلاق کیا ہے اس لئے کہ جب اس نے امام حسین کے قتل کا حکم دیا تھا وہ کافر ہو گیا تھا اور جمہور علماء اس پر متفق ہیں کہ اجازت دی اور جوان (سادات) کے قتل پر راضی ہے اور اس پر لعنت کو نا جائز ہے اور حق بات یہی ہے کہ یزید کا امام کے قتل پر راضی ہونا اور اس پر خوش ہونا اور اہل بیت رسول ﷺ کی توہین کرنا تواتر معنوی کے ساتھ ثابت ہو چکا ہے پس ہم نہیں توقف کرتے اس کی شان میں بلکہ اس کے ایمان میں اللہ کی لعنت ہو اس (یزید پلید) پر اور اس کے دوستوں پر اور اس کے مددگاروں پر۔

۱۴۔ نبراس شرح شرح عقائد صفحہ ۵۵۲ میں علامہ عبدالعزیز پرھاروی لکھتے ہیں۔

(ترجمہ) اور بعض علماء (اہل سنت احناف) نے یزید پر لعنت کا اطلاق ثابت کیا ہے۔

ان میں سے ایک محدث ابن جوزی ہیں جنہوں نے اس مسئلہ (جواز لعنت یزید) میں ایک کتاب لکھی ہے۔ جس کا نام انہوں نے رکھا ہے۔ (الرد علی المتعصب العنید المانع عن ذم الیزید) اور جواز لعن یزید کے قائلین میں امام احمد بن حنبل اور قاضی ابو یعلی بھی ہیں۔

فائدہ: علامہ پرھاروی کے نزدیک یزید کو کافر کہنے والے اہل سنت کے امام اور برحق علمائے دین ہیں ان پر علامہ پرھاروی نے کوئی فتوی نہیں لگایا۔

(ترجمہ بقیہ عبارت فتاوی عبدالحیٔ صفحہ ۸ جلد سوم)

اور بعض (یزیدی ناصبی ملاں) کہتے ہیں کہ قتل حسین گناہ کبیرہ ہے کفر نہیں اور لعنت کفار کے ساتھ مخصوص ہے ایسے کہنے والے (یزیدی مولوی) کی فطانت پر افسوس ان کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ کفر تو دوسری چیز ہے خود رسول کو ایذاء دینا کیا نتیجہ وثمرہ رکھتی ہے فرمان ایزدی ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ جو اللہ و رسول کو ایذا پہنچاتے ہیں ان پر دنیا وآخرت میں خدا کی لعنت ہے اور ان کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔

(ڈوبتے کو تنکے کا سہارا)

یزیدی ناصبی ملاں کہتے ہیں کہ امام غزالی نے یزید پر لعنت کرنے سے منع فرمایا ہے انہیں معلوم ہونا چاہئے امام غزالی احیاء العلوم صفحہ ۱۲۰ جلد سوم میں فرماتے ہیں اس زمانہ میں کسی شخص پر گو وہ کافر ہی کیوں نہ ہو لعنت کرنا اچھا نہیں اس کے بعد وہ فرماتے ہیں اگر وہ کوئی بالفرض شیطان پر بھی لعنت نہ کرے اور سکوت اختیار کرے تو کچھ اندیشہ نہیں شیطان سے بڑھ کر کوئی اور کیا ہو گا تعجب ہے کہ امام غزالی کے قول سے وہ لوگ استدلال کر رہے ہیں جن کا شب و روز کا مشغلہ ہی مسلمانوں کو بات بات پر مشرک اور بدعتی بنانا ہے امام غزالی تو فرما رہے ہیں کہ شخص معین گو وہ کافر ہی کیوں نہ ہو لعنت کرنا اچھا نہیں اس لئے کہ شاید وہ توبہ کرلے اور ایمان لے آئے اور اسی طرح

ابلیس پر بھی لعنت نہ کرے بلکہ سکوت اختیار کرے حالانکہ ارشاد خداوندی ہے۔
(ترجمہ) کافروں پر اللہ کی لعنت ہے اے شیطان تجھ پر قیامت تک لعنت ہے یا میری لعنت ہے۔
امام غزالی کا سہارا لینے والے یزیدیوں کو چاہیے کہ وہ کفار اور شیطان کو بھی مستحق لعنت نہ سمجھیں اور ان پر بھی لعنت نہ کیا کریں اور لعنت والی آیات کو تلاوت نہ کیا کریں افسوس! ان یزیدی ناصبی ملاؤں کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ کسی کا مستحق لعنت ہونا اور بات ہے اور اس پر لعنت نہ کرنا اور بات ہے امام غزالی کا مقصد یہ ہے کہ از روئے حدیث مؤمن لعنت کرنے والا نہیں ہوتا خواہ کوئی مستحق لعنت ہو مگر مؤمن کی شان یہ ہے کہ وہ اس پر لعنت نہیں کرتا اس کی دلیل یہ ہے کہ وصف عام کے ساتھ (امام غزالی) کے نزدیک بھی کافر و فاسق بلکہ خوارج روافض اور ظالم و زانی سود خور پر لعنت کرنا جائز ہے اور یزید بلاشبہ فاسق اعتقادی و عملی اور ظالم تھا لہذا امام غزالی کے مقررہ اصول کے مطابق بھی اس پر لعنت کرنا جائز ہوگا۔

(ترجمہ بقیہ عبارت فتاوی عبدالحئی صفحہ ۸ جلد اول مطبوعہ لاہور)

مخفی نہ رہے کہ یزید کا معاصی سے توبہ و رجوع کا (امام غزالی کی طرف سے) محض احتمال ہے ورنہ اس بے سعادت نے اس امت میں جو کچھ کیا ہے وہ کسی نے نہ کیا ہوگا امام حسین کے قتل کے بعد اہل بیت کی اہانت اور مدینہ منورہ میں تخریب کاری اور اہل مدینہ کو قتل کرنے کے لئے لشکر بھیجنا اور واقعہ حرہ میں تین روز تک مسجد نبوی بے آذان و نماز رہی اور اس معرکہ میں عین حرم کے اندر کئی لوگ شہید ہوئے یزید پلید اس قسم کے مشاغل میں مصروف تھا کہ مر گیا اور اس جہان کو پاک کر گیا اس کے بیٹے معاویہ (اصغر) نے برسر منبر اس کے برے حالات بیان کئے اور پوشیدہ حالات کو اللہ ہی خوب جانتا

ہے اور بعض علمائے اہل سنت اس پر علی الاعلان کھلم کھلا لعنت کرنا جائز رکھتے ہیں سلف اور اعلام امت سے امام احمد بن حنبل اور ان کی مثل اور بزرگوں نے اس پر لعنت کی ہے ابن جوزی نے جو حفظ سنت و شریعت میں بہت ہی زیادہ سخت ہیں اپنی کتاب میں یزید پر لعنت کرنا سلف سے نقل کیا ہے اور علامہ تفتازانی نے کمال جوش و خروش سے یزید اور اس کے معاونین اور ساتھیوں پر لعنت کی ہے۔

یزیدی ملاؤں کا فریب:۔ یزیدی ملاں یہ کہتے ہیں کہ یزید تو دمشق میں تھا اور حسین کربلا میں شہید ہوئے یزید تو کربلا میں موجود ہی نہ تھا حقیقت یہ ہے کہ سب کچھ یزید کے حکم اور رضا سے ہوا اور اس کی پوری پوری ذمہ داری اسی پر عائد ہوتی ہے قرآن کریم میں اس کی نظیر موجود ہے دیکھئے فرعون نے اپنے ہاتھوں سے بنی اسرائیل کا کوئی بچہ ذبح نہیں کیا تھا مگر اللہ تعالی نے بنی اسرائیل کے تمام بچوں کا قاتل اور ذابح اسی کو قرار دیا کیونکہ اسی کے حکم سے ذبح کئے گئے تھے چنانچہ فرمایا يُذَبِّحُونَ أَبْنَاءَكُمْ فرعون ان (بنی اسرائیل) کے بچوں کو ذبح کرتا تھا۔ تو قرآن سے ثابت ہوا کہ جس کے حکم اور رضا سے قتل ہو اس حاکم کو حکماً قاتل ہی کہا جائے گا لہذا یہ کہنا غلط ہے کہ یزید قتل امام سے راضی نہ تھا اور نہ یہ قتل اس کے حکم اور رضا سے ہوا بلکہ بلاشبہ یہ سب کچھ یزید پلید علیہ اللعنۃ کے حکم سے ہوا"

۱۵۔ البدایہ والنہایہ صفحہ ۲۲۲ جلد ہشتم علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں یزید نے حضرت حسین اور ان کے اصحاب کو ابن زیاد کے ذریعے قتل کرایا اصل قاتل یزید ہے۔

۱۶۔ تاریخ کامل ابن اثیر صفحہ ۵۰ جلد چہارم میں ہے حضرت ابن عباس نے یزید کو لکھا

بدا شبہ تو نے حسین اور عبدالمطلب کے جوانوں کو قتل کیا ہے جو ہدایت کے روشن چراغ اور چمکتے ستارے تھے تیرے حکم سے تیرے لشکر کے سواروں نے ایک ہی جگہ ان کو خاک و خون میں ملا دیا میں ابھی ان باتوں کو نہیں بھولا اور نہ بھولوں گا کہ تو نے حسین کو حرم رسول مدینہ عالیہ سے حرم مکہ کی طرف نکالا اور ان کی طرف برابر سوار اور پیارے بھیجتا رہا یہاں تک کہ انہوں نے امام کو عراق کی طرف نکلنے کے لئے بے قرار کر دیا تم نے میرے باپ کی اولاد کو قتل کیا ہے اور تمہاری تلواروں سے میرا خون ٹپک رہا ہے تم میرے عزیزوں کے قاتل ہو اور تو اس پر مغرور اور خوش نہ ہو کہ آج تو نے ہم پر غلبہ پالیا ہے ایک دن ہم بھی فتح یاب ہوں گے۔

۱۷۔ تاریخ کامل ابن اثیر صفحہ ۵۵ جلد چہارم میں ابن زیاد یزیدی گورنر نے کہا جہاں تک قتل حسین کا تعلق ہے تو وہ اس لئے تھا کہ یزید نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں ان کو قتل کروں ورنہ وہ مجھے قتل کر دے گا تو میں ان کے قتل کو اختیار کیا۔

۱۸۔ تاریخ کامل ابن اثیر صفحہ ۴۵ جلد چہارم امام عالی مقام کی شہادت کے بعد اہل حرمین نے یزید کی بیعت توڑ دی تو یزید نے ابن زیاد کو اہل حرمین کا محاصرہ کرنے کا حکم بھیجا تو اس نے کہا خدا کی قسم اس فاسق (یزید) کے لئے ابن رسول اللہ کا قتل پہلے کر چکا ہوں اور حرمین میں لڑائی دونوں (گناہوں) کو اپنے لئے جمع نہیں کروں گا اس نے معذرت کر لی۔

۱۹۔ مشہور حنفی محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی کا فیصلہ تکمیل الایمان صفحہ ۹۸ میں ہے اور بعض یہ کہتے ہیں کہ یزید نے قتل حسین کا حکم نہیں دیا تھا اور نہ آپ کے قتل پر راضی تھا اور نہ آپ کے قتل کے بعد ان کے اور ان کے عزیزوں کے قتل سے خوش و مسرور ہوا یہ

بات مردود ہے اور باطل ہے اس لئے کہ اس شقی کا اہل بیت نبوت رضی اللہ تعالی عنہم سے عداوت رکھنا اور ان کے قتل سے خوش ہونا اور ان کی اہانت کرنا معنوی طور پر درجہ تواتر کو پہنچ چکا ہے اور اس کا انکار تکلف و مکابرہ یعنی خواہ مخواہ کا جھگڑا ہے جب یہ اچھی طرح سے ثابت ہو گیا کہ امام کا قتل یزید کے حکم سے ہوا اور وہ اس پر راضی اور خوش تھا تو ثابت ہو گیا کہ وہی امام کا قاتل اور رسول کو اذیت دینے والا ہے امام غزالی احیاء العلوم صفحہ ۴۹۱ جلد چہارم میں ابن عباس کا خواب نقل کر کے لکھتے ہیں حضور کو اس واقعے سے سخت اذیت پہنچی ہے اور حضور کو اذیت پہنچانے والا لعنتی ہے۔

فائدہ: امام غزالی کے نزدیک بھی یزید فاسق مستحق لعنت ٹھہرا، شرح فقہ اکبر صفحہ ۸۷ میں مشہور حنفی عالم علامہ ملا علی قاری فرماتے ہیں اور یہ جو بعض جاہلوں نے افواہ اڑا رکھی ہے کہ امام حسین باغی تھے تو یہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک باطل ہے یہ خارجیوں کے ہذیانات (بکواس) ہیں جو صراط مستقیم سے ہٹے ہوئے ہیں۔

۲۱۔ الصواعق المحرقہ صفحہ ۲۱۱ میں ہے امام احمد بن حنبل کے صاحبزادے حضرت صالح نے اپنے باپ سے یزید سے دوستی رکھنے یا اس پر لعنت کرنے کے بارے میں پوچھا تو امام احمد بن حنبل نے فرمایا بیٹا کوئی اللہ پر ایمان رکھنے والا ایسا بھی ہوگا؟ جو یزید سے دوستی رکھے اور میں اس پر کیوں لعنت نہ کروں جس پر اللہ نے اپنی کتاب (قرآن) میں لعنت کی ہے میں نے عرض کیا اللہ نے اپنی کتاب میں یزید پر کہاں لعنت کی ہے؟ تو فرمایا اس آیت میں فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِن تَوَلَّيْتُمْ أَن تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ

ترجمہ:۔ کہ پھر تم سے یہی توقع ہے کہ اگر تمہیں حکومت مل جائے تو تم اس ملک میں فساد برپا کرو گے اور قطع رحمی کرو گے ایسے ہی لوگ وہ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے پھر ان کو بہرا

اور اندھا کر دیا۔

پھر امام احمد نے فرمایا بیٹا کیا اس قتل حسین سے بڑھ کر بھی کوئی فساد ہو سکتا ہے؟

۲۲۔ ارشاد رسول ہے اہل مدینہ کو ڈرانے اور ہراساں کرنے والے پر اللہ کا غضب اور اس کی لعنت ہے ملاحظہ ہو صحیح ابن حبان سراج المنیر صفحہ ۲۸۸ وفاء الوفا صفحہ ۲۲ جذب القلوب صفحہ ۳۳ یہ بات شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ یزید پلید نے اہل مدینہ کو ڈرایا او رہراساں کیا ظلم وستم ڈھائے مسجد نبوی میں گھوڑے بندھوائے تین دن تک مسجد نبوی بے آذان و بے جماعت رہی۔

فائدہ: ثابت ہوا یزید پلید ملعون لعین اور لعنتی ہے۔

۲۳۔ مشہور حنفی عالم ملا علی قاری حنفی شرح فقہ اکبر صفحہ ۸۸ میں لکھتے ہیں یزید سے ایسی حرکات سرزد ہوئیں جو اس کے کفر پر دلالت کرتی ہیں مثلاً شراب کو حلال کرنا اور حضرت امام حسین اور آپ کے ساتھیوں کے قتل کے بعد یہ کہنا کہ میں نے ان سے بدلہ لیا ہے اپنے بزرگوں اور سرداروں کے قتل کا جو انہوں نے بدر میں کئے تھے یا ایسی ہی اور باتیں اسی وجہ سے امام احمد بن حنبل نے یزید کی تکفیر کی ہے۔

۲۴۔ الصواعق المحرقہ صفحہ ۲۱۸ میں امام ابن حجر مکی لکھتے ہیں (ملخصا) سبط ابن الجوزی کا یزید کے کافر ہونے کے بارے میں مشہور قول ہے کیونکہ جب امام حسین کا سر اقدس یزید تو وہ خبیث کے پاس آیا امام کے سر کو الٹ پلٹ کرتا تھا اور کہتا تھا اے کاش میرے بزرگ (ابو جہل امیہ وغیرہ) جو بدر میں مارے گئے آج موجود ہوتے اور اس نے ان میں دو شعر اور زیادہ کئے جو صریح کفر پر دلالت کرتے ہیں اس کے دل میں جاہلیت کا بغض و کینہ اور جنگ بدر کا انتقامی جذبہ تھا ان حوالہ جات کے بعد یزید کے کفر میں شک

کی گنجائش باقی نہیں۔

۲۵۔ اسعاف الراغبین صفحہ ۲۱۱ میں علامہ شیخ محمد بن علی الصبان فرماتے ہیں بے شک امام احمد بن حنبل یزید کے کفر کے قائل ہیں اور ان کا علم اور تقوی اس بات کا مقتضی ہے کہ انہوں نے کفر کا فتوی اس وقت دیا ہوگا جب موجب کفر باتیں یزید سے ثابت ہوئی ہوں گی اور کفر کے فتوی میں علماء کی جماعت نے ان کی موافقت کی ہے جیسے ابن جوزی وغیرہ بہت سے علماء نے تو یزید کا نام لے کر اس پر لعنت کرنے کو جائز رکھا ہے اور امام احمد سے بھی یہی مروی ہے ابن جوزی نے کہا ہے کہ امام قاضی ابو یعلی نے مستحقین لعنت کے بارے میں ایک کتاب لکھی ہے ان میں یزید کا نام بھی لعنتیوں میں لکھا ہے۔

۲۶۔ امام ربانی مجدد الف ثانی مکتوبات شریف صفحہ ۵۴ میں لکھتے ہیں یزید بد بخت کی بدبختی میں کس کو کلام ہے؟ جو کام اس یزید بد بخت نے کئے ہیں کوئی کافر فرنگی بھی نہیں کرے گا بعض علمائے اہل سنت جو اس کے لعن میں توقف کرتے ہیں وہ اس سبب سے نہیں کہ وہ اس سے راضی ہیں بلکہ اس رعایت سے کہ رجوع توبہ کا احتمال ہو سکتا ہے یہ احتمال احتمال ہی ہے حقیقت میں کچھ نہیں۔

۲۷۔ روح المعانی پارہ ۲۶ صفحہ ۶۶ میں ہے یزید خبیث حضور علیہ السلام کی رسالت کی تصدیق کرنے والا نہیں تھا بے شک اس کا مجموعی عمل جو اس نے اللہ تعالی اور اس کے رسول کے حرم پاک کے رہنے والوں کے ساتھ کیا اور اولاد رسول کے ساتھ ان کی زندگی اور شہادت کے بعد جو کچھ روا رکھا ہے اور جو کچھ اس سے ذلت آمیز افعال صادر ہوئے ہیں یہ زیادہ دلالت کرنے والے ہیں اس کی عدم تصدیق پر اس شخص کے عمل

ہے کہ جس نے قرآن مجید کے اوراق کو نجاست میں پھینکا ایسے کرنے والا کافر ہے میرے نزدیک اس پر لعنت کرنا جائز ہے۔

۲۸۔روح المعانی صفحہ ۷۱ پارہ ۲۶ یزید علیہ اللعنۃ حضرت علی اور آپ کے دونوں صاحبزادوں حسن وحسین سے بغض رکھتا تھا جیسا کہ معنوی طور پر احادیث متواترہ اس پر دلالت کرتی ہیں اب تیرے لئے یہ کہنا ضروری ہے کہ وہ لعین منافق تھا۔

۲۹۔تفسیر مظہری صفحہ ۲۱ جلد پنجم میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی نقشبندی فرماتے ہیں یزید اور اس کے ساتھیوں نے کفر کیا آل پیغمبر کی عداوت میں کھڑے ہو گئے اور انہوں نے امام حسین کو شہید کیا اور یزید نے دین مصطفی کا انکار کر کے کفر کیا یہاں تک کہ اس نے امام حسین کو قتل کے وقت کہا کہاں ہیں میرے بزرگ کہ وہ میرا بدلہ لینا دیکھیں آل محمد ﷺ و بنی ہاشم سے آخری شعر کا ترجمہ یہ ہے کہ میں جندب کی اولاد میں سے نہیں ہوں گا اگر میں احمد علیہ السلام کی اولاد سے بدلہ نہ لوں جو کچھ انہوں نے کیا اس پلید نے شراب کو حلال کیا۔

۳۰۔مکتوبات قاضی ثناء اللہ صفحہ ۲۰۳ میں ہے یزید کا کفر معتبر روایات سے ثابت ہے پس وہ مستحق لعنت ہے اگرچہ لعنت کرنے میں کوئی فائدہ نہیں لیکن الحب للہ والبغض فی اللہ کا مقتضی ہے (کہ اس پر لعنت کی جائے)

۳۱۔ارشاد اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی۔ احکام شریعت صفحہ ۵۸ جلد دوم ہمارے امام یزید کے بارے میں سکوت فرماتے کہ ہم نہ مسلمان کہیں نہ کافر۔

۳۲۔بہار شریعت صفحہ ۷۲ جلد اول (ہم یزید کو) نہ کافر کہیں نہ مسلمان مسلک احمد رضا بریلوی اور مذہب امام اعظم میں یزید اگر کافر نہیں تو مسلمان بھی نہیں۔لہذا ثابت

ہوا ایسا شخص منافق ہے منافق کافر سے بھی زیادہ برا ہوتا ہے۔

۳۳۔ملفوظات اعلیٰ حضرت صفحہ ۱۱۴ جلد اول میں ہے یزید کو اگر کوئی کافر کہے تو ہم منع نہیں کریں گے۔

سنی بریلوی ہو کر کافر کہنے سے روکتے ہو؟ شرم کرو

۳۴۔امام احمد رضا الکوکبۃ الشہابیہ صفحہ ۶۰ میں لکھتے ہیں اس طائفہ خصوصا ان کے پیشوا اسماعیل دہلوی کا حال مثل یزید پلید علیہ ما علیہ ہے یاد رہے امام احمد رضا بریلوی نے ستر وجوہ کفریہ سے اسماعیل دہلوی کا کافر ہونا ثابت کیا ہے مگر توبہ مشہور ہونے کے باعث کافر کہنے سے کف لسان فرمایا۔

لہذا بریلوی مکتبہ فکر میں یزید اگر کافر نہیں تو مسلمان بھی نہیں (بہار شریعت صفحہ ۷۷ جلد اول، احکام شریعت صفحہ ۸۸ جلد دوم یزید کو مسلمان ثابت کرنے والے خوف خدا کریں۔خدا یزیدیت سے بچائے۔آمین

ایک شبہ:۔محمود احمد عباسی اور محمد دین بٹ کو یزید کے بہشتی ہونے کا وہم صحیح بخاری کے ان الفاظ سے ہوا ہے۔اول جیش من امتی یغزون مدینۃ قیصر مغفور لھم میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر پر حملہ آور ہوگا اس کی مغفرت کر دی گئی۔محمد بن ربیع کا بیان ہے کہ پھر میں نے اس کا ذکر کچھ لوگوں کے سامنے کیا جس میں حضور علیہ السلام کے صحابی حضرت ابو ایوب انصاری بھی تھے یہ اس غزوہ کا واقعہ ہے جس میں حضرت ابو ایوب انصاری کی وفات ہوئی اور یزید روم میں اس فوج کا امیر تھا لہذا یزید بہشتی ہے۔

شبہ کا ازالہ:۔ پہلا جواب:۔ یزید قسطنطنیہ کی پہلی مہم میں قطعاً شریک نہ تھا بخاری شریف کی حدیث میں اول جیش من امتی (میری امت کا پہلا لشکر) کے الفاظ آئے ہیں اور یزید پلید کے زیر کمان جو لشکر قسطنطنیہ کی طرف روانہ ہوا تھا وہ قسطنطنیہ پر حملہ آور ہونے والا پہلا لشکر قطعاً نہ تھا بلکہ اس سے بہت پہلے اسلامی لشکر قسطنطنیہ جا کر جہاد کر چکے تھے ۴۹ھ سے پہلے قسطنطنیہ کی کسی مہم میں یزید کی شرکت ثابت نہیں اور کتب حدیث کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ۴۹ھ سے بہت پہلے غازیان اسلام ،عبدالرحمن بن خالد بن ولید کے زیر کمان قسطنطنیہ پر حملہ آور ہو چکے تھے ملاحظہ فرمایئے سنن ابوداؤد مترجم وحیدی صفحہ ۲۹۳ جلد دوم اور صفحہ ۳۵۸ جلد دوم ان واقعات میں ابو ایوب انصاری کی معیت بھی ثابت ہے اور اس واقعہ میں ابوایوب انصاری کی وفات بھی مذکور ہے عبدالرحمن بن خالد بن ولید کو بعض محدثین نے صغار صحابہ میں ذکر کیا ہے حافظ ابن عساکر نے بہت سی سندوں سے نقل کیا ہے کہ حضرت معاویہ کے عہد حکومت میں رومیوں سے جو جنگیں لڑی جاتی تھیں ان میں عبدالرحمن بن خالد بن ولید کو امیر بنایا جاتا تھا امام ابن جریر طبری نے اپنی تاریخ میں ۴۴ھ اور ۴۵ھ کے واقعات کے ضمن میں اور حافظ ابن کثیر نے البدایہ النہایہ میں ۴۴ھ اور ۴۶ھ کے واقعات کے ذیل میں بلاد روم میں عبدالرحمن بن خالد بن ولید کی زیر کمان رومیوں سے مسلمانوں کے سرائی جہاد کا ذکر کیا ہے۔ افسوس کہ ۴۶ھ میں ان کو حمص میں زہر دے کر شہید کر دیا گیا۔

نتیجہ:۔ محمود احمد عباسی نے خلافت معاویہ و یزید میں تسلیم کیا ہے کہ یزید ۴۹ھ یا اس کے بھی کئی سال بعد ۵۲ھ یا ۵۵ھ میں قسطنطنیہ کی مہم پر روانہ ہوا۔ لہذا یزید پلید قطعاً

اول جیش میں شامل نہیں اور مغفور لھم میں قطعاً داخل نہیں۔

یہ شوشہ کس نے چھوڑا؟ کہ یزید مغفور لھم میں داخل ہے قاضی اندلس شارح بخاری مہلب المتوفی ۴۳۳ھ نے آخری اموری تاجدار ہشام بن محمد المعتمد علی اللہ کو خوش کرنے کے لئے یہ شوشہ چھوڑا کہ یزید مغفور لھم میں داخل ہے موصوف کی یہ ساری کارگزاری جیسا کہ محدث قسطلانی نے شرح بخاری صفحہ ۱۰۵ جلد پنجم میں تصریح کی ہے بنی الامیہ کی حمیت میں تھی۔

(حادثہ کربلا کا پس منظر صفحہ ۴۳۰ از عبدالرشید نعمان دیوبندی)

دوسرا جواب:۔ جس لشکر میں یزید بجبر واکراہ شامل تھا اس لشکر کے امیر سفیان بن عوف تھے یہ ۴۹ھ میں روانہ ہوا ملاحظہ ہو تاریخ کامل ابن اثیر صفحہ ۱۸۹ جلد دوم بشارت مغفرت پہلے لشکر کے ساتھ ہے لہذا یزید اس کا مصداق ہرگز نہ ہوا عمدۃ القاری شرح بخاری (عینی) صفحہ ۶۴۹ جلد ششم میں ہے اس لشکر کے امیر سفیان بن عوف تھے یزید قطعاً نہ تھا۔

تیسرا جواب:۔ مدینہ قیصر روم سے مراد قسطنطنیہ نہیں بلکہ حمص ہے صحیح بخاری کی حدیث میں قسطنطنیہ کے الفاظ قطعاً نہیں بلکہ مدینہ قیصر کے الفاظ ہیں اس سے مراد وہ شہر ہے جو حضور ﷺ کے ظاہری زمانہ حیات میں قیصر روم کا دارالسلطنت تھا اور جس وقت آپ کی زبان حق کی ترجمان سے یہ الفاظ نکل رہے تھے اس صورت میں مدینہ قیصر سے مراد قسطنطنیہ نہیں بلکہ حمص ہے۔ چنانچہ شرح فارسی صحیح بخاری از شیخ الاسلام محمد صدر الصدور دہلی بر حاشیہ تیسیر القاری صفحہ ۶۲۹ جلد چہارم مطبوعہ مطبع علوی لکھنو

۱۳۰۲ھ میں ہے ترجمہ:۔ بعض علماء کی جہاں قیصر اس روز تھا کہ جس روز حضور نے یہ حدیث ارشاد فرمائی تھی اور یہ شہر حمص تھا جو اس وقت قیصر روم کا دار السلطنت تھا۔

(حادثہ کربلا کا پس منظر صفحہ ۱۲۷ از عبد الرشید نعمانی دیوبندی)

چوتھا جواب:۔ جہاد کے لئے تصحیح نیت ضروری ہے یہ نہیں کہ دوسرے کے دباؤ میں آ کر ناخوش دلی سے جنگ میں شریک ہو جائے یزید لعین کے ساتھ یہی صورت ہوئی کہ وہ اس جہاد میں شریک ہونے کے لئے بالکل تیار نہ تھا اور جہاں تک بن سکا اس نے ٹال مٹول کی کوشش کی بلکہ مجاہدین کرام محاذ پر تھے اور وہاں مختلف قسم کی مشقتیں برداشت کر رہے تھے وبا اور قرط میں مبتلا تھے تو بڑے ٹھاٹھ سے اپنے عشرت کدہ میں بیٹھا ہوا اپنی بیوی کے ساتھ داد عیش دے رہا تھا اور مجاہدین کا مذاق اڑا رہا تھا حضرت معاویہ کو جب اس کی حرکت کی خبر ہوئی تو آپ نے سختی کے ساتھ حکم دے کر بجبر و اکراہ اس کو محاذ پر روانہ کیا اس سارے واقعہ کی تفصیل تاریخ ابن خلدون صفحہ ۲۰ جلد سوم اور تاریخ کامل ابن اثیر صفحہ ۱۸۲،۱۸۱ جلد سوم میں موجود ہے۔

(حادثہ کربلا کا پس منظر صفحہ ۱۲۶۶ از علامہ نعمانی دیوبندی)

جبر و اکراہ کے ساتھ جانے والے کو لشکر مغفور لھم میں شامل کرنا یزید ناصبی گروہ کی دیدہ دلیری اور ابلہ فریبی ہے وہ قطعاً مغفور لھم میں شامل نہیں۔

پانچواں جواب:۔ بشارت مغفرت مشروط ہے۔ اول:۔ تو یزید جس لشکر میں شامل تھا وہ اول لشکر نہیں۔ دوم:۔ شہر قسطنطنیہ نہیں حمص ہے۔ سوم:۔ وہ رضائے الٰہی کے لئے نہیں بلکہ بجبر و اکراہ گیا۔ اگر ساری باتیں بالفرض تسلیم کر لی جائیں تب بھی یہ مغفرت

کی بشارت اس شرط کے ساتھ مخصوص ہوگی کہ پھر اس سے زندگی میں ایسے افعال سرزد نہ ہوئے ہوں کہ جن سے مغفرت کی بجائے الٹا لعنت خداوندی میں گرفتار ہو جائے کیونکہ شریعت میں اعتبار خاتمہ کا ہے ارشاد الساری شرح بخاری صفحہ ۱۰۱ جلد پنجم میں امام قسطلانی فرماتے ہیں یزید کے اس عموم میں داخل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ کسی اور خاص دلیل سے اس سے خارج بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ اس میں اختلاف نہیں کہ حضور علیہ السلام کا یہ قول مغفور لھم اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ یہ لوگ مغفرت کے اہل ہوں حتیٰ کہ اگر کوئی شخص اس غزوہ کے بعد ان میں سے مرتد ہو جائے تو وہ بالاتفاق اس بشارت میں داخل نہیں رہے گا یہ بات ابن منیر نے کہی ہے بے شک بعض علمائے یزید پر لعنت کا اطلاق کیا ہے جیسا کہ شیخ سعد الدین تفتازانی نے نقل فرمایا ہے۔

(ارشاد الساری شرح بخاری)

قریباً ایسا ہی حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ الشیخ علی ابن الشیخ احمد نے لکھا ہے کہ ملاحظہ ہو فتح الباری شرح بخاری اور سراج منیر شرح جامع صغیر صفحہ ۹۷ جلد دوم۔

چھٹا جواب:۔ سرکار نے فرمایا بے شک اللہ نے اس شخص پر دوزخ کو حرام کر دیا ہے جس نے اللہ کی رضا جوئی کے لئے کلمہ لا الہ الا اللہ (مراد مکمل کلمہ ہے تھانوی) کہا تعجب ہے یزید کے حامیوں نے یزید کی مغفرت میں کلمہ والی حدیث کو کیوں نہیں پیش کیا حالانکہ ان کی پیش کردہ حدیث میں تو مغفور لھم کے الفاظ ہیں اور کلمہ والی حدیث میں صراحۃً دوزخ کے حرام ہونے کی تصریح ہے پس جو تاویل و تشریح حدیث کلمہ والی کی ہوگی وہی تشریح حدیث مغفور لھم کی ہونی چاہئے۔

ساتواں جواب :۔ بعض اوقات عام مخصوص منہ البعض بھی ہوتا ہے جس طرح إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ سے واجب و مستحبات خارج ہیں اور جس طرح بدعات حسنہ کل بدعة ضلالة کے عموم سے خارج ہیں اور صالح علیہ السلام کی اونٹنی وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ کے عموم سے خارج ہے اسی طرح یزید جیسا بدکردار انسان بھی مغفور لھم کے عموم سے خارج ہے

حرف آخر :۔ مغفرت کی بشارت :۔ بہت سے اعمال خیر پر حضور علیہ السلام نے مغفرت کی بشارت دی ہے اور اس کا مطلب آج تک کسی عالم کے ذہن میں یہ نہیں آیا کہ بس اس عمل خیر کے بعد جنتی ہونا لازم ہے اور اب ظلم اور بداعمالیوں کی کھلی چھٹی ہے جو چاہے کرے جنات اس کے لئے واجب ہے۔

خوب سمجھ لیجئے کہ کسی شخص کا نام لے کر اسے جنتی کہنا اور بات ہے اور کسی عمل پر جنت یا مغفرت کی بشارت دینا الگ چیز ہے حضرات عشرہ مبشرہ اور حسنین کریمین رضی اللہ تعالی عنہم کا نام لے کر حضور علیہ السلام نے ان کو جنتی فرمایا ہے لیکن یزید پلید کا نام لے کر اس کے جنتی ہونے کی بشارت کہیں نہیں دی گئی اس غزوہ میں شرکت کے بعد جب اس کو اقتدار نصیب ہوا تو اس کے بیشتر اعمال ایسے تھے جو لعنت ہی کے موجب تھے۔ البتہ خود یزید اور اس کی پارٹی نے اپنی خوش فہمی سے حدیث کا یہی مطلب سمجھا تھا کہ جب کلمہ طیبہ پڑھ لیا گیا تو پھر گناہوں کی کھلی چھٹی ہے اور یہی گمراہ فرقہ مرجیہ کا مذہب ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنے والا جنت میں داخل ہوگا حافظ ابن کثیر البدایہ والنہایہ صفحہ ۵۹ جلد ہشتم میں لکھتے

ہیں اسی حدیث نے یزید کو ارجاء کی طرف ڈال دیا تھا اور اس کے باعث اس نے ایسے کام کر ڈالے جس کی بنا پر اس پر تکفیر کی گئی۔ جو تاویل کلمہ والی اور شرک نہ کرنے والی حدیث کی ہوگی وہی حدیث قسطنطنیہ کی ہوگی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی شرح تراجم ابواب البخاری مطبوعہ کراچی صفحہ ۳۱،۳۲ میں لکھتے ہیں حضور علیہ السلام کے اس حدیث میں مغفور لھم فرمانے سے بعض لوگوں نے یزید کی نجات پر استدلال کیا ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ اس حدیث سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ اس غزوہ سے پہلے (بشرط شمولیت) جو اس سے گناہ کئے تھے وہ بخشش دئے گئے کیونکہ جہاد کفارات میں سے ہے اور کفارات کا کام یہ ہے کہ وہ سابقہ گناہوں کے اثر کو زائل کر دیتے ہیں بعد میں ہونے والے گناہوں کے اثر کو نہیں ہاں اگر اس کے ساتھ یہ بھی فرمادیا ہوتا کہ قیامت تک کے لئے اس کی بخشش کر دی گئی ہے تو بے شک یہ حدیث اس کی نجات پر دلالت کرتی اور جب یہ صورت نہیں تو نجات بھی ثابت نہیں بلکہ اسی صورت میں اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے اور اس غزوہ کے بعد جن جن برائیوں کا وہ مرتکب ہوا یعنی حضرت حسین کو شہید کرنا مدینہ منورہ کو تاراج و برباد کرنا شراب نوشی پر اصرار کرنا بالفرض اس حدیث سے اگر مغفرت عام بھی مراد لی جائے جب بھی اس کے عموم کی تخصیص کے لئے وہ احادیث جو ان لوگوں کے بارے میں آئی ہیں جو حضور علیہ السلام کی عترت طاہرہ کی ناقدری کرتے ہیں اور حرم کی حرمت کو پامال کرتے ہیں اور سنت نبوی کو بدل ڈالتے ہیں باقی رہیں گی۔

(حادثہ کربلا کا پس منظر صفحہ ۱۷۱ از عبدالرشید نعمانی دیوبندی)

غزوہ قسطنطنیہ کے ۱۲،۱۴ سال بعد کے عرصہ تک اس نے جو برائیاں کیں اور جن جن

قبائح کا ارتکاب کیا ہے ان میں اس کی شراب نوشی شہدائے کربلا کا بے دردانہ قتل مدینہ منورہ کی تاراجی اور بربادی اور وہاں صحابہ کرام اور تابعین عظام کا قتل اور پھر حرم کعبہ پر اس کی فوجوں کی چڑھائی وغیرہ ان سب گناہوں کے کفارہ کی آخر کیا صورت ہوگی؟

احادیث مبارکہ در ذم یزید

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے یزید کی مذمت میں جس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے اس کا ترجمہ حسب ذیل ہے الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر از امام نبہانی صفحہ ۱۵۵ جلد دوم طبع مصری میں ہے۔ ترجمہ حضور علیہ السلام نے فرمایا چھ اشخاص ہیں جن پر میں نے لعنت کی ہے اور اللہ تعالیٰ نے بھی اس پر لعنت کی ہے اور ہر نبی مستجاب الدعوات ہے۔ ۱۔ کتاب اللہ میں زیادتی کرنے والا۔ ۲۔ تقدیر الٰہی کی تکذیب کرنے والا۔ ۳۔ جبر وزور سے تسلط حاصل کر کے جس کو اللہ نے ذلیل کیا ہے اس اسے اعزاز بخشنے والا اور جسے اللہ تعالیٰ نے عزت دی اسے ذلیل کرنے والا۔ ۴۔ حرم الٰہی کی حرمت کو پامال کرنے والا۔ ۵۔ میری عترت کی جو حرمت اللہ تعالیٰ نے رکھی ہے اس کو حلال کر دینے والا۔ ۶۔ میری سنت کا تارک اس حدیث کو امام ترمذی نے اور حاکم نے مستدرک میں حضرت عائشہ سے روایت کیا نیز حاکم نے اس کو حضرت ابن عمر کی روایت سے بھی نقل کیا ہے اسی حدیث کو مشکوٰۃ شریف میں بھی باب الایمان بالقدر کے فصل ثانی میں حضرت عائشہ کی روایت سے نقل کر کے لکھا ہے کہ اس حدیث کو بیہقی نے المدخل میں اور رزین نے اپنی کتاب میں روایت کیا ہے۔ یہ تو نہیں معلوم کہ یزید پلید تقدیر کا بھی منکر تھا یا نہیں مگر باقی سارے عیب اس میں

موجود تھے پس اس پر خدا اور رسول کی لعنت ہے بالفرض محال اگر یزید مغفور لھم کی بشارت میں شامل تھا تو بقول شاہ ولی اللہ زیادہ سے زیادہ یہی ماننا پڑے گا کہ اس کے پہلے والے گناہ معاف کر دیئے گئے بعد والے گناہ (شراب نوشی، شہدائے کربلا کا قتل مدینہ منورہ اور حرم مکہ کی بے حرمتی ان سب) کے کفارہ کی آخر کیا صورت ہوگی؟

جمہرۃ انساب العرب صفحہ ۱۱۲ مطبوعہ دار المعارف مصر میں امام ابن حزم ظاہری کے الفاظ کا ترجمہ پیش ہے یزید اسلام میں برے کرتوتوں کا کرنے والا ہے اس نے اپنے دور اقتدار میں حرہ کے دن اہل مدینہ کا قتل عام کیا ان کے بہترین افراد اور بقیہ صحابہ کرام کو قتل کیا اور اپنی حکومت کے اوائل میں حضرت حسین اور ان کے اہل بیت کو قتل کیا اور مسجد حرام میں حضرت ابن زبیر کا محاصرہ کیا کعبہ شریف اور اسلام کی بے حرمتی کی پھر حق تعالیٰ نے ان ہی ایام میں اسے ہلاک کیا وہی امام ابن حزم اپنی دوسری تصنیف اسماء الخلفاء والولاۃ ۔۔۔۔ مددھم صفحہ ۳۵۷، ۳۵۸ طبع مصری ملحقۃ بجوامع السیرۃ لابن حزم میں لکھتے ہیں (ترجمہ ملخصاً) حضرت حسین نے ابن زبیر نے یزید کی بیعت سے انکار کیا حضرت حسین کوفہ داخل ہونے سے پہلے شہید کر دیا گیا آپ کی شہادت بڑی اور اسلام میں رخنہ اندازی ہے کیونکہ حسین کی شہادت سے مسلمانوں پر اعلانیہ ظلم توڑا گیا اور حضرت عبداللہ ابن زبیر نے مکہ مکرمہ جا کر جوار الٰہی میں پناہ لی اور وہیں مقیم ہو گئے تا آنکہ یزید نے مدینہ حرم نبوی اور مکہ حرم خدا میں اپنی فوجیں لڑنے کے لئے بھیجیں چنانچہ حرہ کی جنگ میں مہاجرین وانصار جو باقی رہ گئے تھے ان کا قتل عام کیا یہ حادثہ فاجعہ بھی اسلام کے بڑے مصائب اور اس میں رخنہ اندازی میں شمار ہوتا ہے کیونکہ فاضل مسلمین، بقیہ صحابہ اور اکابر تابعین میں بہترین مسلمان اس جنگ

میں تابعین میں بہترین مسلمان اس جنگ میں کھلے دھاڑے ظلماً قتل کر دیے گئے اور گرفتار کر کے ان کو شہید کر دیا گیا یزیدی لشکر کے گھوڑے رسول اللہ کی مسجد میں جولانی دکھاتے رہے اور ریاض الجنۃ میں حضور علیہ السلام کی مزار اور آپ کے منبر مبارک کے درمیان لید اور پیشاب کرتے رہے ان دنوں مسجد نبوی میں کسی ایک نماز کے لئے بھی جماعت نہ ہو سکی اور سعید بن مسیب کے بغیر کوئی وہاں موجود نہ تھا انہوں نے مسجد نبوی کو بالکل نہ چھوڑا اور مسلم (مجرم) بن عقبہ نے اسلام کی بڑی بے عزتی کی مدینہ منورہ میں تین دن برابر لوٹ مار کا سلسلہ جاری رہا۔

حضور علیہ السلام کے صحابہ کو ذلیل کیا گیا ان پر دست درازی کی گئی ان کے گھروں کو لوٹا گیا (مدینہ منورہ کو تباہ کرنے کے بعد) یہ فوج مکہ مکرمہ کی طرف چل دی وہاں جا کر مکہ مکرمہ کا محاصرہ کیا گیا اور **کعبہ** پر منجنیق سے سنگباری کی گئی" اب جو معاصی اور جرائم اس غزوہ قسطنطنیہ میں (بالفرض) شریک ہونے کے بعد اس سے سرزد ہوئے ہیں ان کی مغفرت کا اس بشارت سے کوئی تعلق نہیں وہ اس کے ذمہ باقی ہیں اور اگر کسی کج فہم کو اب بھی اس پر اصرار ہو کہ حدیث میں مذکورہ مغفرت کا تعلق اس کے تمام اگلے پچھلے گناہوں سے ہے اور اس غزوہ میں شرکت کرنے والے ہر ہر کی مغفرت عام مراد ہے تو یہ محض غلط ہے اور اس مغفرت کے عموم کی تخصیص کے لئے وہ حدیث کافی ہے جس کا ترجمہ بحوالہ مشکوۃ و دیگر کتب احادیث ابھی آپ کی نظر سے گزرا اور اس کی روشنی میں یزید کے سیاہ کارناموں کی تفصیل بھی ابن حزم کی تحریر سے آپ پڑھ چکے ہیں اب ایسے نابکار کے جنتی ہونے پر اصرار کرنا کس قدر شدید غلطی ہے ناصبیوں کو اختیار ہے کہ وہ اپنے ممدوح یزید کو خلیفہ راشد مانیں اس کے جنتی ہونے کا اعتقاد رکھیں

جیسا کہ بعض جاہل ناصبیوں کا عقیدہ ہے کہ یزید صحابی تھا یا نبی تھا (معاذ اللہ) ملاحظہ ہو (منہاج السنۃ صفحہ ۱۷۱ جلد چہارم از ابن تیمیہ) لیکن اہل حق میں سے کوئی شخص بحالت صحت و ہوش وہ اس یزید کے ان سیاہ کارناموں کے باوجود اس کے جنتی ہونے کی کیسے شہادت دے سکتا ہے۔

صحیح بخاری میں یزید کی مذمت میں احادیث

پہلی حدیث :۔ صحیح بخاری باب حفظ العلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں (ترجمہ) میں نے حضور علیہ السلام سے دو نوع کا علم حفظ کیا ہے ان میں سے ایک کی تو نشر و اشاعت کروں تو یہ زخرا (حلق) کاٹ ڈالا جائے۔ شاہ ولی محدث دہلوی شرح تراجم ابواب بخاری میں اس کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں (ترجمہ) اقوال علماء میں سے صحیح قول کے مطابق اس سے مراد فتن اور واقعات کا علم ہے کہ جو حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد وقوع پذیر ہوئے جیسے حضرت عثمان اور امام حسین رضی اللہ تعالی عنہما کی شہادت وغیرہ کے واقعات ہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ ان واقعات کے افشاء کرنے اور ان فتنہ بازوں (یزید و مروان وغیرہما) کے ناموں کے بتانے سے اس لئے ڈرتے تھے کہ کہیں بنی امیہ کے لونڈے (مروان، یزید) اور ان کی نوخیز نسل اس سے برہم ہو کر ان کو قتل نہ کر ڈالے۔

وہابیہ کے پیشوا ابن تیمیہ منہاج السنۃ صفحہ ۱۷۸ جلد چہارم میں اسی حدیث کے بارے لکھتے ہیں۔ اس میں صرف آئندہ ہونے والے واقعات کی خبریں تھیں مثلاً ان فتنوں کا بیان تھا جو آگے چل کر مسلمانوں میں برپا ہوئے جیسے جنگ جمل و صفین کا فتنہ حضرت

ابن زبیر کے قتل کا فتنہ اور حضرت حسین کی شہادت کا بیان اور اسی قسم کے واقعات

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کا دور یزید سے پناہ مانگنا:۔ حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح بخاری صفحہ ۱۹۳ جلد اول میں فرماتے ہیں (ترجمہ) اور علماء نے علم کے اس طرف کو جس کی حضرت ابوہریرہ نے اشاعت نہ کی ان احادیث پر محمول کیا ہے جس میں امراء سوء بدکردار حاکموں کے ناموں کی تفصیل، ان کے حالات اور ان کے زمانے کا بیان تھا حضرت ابوہریرہ ان نالائق حکمرانوں میں سے بعض کا ذکر اشارۃً کنایہ سے کر دیا کرتے تھے مگر صراحۃً ان کا نام نہیں لیتے تھے کہ کہیں وہ ان کو جان سے نہ مار ڈالیں چنانچہ فرمایا کرتے تھے کہ میں اللہ تعالی سے ۶۰ھ کے شروع ہونے اور لونڈوں کی حکومت سے پناہ مانگتا ہوں یہ یزید بن معاویہ کی بادشاہی کی طرف اشارہ تھا کہ وہ ۶۰ھ میں قائم ہوئی حق تعالی نے حضرت ابوہریرہ کی دعا قبول فرمائی وہ یزید کے بادشاہ ہونے سے پہلے دنیا سے رحلت فرما گئے۔

دوسری حدیث:۔ امام بخاری نے صحیح بخاری میں ایک باب قائم ہے جس کے الفاظ ہیں۔ باب قول النبی ﷺ ھلاک امتی علی یدی .... من قریش، ارشاد رسول کہ میری امت کی ہلاکت قریش کے چند لونڈوں کے ہاتھوں ہوگی۔ پھر اس باب میں یہ حدیث نقل کی ہے۔ (ترجمہ) عمرو بن یحیی سعید بن عمرو بن سعید کہتے ہیں کہ مجھے میرے دادا جان نے بتلایا کہ میں مدینہ منورہ میں بیٹھا ہوا تھا اس وقت مروان بھی ہمارے ساتھ تھا کہ حضرت ابوہریرہ نے فرمایا میں نے صادق مصدوق ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ میری امیت کی ہلاکت قریش کے چند لونڈوں کے ہاتھوں

ہوگی اس پر مروان کی زبان سے نکلا خدا کی ان پر لعنت ہو۔ لونڈے ہوں گے؟ حضرت ابوہریرہ کہنے لگے کہ اگر میں بتانا چاہوں کہ فلاں فلاں کے لڑکے ہوں گے تو بتا بھی سکتا ہوں۔ (عمر کا بیان ہے) پھر میں اپنے دادا جان کے ساتھ جب بنی مروان کی حکومت شام میں قائم ہوئی تو ان کے یہاں جایا کرتا تھا اور دادا جان جب ان نوخیز لونڈوں کو دیکھتے تو فرمایا کرتے غالبًا یہ وہی لوگ ہیں جن کے متعلق حضرت ابوہریرہ نے بتایا تھا ہم یہ سن کر کہتے آپ کو خوب معلوم ہے۔ ارشاد رسول میری امت کی تباہی قریش کے چند لونڈوں کے ہاتھوں ہوگی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری شرح بخاری صفحہ ۸ جلد ۳ میں تصریح کی ہے کہ امام بخاری نے ترجمۃ الباب میں جس حدیث کا حوالہ دیا ہے وہ مسند امام احمد اور سنن نسائی میں حضرت ابوہریرہ سے ان الفاظ میں مروی ہے:

ان ہناۃ امتی علی یدی غلمۃ سفہاء من قریش

میری امیت کی تباہی قریش کے چند بےوقوف لونڈوں کے ہاتھوں ہوگی۔

لونڈوں کی حکومت کی کیفیت

اس ہلاکت اور فساد کی تشریح جس کا ذکر صحیح بخاری کی ان حدیثوں میں آپ کی نظر سے گزرا۔ حضرت ابوہریرہ ہی کی ایک دوسری روایت میں جس کو علی بن العبد اور ابن ابی شیبہ نے مرفوعًا روایت کی ہے جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے: میں اللہ تعالی سے لونڈوں کی حکومت سے پناہ مانگتا ہوں حاضرین نے عرض کیا لونڈوں کی امارت کے کیا معنی ہیں؟ فرمایا یہ کہ اگر تم نے ان کی اطاعت کی تو ہلاک ہوئے (کہ دین برباد ہوا) اور اگر

تم نے ان کی نافرمانی کی تو وہ تمہیں ہلاک کر کے چھوڑیں گے (یعنی تمہیں جان سے مار ڈالیں گے) یا تمہارا مال لوٹ لیں گے یا تمہاری جان و مال دونوں تباہ کر کے رکھ دیں گے۔ اب اس حدیث کو سامنے رکھتے ہوئے حافظ شمس الدین ذہبی نے میزان الاعتدال صفحہ ۴۴۹ میں شمر ذی الجوشن کا جو تذکرہ لکھا اس کا ترجمہ پڑھئے۔ ابو بکر بن عیاش ابو اسحاق سے راوی ہیں کہ شمر ہمارے ساتھ نماز پڑھتا اور پھر یوں دعا کرتا کہ اللہ تو جانتا ہے کہ میں ایک شریف آدمی ہوں مجھے بخش دے اس پر میں نے اس سے کہا کہ اللہ تعالیٰ تجھے کیوں بخشے گا تو نے تو ابن رسول ﷺ کے قتل میں اعانت کی ہے۔ کہنے لگا مجھ پر افسوس پھر ہم کیا کریں (ہمارا کیا بس تھا) ہمارے ان حاکموں نے ہمیں ایک حکم دیا تھا ہم نے اس کی مخالفت نہ کی اور اگر ہم ان کی مخالفت کرتے تو ان بدنصیب گدھوں سے بھی بدترین بن جاتے۔ حافظ ذہبی فرماتے ہیں کہ یہ عذر بد ہے۔ اعانت تو صرف نیک کاموں میں ہوتی ہے۔

ابو ہریرہ کی دعا یا اللہ دور یزید سے بچا

فتح الباری صفحہ ۸ جلد ۳ کا ترجمہ حسب ذیل ہے: ابن ابی شیبہ کی ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ بازار میں جاتے جاتے دعا کرنے لگتے۔ اللہ مجھے ۶۰ ھ کا زمانہ نہ آنے پائے اور نہ لونڈوں کی حکومت کا اس روایت کو نقل کرنے کے بعد حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے اور حضرت ابو ہریرہ کی اس حدیث میں اس طرف اشارہ ہے کہ ان لونڈوں میں سب سے پہلا لونڈا یزید پلید ۶۰ ھ میں برسر اقتدار آیا جو بالکل واقعہ کے مطابق ہے۔ کیونکہ یزید بن معاویہ اسی

۶۰ ھ میں بادشاہ بنا اور ۶۴ ھ تک زندہ رہ کر مر گیا۔ نیز اس حدیث میں جو یہ الفاظ وارد ہیں کہ لو ان الناس اعتزلوھم۔ کاش لوگ ان لونڈوں سے کنارہ کشی کریں۔ اس میں حرف لَو کا جواب کان اولیٰ بہم (تو یہ ان کے حق میں اولیٰ ہے) محذوف ہے اور مراد اعتزال یعنی کنارہ کش رہنے سے یہ ہے کہ نہ ان کے پاس آمد و رفت رکھیں اور نہ ان کے ساتھ کسی جنگ میں شریک ہوں بلکہ اپنے دین کو سلامت لے کر ان کے پاس سے راہ فرار اختیار کریں۔ (ملخصاً ترجمہ عبارت فتح الباری صفحہ ۸ جلد ۳)

صحابہ و تابعین کا اس حدیث پر عمل

ان ساری اسلامی تاریخ کا ایک ایک ورق پڑھ جایئے یزید کے عہد نحوست مہد میں میدان کربلا ہو یا جنگ حرہ حرم الٰہی کا محاصرہ ہو یا حرم نبوی پر چڑھائی ان میں سے کسی ایک مہم میں بھی یزید کی حمایت میں کوئی صحابی تو در کنار کسی قابل ذکر نیک کام تابعی کا نام بھی آپ کو ڈھونڈنے سے نہ ملے گا جو کہ یزید کی طرف سے لڑنے آیا ہو۔

اس کے بعد حافظ ابن حجر حدیث کے اس جملہ کو کہ ہمارے دادا جان جب شام کے حکمرانوں کو دیکھتے کہ وہ نوخیز لونڈے ہیں کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں ان میں پہلا شخص یزید ہے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ کا ۶۰ ھ کے آغاز اور لونڈوں کی حکومت کا ذکر کرنا اس بات کو ظاہر کر رہا ہے۔ (فتح الباری صفحہ ۸ جلد ۱۳)

چوتھی حدیث:۔ صحیح بخاری کتاب العلم میں ہے (ترجمہ) حضرت ابو شریح (صحابی) نے عمرو بن سعید (یزید کے دور حکومت میں گورنر مدینہ) کو جب کہ وہ (یزید کے حکم سے) مکہ مکرمہ پر (ابن زبیر سے زبردستی بیعت کے لئے اور لڑنے کے لئے) فوج

کے دستے بھیج رہا تھا فرمایا اے امیر اجازت دیجئے تا کہ میں آپ کے سامنے وہ حدیث بیان کروں جس کو حضور علیہ السلام نے فتح مکہ کے دوسرے دن کھڑے ہو کر بیان فرمایا تھا اور جس کو میرے دونوں کانوں نے سنا اور دل نے یاد رکھا اور جس وقت آپ اس کو بیان فرما رہے تھے تو میری دونوں آنکھیں آپ کو دیکھ رہی تھیں آپ نے حق تعالی کی حمد وثنا کے بعد فرمایا اللہ تعالی نے مکہ مکرمہ کو حرم بنایا ہے لوگوں نے اس کو حرم نہیں بنایا لہذا جو شخص اللہ تعالی اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کے لئے یہ حلال نہیں کہ مکہ مکرمہ میں کسی کا خون بہائے اور نہ مکہ مکرمہ میں کوئی درخت کاٹا جائے پھر اگر کوئی شخص حضور علیہ السلام کے قتال کرنے کی ممانعت کی وجہ سے اس امر کی رخصت چاہے تو اس کو بتادو کہ اللہ تعالی نے اپنے رسول کو تو اس کی اجازت دی تھی مگر تم کو اس کی اجازت نہیں دی اور حضور علیہ السلام نے فرمایا مجھے بھی گھڑی بھر دن کی اجازت تھی پھر آج اس کی حرمت اسی طرح عود کر آئی جس طرح کہ کل اس کی حرمت تھی اور جو شخص یہاں حاضر ہے اس کو چاہئے کہ غائب تک یہ بات پہنچا دے اس پر ابو شریح سے دریافت کیا گیا کہ عمرو (یزید گورنر) نے کیا جواب دیا فرمایا اس پر یزیدی گورنر نے کہا اے ابو شریح میں تم سے زیادہ جانتا ہوں۔

امام ابن حزم کی تصنیف المحلی کی کتاب الجنایات کے حوالہ سے علامہ بدرالدین عینی عمدۃ القاری شرح بخاری صفحہ ۱۴۳ جلد دوم میں لکھتے ہیں اس (عمرو یزیدی گورنر) یطلم الشیطان فاسق پولیس مین کی بھی یہ وقعت ہے کہ وہ حضور علیہ السلام کے صحابی سے بھی زیادہ عالم بننے کا دعوی کرے (ابن زبیر منکر بیعت یزید عاصی نہیں بلکہ یہی (یزیدی گورنر) فاسق اللہ ورسول کا عاصی تھا اور وہ شخص عاصی ہے جس نے اس

سے دوستی کی یا اس کے حکم پر چلا دنیا و آخرت میں ذلت اٹھانے والا یہی (یزیدی گورنر) تھا اور وہ یزید تھا جس نے اس کو ایسا کرنے کا حکم دیا تھا۔ شیخ السلام محمد صدر الصدور دھلی شرح بخاری میں رقم طراز ہیں اور یہ (یزیدی گورنر عمرو بن سعید) کا خالی خولی دعوی ہے جو ہر مردود ہے کیونکہ عبداللہ بن زبیر کے والد صحابی تھے صفات حمیدہ کے جامع انہوں نے کوئی کام ایسا نہ کیا تھا جس کی بنا پر بیرون حرم وہ قتل کے مستحق ٹھہرتے اور نہ کسی کے خلاف انہوں نے خروج کیا تھا لوگوں کو (ابھی تک) اپنی بیعت کی دعوت دی تھی حالانکہ ساکنان مکہ ومدینہ یزید سے خوش نہ تھے اور یزید کی بیعت پر بجز اھل شام کے کسی نے جلد بازی سے کام نہ لیا تھا اور اہل شام نے اس لئے بیعت کر لی کہ اس کے باپ معاویہ نے (اجتہادی غلطی کی بنا پر) اس کو اپنا ولی عہد بنا دیا تھا اور حضرت عبداللہ بن زبیر اور دوسرے حضرات نے اس نا اھل کی بیعت کرنے سے اس لئے سختی سے انکار کر دیا کہ یہ معاصی میں حد سے بڑھ گیا تھا اور کبائر کا مرتکب تھا حضرت عبداللہ بن زبیر نے یزید کے شر سے بچنے کے لئے حرم محترم کے گوشہ میں پناہ لے رکھی تھی لہذا اس نے مکہ مکرمہ میں ان سے جنگ کرنے کے لئے فوجوں کو روانہ کیا کتب احادیث میں ابن زبیر کے کافی فضائل ومناقب درج ہیں۔

۱۔ نووی میں ہے حضور نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ ۲۔ ان کے لئے دعائے برکت فرمائی۔ ۳۔ پہلی چیز جو ان کے بطن میں پہنچی وہ حضور علیہ السلام کا لعاب دہن تھا۔ ۴۔ ان کے لئے دعائے خیر فرمائی۔ ۵۔ یہ اسلام میں پہلے بچے ہیں جو مدینہ طیبہ میں ہجرت کے بعد پیدا ہوئے۔ صحیح بخاری باب جمع القرآن میں ہے مصاحب عثمانی کی کتابت میں حضرت ابن زبیر بھی شریک تھے۔

یزیدی گورنر کی مذمت میں حدیث

عمرو بن سعید (یزیدی گورنر) وہی نابکار ہے جس کے بارے میں مسند امام احمد میں حضرت ابو ہریرہ سے یہ روایت آئی ہے۔ بحوالہ البدایہ و النہایہ صفحہ ۳۱۱ جلد ہشتم

ترجمہ:۔ میں نے حضور علیہ السلام کو یہ فرماتے سنا کہ یقیناً بنی امیہ کے ستم گاروں میں سے ایک ستم گار کی میرے منبر پر اس طرح نکسیر پھوٹ کر رہے گی کہ بہنے لگ جائے گی حضرت ابو ہریرہ کا بیان ہے کہ پھر مجھ سے اس شخص نے بیان کیا جس نے عمرو بن سعید (یزیدی گورنر) کو اس حال میں دیکھا تھا کہ سرکار دو عالم ﷺ کے منبر پر اس کی نکسیر اتنی پھوٹی کہ منبر پر بہنے لگی۔ کربلا کے دن بنی امیہ نے اپنے دین کو ذبح کر دیا تاریخ الخلفاء میں امام جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں۔ ضحی بنو امیہ یوم کربلا بالدین

قرابت رسول کا پاس ولحاظ

امام بخاری نے ایک باب قائم کیا ہے۔ باب مناقب قرابۃ رسول ﷺ شیخ نور الحق (شاہ عبدالحق کے صاحبزادے) تیسیر القاری میں علامہ قسطلانی شرح بخاری میں لکھتے ہیں اس سے مراد علی اور ان کے بیٹے ہیں یزید اور اس کے حواریوں نے قرابت رسول کا جو پاس ولحاظ کیا وہ سب کو معلوم ہے صحیح بخاری اور اس کی تمام شروح میں ہے ابن زیاد (یزید گورنر) حسین کے سر اقدس کو چھڑی سے چھیڑنے لگا حضرت انس نے اس کو تنبیہ کی کہ کیا کرتا ہے یہ تو رسول اللہ ﷺ کے بہت ہی مشابہ تھے معجم طبرانی میں زید بن ارقم سے مروی ہے ابن زیاد بدنہاد کے ہاتھ میں چھڑی تھی اس کو وہ شقی حضرت حسین کی چشم مبارک اور بینی مبارک میں داخل کرنے لگا تو میں نے اس سے کہا اپنی چھڑی ہٹا میں

نے حضور علیہ السلام کو یہاں منہ مبارک رکھے (بوسہ دیتے) دیکھا ہے جس جگہ تیری چھڑی اس وقت ہے۔ (تیسیر القاری شرح بخاری صفحہ ۴۶۲ جلد سوم (ملخصا)

(یزیدی لشکر نے میدان کربلا میں جو ان اہل بیت پر ظلم وستم ڈھایا) اس کو بیان کرنے میں جگر پانی پانی ہو گیا اور قلم ہاتھ سے گر پڑا کسی مسلمان کے حوصلہ سے یہ باہر ہے کہ اس کی طرف اشارہ بھی کر سکے۔

یزید کی شقاوت:۔ علامہ عبداللہ بن محمد بن عامر شیراوی شافعی کتاب الاتحاف بحب الاشراف صفحہ ۱۸ طبع مصری میں فرماتے ہیں بے شک اللہ تعالی نے یزید پر شقاوت مسلط کی کہ اس نے اہل بیت شریف نبوی کے ستانے پر کمر باندھی قتل حسین کے لئے اپنی سپاہ بھیجی ان کو شہید کیا ان کے حرم اور ان کی اولاد کو اسیر بنایا حالانکہ یہ حضرات اس وقت اللہ تعالی کے نزدیک روئے زمین پر تمام بسنے والوں سے زیادہ معزز تھے (واقعہ حرہ کے بارے میں غیبی خبر) صحیح بخاری میں حضرت اسامہ سے مروی ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا میں تمہارے گھروں میں فتنوں کے اترنے کی جگہوں کو اس طرح دیکھ رہا ہوں جس طرح بارش کے مقامات نظر آیا کرتے ہیں فتح الباری شرح بخاری اور صحیح بخاری میں ہے وہ فتنہ حرہ ہے اہل مدینہ نے جب یزید کی شراب نوشی اور بدکرداری کے سبب بیعت توڑ دی تو اس نے مدینہ منورہ پر اپنی سپاہ بھیجی جس نے صحابہ کرام کا بے دردی سے قتل عام کیا اور عفت کی عصمت دری ہوئی اس کو بیان کرتے ہوئے قلم بھی شرماتا ہے دیوبندی مولوی عبدالرشید نعمانی نے حادثہ کربلا کا پس منظر نامی کتاب کے صفحہ ۳۸۵ میں لکھا آپ کا ان فتنوں کو دیکھنا رویت عینی و علمی دونوں

طرح سے تھا یزید کے حکم سے کعبہ شریف پر گولہ باری ہوئی خانہ کعبہ کے پردے جل گئے اور چھت میں آگ لگ گئی۔

یزید کا انجام:۔ صحیح بخاری میں باب اثم ما کان اهل المدینة میں صریح حدیث ہے حضور علیه السلام نے فرمایا جو شخص بھی اہل مدینہ سے فریب کرے گا وہ اس طرح گھل جائے گا جس طرح کہ نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔ شرح صحیح مسلم از نووی میں صفحہ ۴۴۱ جلد اول میں اسی حدیث کے ماتحت ہے جس طرح کہ مسلم بن عقبہ فوراً مر گیا اور اسی طرح سپاہ بھیجنے والا یزید بھی فوراً موت کے منہ میں چلا گیا۔

یزیدیو! یہ حدیثیں بھی پڑھو۔

اہل مدینہ کو ڈرانے والا لعین ہے امام نسائی نے حضرت سائب سے مرفوعاً روایت کیا ہے جو ظالم اہل مدینہ کو خائف کرے گا اللہ تعالیٰ اس پر خوف کو مسلط کر دے گا اور اس پر اللہ کی لعنت ہوگی۔ صحیح ابن حبان میں بھی بروایت جابر بن عبداللہ اسی مضمون کی روایت آئی ہے۔

سوچئے اور خوب سوچئے:۔ اگر یزید کا انجام لعنتی کاموں پر ہوا تو وہ لعنت کا مستحق ٹھہرے گا یا جنت کا حقدار؟

امام سیوطی اور امام تفتازانی نے یزید پر لعنت کی

تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۰۷ اور شرح عقائد نسفی صفحہ ۱۱۷ طبع مصری میں صاف لکھا یزید کا قتل حسین پر راضی ہونا اور اس پر اظہار مسرت کرنا اور اہل بیت نبوت کی اہانت کرنا معنی کے لحاظ سے متواتر ہے اس لئے میں تو اس کے بارے میں کیا اس کے ایمان کے

بارے میں بھی کوئی تردد نہیں (یعنی وہ بے ایمان تھا) اللہ تعالیٰ کی اس پر اور اس کے اعوان وانصار پر بھی لعنت ہو۔

یزیدی سلیمان رشدی سے بدتر ہیں

دیوبندی عالم عبدالرشید نعمانی اپنی تالیف حادثہ کربلا اور اس کا پس منظر صفحہ ۲۱، ۲۲ میں لکھتا ہے بدنام زمانہ سلمان رشدی کھلے بندوں وار کیا تھا اور کھل کر دشمن کی حیثیت سے مسلمانوں کے سامنے آیا اور تمام مسلمانوں نے اس سے نفرت کا اظہار کیا اور دشمنان دین نے اس کی پشت پناہی کی اور آج بھی کر رہے ہیں لیکن محمود احمد عباسی اور اس کے نقش قدم پر چلنے والے (یزیدی ناصبی ملاں) اس سے زیادہ خطرناک ہیں کیونکہ یہ اپنے زہر کو نام نہاد تحقیق کے کیپسول میں پیش کر رہے ہیں۔

یزیدی رافضیوں سے زیادہ کھوٹے ہیں

مذکورہ دیوبندی عالم کتاب کے صفحہ ۳۲۲ پر لکھتا ہے سچ پوچھئے تو اس بارے میں ناصبی (یزیدی) رافضیوں سے بھی زیادہ کھوٹے ہیں نکلے کیونکہ یہ تو یزید جیسے فاسق وفاجر اور سفاک مظالم کو اپنا امام اور خلیفہ برحق مانتے اور اس کے جنتی ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں اور رافضی جن بارہ حضرات کو امام معصوم (آئمہ معصومین) کہتے ہیں وہ تو سب اولیاء کبار اور اخیار امت ہیں۔

سب صحابہ یزید کے ظاہری وباطنی مخالف تھے

دیوبندی مولوی مذکور مذکورہ کتاب کے صفحہ ۳۲۹ پر لکھتا ہے غرض یزید کے دور حکومت میں یا تو صحابہ کرام اس سے برسرپیکار نظر آتے ہیں جیسے حضرت حسین عبداللہ ابن زبیر

اور وہ صحابہ جو جنگ حرہ میں اس کے خلاف لڑے یا پھر اس کو یا اس کے عمال کو ان کے ظلم وستم پر روکتے ٹوکتے جیسے عبداللہ ابن عباس عبداللہ بن عمر حضرت عبدالرحمن بن ابو بکر حضرت جابر بن عبداللہ حضرت ابوشریح خزاعی حضرت معقل بن یسار حضرت انس بن مالک حضرت زید بن ارقم حضرت عبداللہ بن مغفل حضرت عائذ بن عمرو حضرت ابوبرزہ اسلمی وغیرہم رضی اللہ تعالی عنھم کوئی صحابی نہیں یزید کا ثنا خوان اور اس کی تعریف میں رطب اللسان نہیں ملتا اور نہ اس کی حمایت میں کسی معرکہ میں لڑتا ہوا نظر آتا ہے۔ ائمہ مسلمین میں کسی کا یہ عقیدہ نہیں کہ یزید عادل تھا اور اللہ کا مطیع اوراس کی اطاعت واجب تھی ملاحظہ ہو منہاج السنۃ صفحہ ۲۴ جلد دوم از امام الوہابیہ ابن تیمیہ علیہ ماعلیہ

فسق یزید:۔ حافظ ابن کثیر نے اپنی کتاب البدایہ والنہایہ میں متعدد مقامات پر یزید کے فسق وفجور کی تصریح کی ہے ایک مقام پر امام غزالی کی یہ روایت نقل کی ہے کہ یزید اپنی نوعمری میں پینے پلانے کا شغل رکھتا تھا اور اس میں چھوکروں کی سی آزادی تھی البدایہ والنہایہ صفحہ ۲۳۰ جلد ہشتم میں ہے اور یزید میں یہ بات تھی کہ وہ خواہشات نفسانی کا متوالا تھا اور بعض اوقات بعض نمازیں بھی چھوڑ دیتا تھا اور اکثر بے وقت پڑھتا تھا۔

حدیث در ذم یزید:۔ امام احمد بن حنبل حضرت ابوسعید خدری سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ساٹھ سال کے بعد ایسے ناخلف ہوں گے جو نمازیں چھوڑیں گے اپنی خواہشات کی پیروی کریں گے اور

عنقریب جہنم کی بدترین وادی غی میں داخل ہوں گے اور پھر وہ حدیثیں ذکر کے جن میں یزید کی مذمت وارد ہے لکھتے ہیں میں کہتا ہوں یزید پر اس کی بدکرداری کے سلسلہ میں (صحابہ کرام کی طرف سے) جو الزام عائد کیا گیا وہ شراب نوشی اور بعض فواحش کے ارتکاب کا ہے۔

حافظ ابن کثیر نے صحابہ کرام کی طرف سے لگائے گئے الزامات کی تائید کی اور کہیں بھی ان سے یزید کی برأت ثابت نہیں کی۔ صحابہ کرام کی جرح کے مقابلہ میں کسی اور کی تعدیل کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے۔

ابن عباس کا آخری فیصلہ بھی یزید کے خلاف ہے ملاحظہ ہو کامل ابن اثیر صفحہ ۵۰، ۵۱ جلد چہارم انساب الاشراف صفحہ ۱۸، ۱۹ جلد چہارم (حدیث در ذم یزید) (لسان المیزان صفحہ ۲۹۳، ۲۹۴ جلد ششم) حضور علیہ السلام نے فرمایا میری امت کا معاملہ ٹھیک چلتا رہے گا تا آنکہ بنی امیہ میں سے ایک شخص جس کا نام یزید ہو گا سب سے پہلے اس میں رخنہ ڈالے گا۔

عمر بن عبدالعزیز اموی کے سامنے کسی نے یزید کو امیر المومنین کہا اور آپ نے فرمایا ایسے بدبخت (یزید) کو امیر المومنین کہنے والے کو بیس کوڑے لگائے جائیں چنانچہ اس حکم کی تعمیل کی گئی۔

یزید ملعون ہے:۔ مجموعہ فتاوی ابن تیمیہ صفحہ ۴۱۲ جلد سوم میں امام احمد بن حنبل کے صاحبزادے صالح بن احمد فرماتے ہیں میرے باپ نے کہا جو شخص اللہ ورسول پر ایمان رکھتا ہو یزید سے کیسے محبت کر سکتا ہے؟ تفسیر مظہری صفحہ ۲۳۴ جلد ہشتم میں قاضی

ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں ابن جوزی کہتے ہیں کہ قاضی ابو یعلی نے اپنی کتاب المعتمد فی الاصول میں بسند صالح بن احمد بن حنبل سے روایت کی ہے کہ میں نے اپنے والد بزرگوار سے عرض کیا کہ ابا جان بعض لوگ اس امر کے مدعی ہیں کہ ہم یزید سے محبت رکھتے ہیں آپ نے فرمایا بیٹا بھلا جو شخص اللہ تعالی پر ایمان رکھتا ہو اس کے لئے یہ روا ہو سکتا ہے کہ وہ یزید سے محبت رکھے اور ایسے شخص پر کیوں لعنت نہ کی جائے جس پر حق تعالی نے اپنی کتاب قرآن میں لعنت کی ہے میں نے عرض کیا ابا جان اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں یزید پر کہاں لعنت فرمائی ہے فرمایا جہاں یہ ارشاد ہے۔

فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِن تَوَلَّيْتُمْ أَن تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ

سورہ محمد ۲۲،۲۳ ترجمہ:۔ پھر تم سے یہ بھی توقع ہے کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو خرابی ڈالو ملک میں تو قطع کرو اپنی قرابتیں ایسے لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی پھر کر دیا ان کو برا اور اندھی کر دیں ان کی آنکھیں۔

(یزید کے بارے شیخ محقق محدث دہلوی نے احادیث مبارکہ میں امارۃ السفہاء، امارہ الصبیان اور اخبار فتن سے مراد یزید کا خونی دور مراد لیا ہے ملاحظہ ہو صفحہ ۱۷۷ جلد ہشتم، صفحہ ۲۹۴، صفحہ ۳۵۴، صفحہ ۸۷۴ جلد اول صفحہ ۲۸۸، صفحہ ۲۸۲، حاشیہ صفحہ ۲۷۴ جلد چہارم ان صفحات میں واقعہ حرہ اور بنو امیہ کی بدعات اور منبر پر سب علی وغیرہ کا مفصل بیان ہے)

☆..... نواب قطب الدین دیوبندی کے نزدیک یزید لعنہ خبیث اور ظالم تھا۔

مظاہر حق شرح مشکوۃ صفحہ ۲۹۵ جلد ۴، صفحہ ۲۹۴ جلد ۴، صفحہ ۳۰۳ جلد ۴، صفحہ ۳۰۵ جلد ۴ صفحہ ۳۵۶ جلد ۴، صفحہ ۳۴۹ جلد ۴، مطبوعہ شیخ غلام علی لاہور میں نواب صاحب نے احادیث مبارکہ جن میں جور و جفا اور فتنہ و فساد کے دور کا ذکر ہے اس سے مراد یزید کا

دور لیا ہے یزید کی خباثتوں، ظلم و تشدد کا تفصیلی بیان ہے۔

مدینہ قیصر پر جیش اول والی حدیث کا سہارا لے کر یزید کو بچانے والو ان احادیث کا جواب دو۔

خواب میں منبر رسول پر بنی امیہ کے بندر

☆..... اکثر مفسرین نے وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ کی تفسیر اور سورہ قدر کے شان نزول میں یہ بیان فرمایا ہے کہ حضور علیہ السلام نے خواب میں اپنے منبر پر بنی امیہ کے بندروں کو ناچتے دیکھا اس سے مراد یزید مروان وغیرہ ہیں۔ نبی کا خواب وحی خدا ہوتا ہے۔

لہذا یزید کے قصیدے پڑھنے والے عبرت پکڑیں۔ ملاحظہ ہوں تفاسیر معتبرہ، تفسیر کبیر صفحہ ۲۳۶ جلد ۲۰، تفسیر خازن بمعہ معالم التنزیل بغوی صفحہ ۱۳۶ جلد ۴، تفسیر حسینی صفحہ ۳۶۵ جلد ۱، تفسیر بیضاوی صفحہ ۳۷۹ طبع جدہ، تفسیر عزیزی صفحہ ۲۰۴ پارہ ۳۰ مطبوعہ دیوبند۔

یزید لعنہ کے بارے شاہ ولی اللہ کا فیصلہ

☆..... حجۃ اللہ البالغہ اردو ترجمہ از عبدالحق حقانی صفحہ ۶۴۳ میں ہے: گمراہی کی طرف ملانا ان میں سے ملک شام میں یزید تھا اور عراق میں مختار ثقفی (مدعی نبوت لعین) آخری صفحہ پر لکھا ان میں بعض لوگ فاسق اور منافق بھی تھے انہی زمانوں میں حجاج، یزید پلید اور مختار ثقفی میں قریش کے اور نوجوان جو لوگوں کو ہلاک کرنے والے تھے ازالۃ الخفاء از شاہ ولی اللہ مترجم اردو صفحہ ۵۲۴ جلد ۱ میں ہے: دوسرے فتنہ سے مراد واقعہ حرہ

ہے جو یزید کے دور میں ہوا۔

یزید کے بارے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا فیصلہ

☆..... فتاوی عزیزی صفحہ ۲۲۳ حضرت امام رضی اللہ تعالی کی شہادت پر یزید پلید راضی ہوا اور آپ کی شہادت پر خوش ہوا اور اس نے اہل بیت اور خاندان رسول ﷺ کی اہانت کی تو جن علماء کے نزدیک یہ ثابت ہوا یہ روایات مرجح ہیں تو ان علماء نے یزید پر لعن کیا۔ چنانچہ امام احمد بن حنبل اور مراہی جو فقہائے شافعی سے ہوئے ہیں اور دیگر علمائے کثیر نے یزید پلید پر لعن کیا اور شمر اور ابن زیاد پر لعن کرنا قطعی طور پر جائز ہے۔ فتاوی عزیزی صفحہ ۲۲۵ میں ہے: اہل بیت کی محبت فرائض ایمان سے ہے اور محبت اہل بیت سے ہے کہ مروان علیہ اللعنۃ کو برا کہا جائے اور اس سے دل سے بیزار رہنا چاہیے علی الخصوص اس نے نہایت بدسلوکی کی حضرت امام حسین رضی اللہ تعالی اور اہل بیت کے ساتھ اور کامل عداوت ان حضرات سے رکھتا تھا اس خیال سے اس شیطان سے نہایت ہی بیزار رہنا چاہیے۔ فتاوی عزیزی صفحہ ۲۲۷ مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ کے لوگ یزید پلید کے تسلط پر راضی نہ تھے۔

تحفہ اثنا عشریہ اردو صفحہ ۸ شام و عراق کے بدبختوں نے ناپاک یزید کے کہنے اور اہل عناد کے سردار ابن زیاد کے اکسانے پر امام ہمام کو شہید کیا۔

تحفہ اثنا عشریہ صفحہ ۷، اب تک فرقہ سبیہ شیعہ کے لوگ فرقہ نواصب اور فرقہ اہل سنت میں فرق و تمیز نہیں کرتے بلکہ ہر دو کو ایک جانتے ہیں حالانکہ یہ فرقہ اہل سنت جناب مرتضی کے شیعہ خاص میں سے ہیں خاندان نبوی پر دل و جان سے فدا ہیں۔ نواصب

(یزید کو امیر المومنین ماننے والوں) کو نہایت بدزبان کتوں اور خنزیروں کے ہم مرتبہ جانتے ہیں۔ سر الشہادتین صفحہ ۳۶ میں شاہ عبدالعزیز فرماتے ہیں: جب یزید پلید قتل حسین اور ہتک حرمت اہل بیت نبوی ﷺ سے فارغ ہوا تو اس غرور سے اس کی شقاوت اور قساوت اور زیادہ ہوئی چنانچہ زنا اور لواطت اور بھائی کا بہن سے نکاح اور سود وغیرہ منہیات شرعیہ کو اس نے اپنے عہد میں اعلانیہ رواج دیا اور مسلم بن عقبہ کو بارہ ہزار یا بیس ہزار آدمیوں کے ساتھ واسطے تاخت تاراج مدینہ منورہ کے بھیجا تین دن تک اس شہر کے رہنے والے قتل اور لوٹ مار میں گرفتار رہے اور سات سو صحابی قریشی صاحب وجاہت اور عوام الناس اور لڑکے ملا کے دس ہزار آدمیوں سے زیادہ کو شہید کیا اور لڑکوں کو بند کر لیا اور عورتوں کو شہر والوں پر مباح کر دیا۔ ام المومنین ام سلمہ کا گھر لوٹ لیا اور مسجد نبوی کے ستونوں سے گھوڑے باندھے۔ چنانچہ گھوڑوں سے منبر اور قبر شریف کے درمیان کا حصہ پیشاب اور لید سے نجس کیا اور تین دن تک مسجد شریف میں لوگ نماز سے مشرف نہ ہو سکے اور کیا کیا کچھ اعمال قبیح کہ اس مسجد اقدس اور شہر مطہر میں یزید والوں نے نہیں کئے کہ زبان و قلم کی اس کی تفصیل سے عاجز ہے اور منجنیق سے کعبہ معظمہ سنگسار کیا اور صحن حرم محترم کا پتھروں سے بھر گیا اور ستون مسجد حرام کے ٹوٹ گئے اور لباس خانہ کعبہ کو جلا دیا۔

امام یوسف نبہانی کا یزید لعین کے بارے فیصلہ

☆..... برکات آل رسول صفحہ ۱۵۵ میں فرماتے ہیں امام احمد بن حنبل یزید کے کفر کے قائل ہیں اور تجھے ان کا فرمان کافی ہے ان کا تقوی اور علم اس امر کا مقتضی ہے کہ

انہوں نے یہ بات اس لئے کہی ہوگی کہ ان کے نزدیک ایسے امور صریحہ کا یزید لعنہ سے صادر ہونا ثابت ہوگا جو موجب کفر ہیں اس معاملہ میں ایک جماعت نے ان کی موافقت کی مثلاً ابن جوزی وغیرہ رہا اس کا فسق تو اس پر اتفاق ہے بعض علماء نے خاص اس کا نام سے لعنت کو جائز قرار دیا ہے۔ صفحہ ۱۵۳ پر لکھا ابن حجر فرماتے ہیں صحیح روایت سے ثابت ہے کہ حضرت ابراہیم نخعی فرمایا کرتے تھے بالفرض اگر میں حضرت امام حسین سے جنگ والوں میں ہوتا پھر مجھے جنت میں داخل کر دیا جاتا تو مجھے محبوب خدا ﷺ کے رخ انور کی طرف دیکھنے میں حیا آتی۔

علامہ عبدالحی دیوبندی کا فیصلہ

☆...... فتاویٰ عبدالحی مطبوعہ لاہور صفحہ ۴۲ جلد ۲ اہل سنت کے نزدیک قبائح یزید تو البتہ قابل ملامت ہیں باقی قبائح ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور ہندہ کے ان کے اسلام سے سب محو ہو گئے اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقاتلے خطائی الاجتہاد پر محمول ہیں ان تینوں کو برا کہنا درست نہیں۔

مجموعہ فتاویٰ عبدالحی صفحہ ۸ (ترجمہ وخلاصہ عبارت) یزید کی اطاعت پر مسلمانوں کا کب اتفاق ہوا صحابہ کی ایک بڑی جماعت اور اولاد صحابہ اس کی اطاعت سے خارج تھے اور باقی صحابہ نے جب اس کی حرکات شراب پینا، ترک نماز، زنا کرنا اور محارم (ماں بہن بیٹی) سے نکاح حلال کرنا ملاحظہ کیا تو بیعت اطاعت توڑ دی۔ بعض لوگ کہتے ہیں یزید لعنہ نے حسین علیہ السلام کے قتل کا حکم نہ دیا تھا اور نہ قتل پر راضی تھا اور نہ قتل کے بعد خوش ہوا۔ ان کا یہ سخن بھی باطل ہے۔

علامہ تفتازانی نے علم عقائد کی کتاب شرح عقائد نسفی میں لکھا: حق یہ ہے کہ یزید قتل حسین پر راضی تھا اور اہانت اہل بیت پر اس نے خوشی کا اظہار کیا۔ بعض حضرات کہتے ہیں حسین علیہ السلام کا قتل گناہ کبیرہ ہے کفر نہیں لعنت کفار کے لئے مختص ہے یہ لوگ اتنا نہیں جانتے کہ کفر ایک طرف رسول کو ایذاء دینا کیا ثمرہ رکھتا ہے ارشاد خداوندی ہے: اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ایذا دیتے ہیں ان پر اللہ نے دنیا و آخرت میں لعنت کی ہے اور ان سے ذلت آمیز عذاب کا وعدہ کیا ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں خاتمے کا حال معلوم نہیں شاید اس نے کفر سے توبہ کر لی ہو۔

جواباً گذارش ہے: توبہ کا محض احتمال ہے اور اس بدبخت نے جو برے کام کیے قتل حسین اور اہانت اہل بیت کی اور بدبخت نے نہیں کیے قتل حسین اور اہانت اہل بیت کے بعد مدینہ منورہ کی تخریب اور اہل مدینہ کے قتل کے لئے اس نے لشکر بھیجا واقعہ حرہ میں مسجد نبوی تین دن تک بے اذان و نماز رہی اس کے بعد مکہ معظمہ پر لشکر کشی کی انہی بدمشاغل کے دوران مردود مر گیا۔ اس کے بیٹے معاویہ نے برسر منبر اپنے باپ یزید کی برائی بیان کی۔ سلف صالحین میں سے بعض بے باکانہ اس کے لئے لعنت تجویز کرتے ہیں۔ امام احمد بن حنبل اور اسی جیسے اور بزرگوں نے اس پر لعنت کی ہے ابن جوزی جو کہ حفظ سنت و شریعت میں کمال عصبیت رکھتے ہیں نے اپنی کتاب میں سلف سے اس پر لعنت نقل کی ہے۔ علامہ تفتازانی نے کمال جوش و خروش سے اس پر لعنت نقل کی ہے اور اس کے اعوان و انصار پر لعنت کی ہے۔

تاریخ اسلام مصنفہ مولانا اکبر شاہ خان نجیب آبادی صفحہ ۲۹۰ جلد ا میں ہے: قسطنطنیہ پر حملہ کے وقت سپہ سالار امیر لشکر سفیان بن عوف تھے۔ صفحہ ۴۹۳ پر ہے: یزید ابتدا ہی سے لہو ولعب میں مشغول رہنے والا تھا۔

امام ربانی مجدد الف ثانی کا فیصلہ

☆..... مکتوبات امام ربانی جلد نمبر ا مکتوب نمبر ۲۵۱: یزید سعادت توفیق سے محروم اور زمرۂ فساق میں داخل ہے۔

خود یزید کے بیٹے کی شہادت

☆..... الصواعق المحرقہ صفحہ ۱۳۴ میں امام ابن حجر مکی نے لکھا یزید کے بیٹے معاویہ بن یزید نے کہا میرے باپ (یزید) نے حکومت سنبھالی تو وہ اس کا اہل ہی نہ تھا۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کے نواسے سے نزاع کی آخر اس کی عمر گھٹ گئی اور نسل ختم ہو گئی اور پھر وہ اپنی قبر میں اپنے گناہوں کی ذمہ داری لے کر دفن ہو گیا یہ کہہ کر وہ رونے لگا جو بات ہم پر سب سے گراں ہے تو وہ یہی ہے کہ اس کا برا انجام اور بری عاقبت سے ہمیں معلوم ہے اس نے رسول اللہ ﷺ کے قرابت داروں کو قتل کیا شراب کو حلال کیا اور بیت اللہ کو ویران۔

حسین سے لڑائی رسول سے لڑائی ہے

☆..... مشکوۃ شریف صفحہ ۵۷۰ جلد ۲ میں بحوالہ ترمذی ہے: سرکار علیہ السلام نے فرمایا حضرت زید ابن ارقم سے روایت ہے کہ حضرت علی، حضرت فاطمہ، حسن و حسین رضی اللہ عنہم کے بارے میں فرمایا جو ان سے لڑے میری ان سے لڑائی ہے جو ان

سے صلح کرے میری ان سے صلح ہے۔ (معاویہ رضی اللہ عنہ کی حسن رضی اللہ عنہ سے صلح رسول ﷺ سے صلح ہے) (اور یزید لعنہ کی حسین رضی اللہ عنہ سے لڑائی رسول ﷺ سے لڑائی اور ایذاء خدا سے لڑائی اور ایذاء ہے خدا اور رسول ﷺ کو ایذا دینا موجب لعنت ہے)

شرح عقائد نسفی صفحہ ۱۴۷ طبع مصری میں ہے: یزید قتل حسین پر راضی اور خوش تھا۔

یزید ابتر ہے:۔ حافظ ابن کثیر البدایہ والنہایہ صفحہ ۲۳۷ جلد ۸ میں لکھتے ہیں: یزید کے پندرہ لڑکے اور پانچ لڑکیاں سب ایسے ختم ہوئے کہ یزید کی نسل میں سے کوئی ایک بھی باقی نہ بچا۔ سو بلا شبہ واقعہ حرہ اور قتل حسین کے بعد یزید کو ڈھیل نہ دی گئی مگر ذرہ سی تا آنکہ حق تعالیٰ نے اس کو ہلاک کر دیا جو اس سے پہلے اور اس کے بعد بھی ظالموں کو ہلاک کرتا رہا ہے۔ بیشک وہ علیم وقدیر ہے۔ البدایہ والنہایہ صفحہ ۲۲۲ جلد ۸ میں ہے: بیشک یزید لعنہ نے مسلم بن عقبہ کو یہ حکم دے کر کہ تین دن تک مدینہ منورہ کو تباہ و تاراج کیجیو۔ فحش غلطی کی، یہ نہایت ہی بڑی اور فحش خطا ہے اور اس کا قتل اور شامل ہو گیا اور سابق میں گزر چکا کہ عبد اللہ ابن زیاد کے ہاتھوں حسن اور ان کے اصحاب کو شہید کر دیا گیا اور ان تین دنوں میں مدینہ منورہ میں وہ عظیم مفاسد برپا ہوئے کہ جو حد و شمار سے باہر ہیں اور جس کا بیان کرنا بھی ممکن نہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کے سو ان کا پورا علم کسی کو نہیں۔ یزید لعنہ نے تو مسلم بن عقبہ کو بھیج کر اپنی بادشاہی اور سلطنت کو مضبوط کرنا چاہا تھا اور اس کا خیال تھا کہ اب بلا نزاع کے اس کے ایام سلطنت کو دوام نصیب ہو گا مگر اللہ تعالیٰ نے اس کی مراد کو الٹ کر اسے سزا دی اس کی ذات عالی یزید اور اس کی خواہش کے درمیان حائل ہو گئی۔ (کہ اس کی تمنا پوری نہ ہو سکی) چنانچہ اللہ تعالیٰ

جو ظالموں کی کمر توڑ کر رکھ دیتا ہے اس کی کمر بھی توڑ ڈالی اور اسی طرح اس کو دھر پکڑا جس طرح کہ ہر چیز پر غالب اور اقتدار والا پکڑا کرتا ہے اور ایسی ہی تیرے رب کی پکڑ ہے۔

البدایہ والنہایہ صفحہ ۱۵۱ جلد ۸ میں ہے: سب لوگوں کا میلان سبطِ حسین رضی اللہ عنہ ہی کی طرف تھا کیونکہ وہی سید کبیر اور سبطِ رسول اللہ ﷺ تھے اور اس وقت روئے زمین پر کوئی شخص ایسا نہ تھا کہ جو فضائل و کمالات میں آپ کا مقابلہ یا برابری کر سکے لیکن یزیدی حکومت ساری کی ساری آپ کی دشمنی پر اتر آئی تھی۔

یزید پلید کا قتل حسین کے لئے حکم

☆..... تاریخ الطبری صفحہ ۳۳۸ جلد ۵ میں ہے: یزید نے گورنر مدینہ ولید بن عقبہ کو لکھا بیعت کے سلسلہ میں حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ او رعبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو پوری سختی کے ساتھ پکڑے اور جب تک یہ لوگ بیعت نہ کر لیں انہیں رخصت نہ ملنے پائے۔

مروان کا مشورہ:۔ اخبار الطوال صفحہ ۲۷۷ میں ہے: مروان نے گورنر مدینہ کو مشورہ دیا تم پر لازم ہے کہ اسی وقت حسین رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو بلوالو اگر وہ دونوں بیعت کر لیں تو خیر ورنہ دونوں کی گردنیں ماردو۔ تاریخ طبری صفحہ ۳۴۰ جلد ۵: اس شخص (حسین رضی اللہ عنہ) کو قید کر اور جب تک یہ بیعت نہ کرے یا اس کا سر نہ قلم کر دیا جائے یہ تیرے پاس سے نکلنے نہ پائے۔

حسین رضی اللہ عنہ کا اصل قاتل

☆..... امام ابن حزم ظاہری نے اپنی کتاب جمہرۃ انساب العرب صفحہ ۱۱۲ (جس کے حوالے اکثر عباسی یزیدی نے اپنی کتاب خلافت معاویہ و یزید میں دیئے ہیں) صاف تصریح کی ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا اصل قاتل یزید ہے کہ اس کے حکم سے امام کی شہادت عمل میں آئی۔ اس دور کے ناصبی اب یزید کو اس خون سے بری ثابت کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں حالانکہ اصل قاتل یہی پلید ہے۔

ایک دیوبندی مولوی کا فیصلہ:۔ عبدالرشید نعمانی دیوبندی اپنی کتاب ''حادثہ کربلا کا پس منظر'' صفحہ ۲۴۶ میں لکھتا ہے: تمام اہل سنت اس پر متفق ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ راشد تھے اور جو لوگ ان سے برسر جنگ رہے وہ خطا پر تھے۔ حضرت معاویہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیعت نہ کر کے (اجتہادی) غلطی کی اور وہ (معاویہ) خلیفہ راشد نہ تھے۔ ان کا بیٹا مزید ظالم و جابر حکمران تھا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن زبیر اور وہ تمام صحابہ کرام جو جنگ حرہ میں شہید ہوئے اور جنہوں نے یزید کے تسلط و اقتدار کو برہم کرنے کی کوشش کی وہ سب حق کے داعی اور خیر کے علمبردار تھے۔ صفحہ ۲۵۱ پر لکھا: یزید کی شخصیت کے متعلق اس سے زیادہ کچھ کہنے کی ضرورت نہیں کہ علمائے اہل سنت میں اس پر تو اتفاق ہے کہ وہ فاسق و ظالم تھا البتہ اختلاف ہے تو اس بارے میں ہے کہ اس کو کافر قرار دیا جائے یا نہیں (بعض علماء کافر کہتے ہیں) اور اس پر لعنت کرنا روا ہے یا اس سے احتیاط کرنا بہتر ہے (اکثر علماء جواز لعن کے قائل ہیں) اب ایسے شخص کو جنتی جتانا اور اس کی تعریف کے گن گانا ضلالت نہیں تو اور کیا ہے؟

شیخ محقق دہلوی کا فیصلہ

☆...... شاہ عبدالحق محدث دہلوی تکمیل الایمان صفحہ ۷۵ میں فرماتے ہیں: یزید ہمارے نزدیک تمام انسانوں میں مبغوض ترین ہے جو کام کہ اس بدبخت منحوس نے اس امت میں کئے ہیں کسی نے نہیں کئے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے اور اہل بیت کی اہانت کے بعد اس نے مدینہ منورہ کو تباہ و برباد کرنے اور اہل مدینہ کو قتل کرنے کے لئے لشکر بھیجا اور جو صحابہ و تابعین وہاں باقی رہ گئے تھے ان کو قتل کرنے کا حکم دیا اور مدینہ طیبہ کو برباد کرنے کے بعد مکہ معظمہ کو منہدم کرنے اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے قتل کرنے کا حکم دیا اور پھر اس اثناء میں جب کہ مکہ معظمہ محاصرہ کی حالت میں تھا وہ دنیا سے جہنم میں چلا گیا۔

امام غزالی کے بارے ایک شبہ کا جواب

ناصبی کہتے ہیں امام غزالی یزید کو اچھا سمجھنے کی بنا پر لعنت نہیں کرتے۔ جواباً گذارش ہے: ناصبیوں کے اس شبہ کے جواب میں حافظ محمد بن ابراہیم وزیر یمانی الروض الباسم صفحہ ۴۲ جلد ۲ طبع مصری میں فرماتے ہیں اور جب ابن خلکان نے حافظ عماد الدین کیا ہراسی کے اس فتویٰ کو نقل کیا (جس میں یزید پر لعنت کی اجازت دی گئی ہے) تو اس کے بعد غزالی کا ایک فتویٰ بھی نقل کیا جو اس امر کا شاہد ہے کہ غزالی قتل حسین کے حق بجانب ہونے میں یزید لعنہ کی حمایت سے بری ہیں انہوں نے تو صرف دو مسئلوں پر بحث کی ہے جن کا اس بات سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ ایک یہ ہے کسی پر لعنت کرنا درست نہیں اس میں یزید کی کوئی تخصیص نہیں بلکہ ہر فاسق اور کافر کے بارے میں ان کی یہی رائے ہے۔ دو

تو ابلیس پر بھی لعنت کرنے کو جائز نہیں کہتے اور نہ کسی کافر معین پر لعنت کو روا رکھتے ہیں پھر یزید پلید پر لعنت کرنے کو کیوں کہیں گے؟ ان کے نزدیک ہر حال میں مومن کا ذکر الٰہی میں مشغول ہونا اولیٰ ہے۔

(حادثہ کربلا کا پس منظر از عبدالرشید نعمانی دیوبندی صفحہ ۲۵۸)

کسی پر لعنت نہ کرنا اور بات ہے اور اس کا اچھا ہونا اور بات ہے۔ امام غزالی کے نزدیک بھی یزید لعنہ اچھا آدمی نہیں تھا بلکہ وہ کسی کے لئے بھی لعنت کے قائل نہیں چاہے کافر ہو یا فاسق۔

شیخ محقق کا ایک اور فیصلہ در بارہ لعن بر یزید

☆...... تکمیل الایمان صفحہ ۷۰ میں لکھتے ہیں: ہم ایسی بات ایسے اعتقاد سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے ہوتے ہوئے یزید لعنہ امام اور امیر ہو اس کے امیر ہونے پر مسلمانوں کا اتفاق کب ہوا؟ صحابہ کی جماعت اور صحابہ زادے جو اس کے دور حکومت میں موجود رہے اس کی جماعت سے خارج اور اس کی خلافت کے منکر تھے ہاں اہل مدینہ کی ایک جماعت بجبر و اکراہ اس کے پاس شام گئی تھی اور یزید لعنہ نے ان کو بڑے انعام اور لذیذ دعوتوں سے نوازا بھی۔ لیکن یہ حضرات جب اس کا حال قباحت مال دیکھ کر مدینہ منورہ واپس ہوئے تو اس کی بیعت توڑ دی اور صاف بتا دیا کہ وہ دشمن خدا تو ئے نوش ہے۔ تارک صلوٰۃ، زانی، فاسق، فاجر اور اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال کرنے والا ہے اور بعض ناصبی لوگ کہتے ہیں کہ اس نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ کے قتل کا حکم ہی نہیں دیا اور نہ ہی آپ کے قتل کی

شہادت پر خوش ہوا اور نہ اس پر اس نے کچھ خوشی کا اظہار کیا ان کی یہ بات بھی مردود اور
باطل ہے کیونکہ اہل بیت نبوی سے اس بدبخت کی عداوت اور ان حضرات کے قتل پر
اس کا خوشیاں منانا اور خاص طور سے ان حضرات کی تذلیل واہانت کرنا تو انکار محض
بناوٹ اور زبردستی اور بعض (ناصبی) یہ کہتے ہیں کہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ کا قتل
گناہ کبیرہ ہے کیونکہ کسی مومن کا ناحق قتل کرنا گناہ کبیرہ ہی ہے اور تکفیر ولعنت
تو کافروں کے ساتھ مخصوص ہے اور افسوس مجھے پتہ چلتا ہے کہ یہ سب باتیں بتانے
والے ان احادیث نبوی کے بارے میں جو کہ اس پر ناطق ہیں حضرت فاطمہ رضی
اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کی اولاد کی ایذا واہانت اور ان سے بغض اور عداوت خود رسول
اللہ ﷺ کی ایذا واہانت ہے اور آپ ﷺ سے بغض کا موجب ہے کو کیا کہتے ہیں۔
حالانکہ ایسا کرنا تو بموجب آیت کریمہ:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا

(الاحزاب آیت ۵۷)

ترجمہ: جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ایذا دیتے ہیں اللہ نے ان پر دنیا اور آخرت
میں لعنت کی اور ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔
بلاشک کفر کا سبب ہے جس کی بنا پر لعنت اور ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہنا واجب ہو جاتا
ہے۔
علماء سلف اور اعلام امت میں سے: امام احمد بن حنبل اور ان جیسے حضرات شامل
ہیں یزید پر لعنت کی ہے اور محدث ابن جوزی کہ جو سنت وشریعت کی پاسداری
میں پوری شدت اور سرگرمی دکھاتے ہیں اپنی کتاب میں یزید پر لعنت کو سلف سے نقل

کرتے ہیں۔

امام اعظم کے نزدیک یزید پر لعنت جائز ہے

☆...... دیوبندی مولوی عبدالرشید نعمانی اپنی تصنیف حادثہ کربلا کا پس منظر صفحہ
۲۳۶ میں فتاویٰ عزیزیہ مطبوعہ مجتبائی دہلی صفحہ ۱۰۰ جلد ۱ کے حوالے سے لکھتے ہیں: امام
ابوحنیفہ سے یزید پر لعنت کے بارے میں توقف کی تصریح ثابت نہیں بلکہ ان سے جو
کچھ منقول ہے وہ تعارض روایات کے وقت توقف کا قول ہے۔ یزید کے بارے میں
خود ان کی تصریح آگے آرہی ہے کہ اس پر لعن جائز ہے۔ بلفظہٖ۔

امام سیوطی کا فیصلہ

☆...... تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۸۱ میں لکھتے ہیں: جب امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان
کے بھائی شہید کر دیے گئے تو ابن زیاد لعنہ نے ان شہداء کے سروں کو یزید کے پاس
بھیجا اول تو اس پر بہت خوش ہوا پھر جب مسلمانوں نے اس وجہ سے اس پر پھٹکار
شروع کی اور اس سے نفرت کرنے لگے تو اس نے اظہار ندامت کیا اور مسلمانوں کو تو
اس سے نفرت کرنا ہی چاہیے تھی۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا فیصلہ

☆...... تحفہ اثنا عشریہ صفحہ ۳۱ طبع لکھنو میں لکھتے ہیں اور بعض (بدبخت) لوگ انبیاء
اور پیغمبر زادوں تک کو قتل کر دیتے ہیں جیسے کہ یزید لعنہ اور اس کے اخوان (معنوی بھائی
یعنی ساتھی) (اولاد پیغمبر کو قتل کرنے والے) ہوئے ہیں۔

''ناصبیوں یزیدیوں کے سر پر ایٹم بم''

☆..... شاہ عبدالعزیز کی رائے ان کے شاگرد مولانا سلامت اللہ صاحب کشفی تحریر الشہادتین صفحہ ۹۶، ۹۷ میں نقل کرتے ہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ یزید پلید ہی حضرت حسین رضی اللہ تعالی کے قتل کا حکم دینے والا ہے اور اس پر راضی اور خوش تھا اور یہی جمہور اہل سنت و جماعت کا مختار مذہب ہے۔ چنانچہ معتمد علیہ کتابوں میں جیسے مرزا محمد بدخشی کی مفتاح النجا اور ملک العلماء قاضی شہادت الدین دولت آبادی کی مناقب السادات اور علامہ سعد الدین تفتازانی کی شرح عقائد نسفیہ اور شاہ عبدالحق محدث دہلوی کی تکمیل الایمان اور ان کے علاوہ دوسری معتبر کتابوں میں مع دلائل وشواہد مذکور ومرقوم ہے اور اسی لئے اس ملعون پر لعنت کے روا ہونے کو قطعی دلائل اور روشن براہین سے ثابت کر چکے ہیں اور راقم الحروف مولانا سلامت اللہ الدین اور ہمارے اساتذہ صوری ومعنوی نے جس مسلک کو اختیار کیا ہے وہ بھی یہی ہے کہ یزید ہی قتل حسین کا حکم دینے والا اور اس پر راضی اور خوش تھا اور وہ لعنت ابدی اور وبال ونکال سرمدی کا مستحق ہے اور اگر سوچا جائے تو اس ملعون کے حق میں صرف لعنت ہی پر اکتفا کرنا ایسی کوتاہی ہے کہ اس پر بس نہیں کرنا چاہیے چنانچہ استاذ البریہ صاحب تحفہ اثنا عشریہ (شاہ عبدالعزیز نے رسالہ حسن العقیدہ کے حاشیہ میں جملہ علیہ ما یستحقہ پر جو تعلیق (نوٹ) لکھا ہے اس میں افادہ فرماتے ہیں کہ علیہ ما یستحقہ لعنت سے کنایہ ہے اور یہ بات کہ کنایہ تصریح سے زیادہ بلیغ ہوتا ہے عربیت کا مشہور قاعدہ ہے اس کے ساتھ ما یستحقہ کے ابہام میں اس پر تشنیع اور اس کی حد درجہ خرابی جو پوشیدہ

ہے وہ صراحۃ لعنت کے استعمال سے فوت ہو جاتی ہے چنانچہ آیت کریمہ **فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ** کی تفسیر سے اس کا بیان آتا ہے اور حق یہ ہے کہ یزید کے حق میں محض لعنت پر اکتفا کرنا کوتاہی ہے اس لئے کہ اس قدر تو مطلق مومن کے قتل کی سزا ہی مقرر کر چکے ہیں ارشاد الہی ہے۔ **وَمَن يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا** ترجمہ: اور جو کوئی قتل کرے مسلمان کو عمداً تو اس کی سزا جہنم ہے۔ اس میں ہمیشہ پڑا رہے گا اور اللہ کا اس پر غضب ہو اور اللہ نے لعنت کی اور اس کے لئے بڑا عذاب تیار کیا اور یزید نے تو اس عمل کے ارتکاب میں وہ زیادتی کی ہے جو دوسرے کو میسر ہی نہ ہوگی اس لئے اس زیادتی کو بجز اس کے استحقاق کے اور کسی امر پر حوالہ نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ انسان کا علم اس کے خصوصی استحقاق کی معرفت سے عاجز ہے۔

دیوبندی عالم کی رپوٹ عبدالرشید نعمانی دیوبندی کتاب ''حادثہ کربلا کا پس منظر'' صفحہ ۳۶۹ میں لکھتا ہے: کربلا میں جو مظالم کئے گئے ان کی بنا پر شاہ عبدالعزیز کے نزدیک یزید حق تعالی کے اس قدر قہر وغضب کا حقدار ہے کہ اس کو دیکھتے ہوئے اس پر لعنت کرنا تو کچھ بھی نہیں لہذا بہتر یہ ہے کہ اس کے معاملہ کو حق تعالی کے سپرد کر کے اس کے بارے میں یوں کہنا چاہیے علیہ ما یستحقہ کیونکہ خدا ہی کو معلوم ہے کہ وہ اس کے کس قدر وغضب کا مستحق ہے۔ بعض علماء کی لعنت سے روکنے کی وجہ یہ نہیں کہ یزید اچھا تھا ازالۃ الخفاء رد کشف الغطا صفحہ ۴۵، ۴۶ میں مولانا غلام ربانی لکھتے ہیں: اور ظاہر ہے کہ لعن طعن کرنے سے اس کے وبال میں کمی آتی ہے جس کے بارے میں لعن طعن

کیا جاتا ہے لہٰذا زبان کو لعنت سے آلودہ نہیں کرتے اور تخفیف عذاب کے سبب یزید پلید کی روح کو شاد نہیں کرتے بلکہ یہ چاہتے ہیں کہ وہ اسی طرح گناہوں کا بوجھ لدے لادے کمر شکستہ ہی رہے۔ (دوسری وجہ) شرح مقاصد صفحہ ۳۰۷ جلد ۲ طبع قسطنطنیہ میں امام تفتازانی فرماتے ہیں: پھر اگر یہ کہا جائے کہ بعض علماء شوافع ایسے بھی ہیں جو یزید پر لعنت کرنے کی اجازت نہیں دیتے حالانکہ ان کو علم ہے کہ وہ لعنت سے بھی بڑھ کر اور زیادہ وبال کا مستحق ہے تو ہم کہیں گے کہ یہ منع کرنا اس احتیاط کی بنا پر ہے کہ کہیں یہ مسئلہ ترقی کر کے اعلیٰ سے اعلیٰ تک نہ پہنچ جائے جیسا کہ روافض کا شعار ہے۔

امام احمد بن حنبل کا ارشاد بحوالہ دیوبندی عالم کی کتاب حادثہ کربلا کا پس منظر صفحہ ۳ا ے کوئی بھی شخص جس کا ایمان اور روز آخرت پر ہے بھلا یزید سے محبت کر سکتا ہے؟ آخر اس بدبخت پر کیوں لعنت نہ کی جائے جس پر حق تعالیٰ نے اپنی کتاب میں لعنت کی ہے کیا یہی وہی نابکار نہیں ہے جس نے اہل مدینہ پر وہ ظلم توڑا جو بیان سے باہر ہے۔

امام اعظم و دیگر علمائے احناف لعن یزید کے قائل ہیں ۔ا۔ یزید پلید پر لعن کے سلسلہ میں امام احمد کی جو رائے (یعنی یزید پر لعنت جائز ہے) وہی حضرت امام اعظم ابو حنیفہ سے مطالب المومنین میں منقول ہے۔ ملاحظہ ہو زہر الشاب واشیہ عن ارتکاب الغیبۃ از مولانا عبدالحی فرنگی محلی صفحہ ۲۰۔ طبع ۱۳۹۸ھ شائع کردہ مکتبہ عارفین کراچی۔ ۲۔ اکابر حنیفہ میں امام ابو بکر احمد بن علی الرازی جنہوں نے ہمیشہ امام ابو حنیفہ کے قول کو دوسرے کے قول پر ترجیح دی (ملاحظہ ہو الاختیار صفحہ ۱۴۳ جلد ۲) نے احکام القرآن میں یزید کو لعین ہی لکھا۔ ۳۔ امام طاہر بن احمد بن عبدالرشید بخاری حنفی خلاصۃ الفتاوی صفحہ

۳۹۰ جلد ۴ میں لکھتے ہیں: میں نے شیخ امام زاہد قوام الدین صفاری سے سنا ہے وہ اپنے والد بزرگوار سے نقل کرتے ہیں کہ یزید پر لعنت کرنا جائز ہے فرماتے ہیں لاباس باللعن علی یزید۔ یعنی یزید پر لعنت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ ۴۔ ابن بزاز کردری حنفی فتاوی بزازیہ برحاشیہ عالمگیری صفحہ ۳۴۴ جلد ۶ میں فرماتے ہیں: یزید اور اسی طرح حجاج پر لعنت کرنا جائز ہے اور امام قوام الدین صفاری سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ یزید پر لعنت کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں۔ کردری کہتے ہیں اور حق یہ ہے کہ یزید پر اس کے کفر کی شہرت نیز اس کی گھناؤنی شرارت کی متواتر خبروں کی بنا پر جس کی تفصیلات معلوم ہیں لعنت ہی کی جائے گی۔ خواجہ محمد یار نقشبندی کے نزدیک یزید ابتر ہے۔ فصل الخطاب میں فرماتے ہیں خدا نے یزید اور اس کی نسل سے ایک شخص بھی باقی نہ چھوڑا کہ جو گھر کو آباد رکھے اور اس میں دیا جلا سکے اللہ تعالیٰ سب سے سچا ہے کہ جس نے اپنے حبیب سے فرما دیا تھا اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ بیشک جو تیرا دشمن ہے وہ ابتر وہ ہر خیر سے محروم دُم کٹا (لاولد) ہے۔ (الفصل فی الملل والاھواء والنحل صفحہ ۱۰۵ جلد ۴ میں ابن حزم ظاہری لکھتے ہیں: امام حسین رضی اللہ عنہ کے نزدیک یزید کی بیعت بیعت ضلالت تھی۔ امام عالی مقام نے کبھی بھی یزید سے بیعت کرنے کا ارادہ بھی نہیں فرمایا۔ تاریخ کامل ابن اثیر صفحہ ۲۲ جلد ۴ طبع مصری میں ہے: عقبہ بن سمعان سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا میں امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ سے مکہ اور مکہ سے عراق تک برابر ساتھ رہا اور ان کی شہادت کے وقت تک کہیں جدا نہ ہوا۔ میں نے یوم شہادت تک آپ کی وہ تمام گفتگوئیں سنی ہیں جو آپ نے لوگوں سے فرمائی ہیں۔ سو

واللہ بخدا یہ بات آپ نے لوگوں کے سامنے رکھی ہی نہیں جس کا لوگ ذکر کرتے ہیں کہ انہوں نے ان کے سامنے یہ بات رکھی تھی کہ وہ یزید کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دیں گے اور اس سے بیعت کرلیں گے۔ (معاذ اللہ) مورخ خضری کی تحقیق۔ محاضرات تاریخ الامم الاسلامیہ صفحہ ۱۲۸ جلد ۲ میں ہے: یہ بات صحیح نہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے یزیدی لشکر کے سامنے یہ بات رکھی تھی کہ وہ بیعت کے لئے یزید کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دینے کے لئے تیار ہیں مگر ان لوگوں (کوفیوں) نے آپ کی پیشکش قبول نہ کی۔ اجماع اہل سنت۔ علامہ عبدالحی بن حماد حنبلی شذرات الذہب صفحہ ۶۸ جلد اطبع مصری میں لکھتے ہیں: علمائے حق (اہل سنت) کا اس پر اجماع ہے کہ جناب مولا علی اپنے مخالفین سے قتال کرنے میں حق پر تھے کیونکہ آپ خلیفہ برحق تھے نیز اس پر بھی اجماع اور اتفاق منقول ہے کہ حضرت امام حسین کا خروج یزید کے خلاف اور ابن زبیر اور اہل حرمین کا بنی امیہ کے خلاف اور ابن الاشعث اور ان کے ساتھ کبار تابعین اور بزرگان مسلمین کا خروج حجاج کے خلاف مستحسن تھا۔ پھر جمہور کی رائے یہ ہے کہ یزید اور حجاج جیسے ظالم اور فاسق حکمرانوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہونا جائز ہے۔ ترمذی کے حوالہ سے مشکوۃ شریف صفحہ ۵۸۰ جلد ۲ میں ہے: حسین کا شمار ان چودہ صحابہ میں سے ہے جو نقیب اور رقیب ہیں ان چودہ بزرگوں کی نجات وعقابت کے اعتبار سے وہ امتیاز وخصوصیت حاصل ہے جو اوروں کو نہیں ہے۔ حافظ ابن حزم کا فیصلہ۔ الفصل صفحہ ۱۶۹ جلد ۴ طبع مصری میں ہے: صحابہ وتابعین سے جن حضرات نے بھی یزید لعنہ ولید اور سلیمان کی بیعت سے انکار فرمایا وہ صرف اس بنا پر تھا کہ یہ ناپسندیدہ لوگ تھے۔

منظوم نذرانہ عقیدت

جوئے غم حیات کا دھارا بدل دیا
سیلاب حادثات کا دھارا بدل دیا

صحرائے روزگار میں تیرے شعور نے
افکار کے فرات کا دھارا بدل دیا

تیرے عمل پہ حسن مساوات دیکھ کر
انسان نے ذات پات کا دھارا بدل دیا

اے تیغ سے شہید تری ذات پاک نے
خون رگ حیات کا دھارا بدل دیا

تیری بہار فکر نے اقلیم وقت میں
بحر سیاسیات کا دھارا بدل دیا

تیری سخا نے، تیری عطا نے جہان میں
رود معاشیات کا دھارا بدل دیا

مولا حسین! تیری شہادت میں ڈوب کر
افضل نے غزلیات کا دھارا بدل دیا

شاعر محمد شیر افضل

بحضور سید کربلا

معین نظامی

یارب طفیلِ خونِ شہیدانِ کربلا
دے ہم کو صبر و عزم جوانانِ کربلا

ہرگز جھکے نہ سر کبھی باطل کے سامنے
بھولے ہمیں نہ اسوۂ سلطانِ کربلا

جذبوں پہ انحصار ہے فتح و شکست کا
سوچو ذرا کہ کتنا تھا؟ سامانِ کربلا

میں جا رہا ہوں پاؤں برہنہ لیے ہوئے
لب تشنہ ہوں گے خارِ مغیلانِ کربلا

اسلام زندہ ہوگیا جہد امام سے
مومن نہیں ہے منکرِ احسانِ کربلا

کٹتے رہیں گے دین کی ناموس پر گلے
مہکے گا تابہ حشر گلستانِ کربلا

لگتے رہیں گے زخم صداقت کے جسم پر
ہوگا رفو نہ چاکِ گریبانِ کربلا

سجتے رہیں گے سینۂ لالہ پہ داغِ دل
ہوتا رہے گا یونہی چراغانِ کربلا

بہتا رہے گا ریت پہ معصوم کا لہو
پھولوں سے خالی ہوگا نہ دامانِ کربلا

اسلام ہے نشانہ ستم ہائے کفر کا
درپیش کس جگہ نہیں میدانِ کربلا

ایمان ہے محبتِ آلِ نبی معین
ہوں خاکِ کوچۂ شہِ ذیشانِ کربلا

حسین رضی اللہ عنہ

وہی حسین محمد کا جو نواسہ تھا

وہی حسین جو شیرِ خدا کا بیٹا تھا

وہی حسین کہ جس سے تھی آبروئے جہاں

وہی حسین جو حق پر تھا صاف سچا تھا

وہی حسین وہ عظمت کا، رفعتوں کا سفیر

وہی حسین جو دوش نبی پہ بیٹھا تھا

وہی حسین جو تھا صاحب جلال و جمال

رسولِ پاک نے جس کی جبیں کو چوما تھا

وہی حسین کہ خطبے کو چھوڑ کر جس کو

رسولِ پاک نے جا کر گلے لگایا تھا

وہ کہ نطقِ رسالت نے جس کے بارے میں

حسین مجھ سے ہے میں اس سے ہوں سنایا تھا

وہی سرشت میں جس کی تھا شیوۂ تسلیم

وہی جو جوہرِ صبر و رضا کا پتلا تھا

وہی خمیر میں جس کے تھی خوئے صدق وفا

وہی جو اپنے زمانے میں سب سے اچھا تھا

وہ روحِ عظمتِ عزم و ثبات و جرأت ہے

وہ اپنے بیٹوں کی لاشوں پہ بھی نہ رویا تھا

جب اس کے خون سے سیراب ہو رہی تھی زمیں

خدا گواہ وہ اس وقت سخت پیاسا تھا

کوئی بھی اس کی طرف سے مقابلے پہ نہ تھا

ہوا شہید تو اس وقت وہ اکیلا تھا

اک امتحانِ وفا و خلوص تھا جس میں

دیارِ کرب و بلا میں وہ پورا اترا تھا

ادھر ہوا تھا تر سر ترے بدن سے جدا

اُدھر یزید کا ایوان تھرتھرایا تھا

ادھر زمین پہ ڈوبی تھی تیری نبضِ حیات

اُدھر اُفق پہ نیا انقلاب اُبھرا تھا

معین نظامی

خطیب پاکستان، پیر طریقت حضرت علامہ

اللہ بخش نیر مجددی سعیدی

کے مطبوعہ اور غیر مطبوعہ مضامین کا حسین گلدستہ

مقالات نیر

عنقریب منصہ شہود پر جلوہ گر ہو رہا ہے

تخلیقات و تحقیقات نیر

ترجمہ قرآن نیر العرفان		زیر طبع
تفسیر نیر العرفان		زیر طبع
نیر رسالت		زیر طبع
مقالات نیر	جلد اول	مطبوعہ 200.00
مقالات نیر	جلد دوم	زیر طبع
مقالات نیر	جلد سوم	زیر طبع
فاتح کربلا		مطبوعہ 160.00
فتاویٰ نیر		زیر طبع
دیوان نیر		زیر طبع

ادارہ تحقیقات نیر
جامع مسجد خضری، U بلاک، جناح مارکیٹ، نیو ملتان

ادارہ تحقیقات اہل سنت
نزد ڈگری کالج ملتان روڈ کبیروالا 0300-7892820